شہدائے کربلا کی قربانیوں کی داستان

سیرت
شہادتِ حسین رضی اللہ عنہ

مصنف: محمد الیاس عادل

Marfat.com

امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت اور شہادت کے مستند واقعات

شہادت حسین رضی اللہ عنہ

محمد الیاس عادل

مشتاق بک کارنر
الکریم مارکیٹ۔ اُردو بازار، لاہور

Marfat.com

297.931
15126
145435

ہماری کتابیں۔ معیاری کتابیں
خوبصورت اور کم قیمت کتابیں

ناشر: مشتاق احمد
اہتمام: سلمان منیر

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب	—	شہادت حسین (رضی اللہ عنہ)
مصنف	—	محمد الیاس عادل
پروف ریڈنگ	—	قاری نجم الصبیح
کمپوزنگ	—	گل گرافکس
اشاعت	—	2012ء
ٹائٹل	—	عاطف بٹ
پرنٹرز	—	آر۔آر پرنٹرز، بندر روڈ لاہور
قیمت	—	300 روپے

مشتاق بک کارنر
الکریم مارکیٹ۔ اُردو بازار، لاہور

کتاب ہذا میں اگر کہیں کوئی غلطی نظر آئے تو ادارہ کو مطلع فرما کر شکریہ ادا کرنے کا موقع فراہم کریں تا کہ اگلے ایڈیشن میں درستگی کی جا سکے۔ شکریہ

Marfat.com

فہرست

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
ابتدائیہ	9	جنتی جوانوں کے سردار	16
حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ	11	حضور ﷺ کی بے چینی	17
ولادت باسعادت	11	سب سے زیادہ پیارا	17
عقیقہ	11	جنت سے لباس آ گیا	18
نام مبارک	12	حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خصوصیت	18
رسول کریم ﷺ کی محبت و پیار	12	امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبت کی انتہا	18
سب سے زیادہ پیار	12	شہادت کی خبر	19
اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے	12	صدقہ آل رسول پر حرام ہے	20
میں اس سے محبت کرتا ہوں	13	حضرت امام حسینؓ کے خصائص و عادات	21
حضور ﷺ کا معمول	13	سخاوت و فیاضی	21
سفر پر جاتے وقت	13	صلح جوئی	22
حضور ﷺ کی عطا	13	وقار و متانت	23
میں انہیں محبوب رکھتا ہوں	14	ضرورت مندوں کا احساس	24
حسنین کریمین کو نہ رلاؤ	14	عجز و انکساری	25
فضائل حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ	15	حاجت مند کی حاجت روائی	25
دو پھول	15	عفو و درگزر	26
سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حیرت	15	علم و فضل	27
امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لعاب دہن	15	ارشادات عالیہ	29
میں حسین (رضی اللہ عنہ) سے ہوں	15	عبادت و ریاضت	33
امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آنسوؤں کا خیال	16	مناقب اہل بیت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین	35
محبت رسول ﷺ کی نشانی	16	میں تمہیں اللہ کی یاد دلاتا ہوں	35

Marfat.com

عنوان	صفحہ
اللہ کی کتاب اور اہل بیتؓ	35
تاریخ کے حقائق	40
حلف الفضول	41
دشمنی ختم نہ ہو سکی	42
رسول کریم ﷺ کے وصال کے بعد	45
مہاجرین و انصار میں اختلاف	46
صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دلائل	47
خلیفۃ الرسول کا انتخاب	48
حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیعت کی	49
حضرت ابوبکر صدیقؓ کا خطاب	50
حضرت عمر فاروقؓ کی خلافت	51
صدیق اکبرؓ کی وفات کے بعد	52
مجلس شوریٰ کی نامزدگی	56
تین دن کی مہلت	57
فیصلے کا اختیار	57
مہلت ختم ہو گئی	58
انتخاب ہو گیا	59
خوارج سے جنگ	75
بغاوتوں کا قلع قمع	78
حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت	80
اختلاف ختم نہ ہو سکا	82
قسطنطنیہ کی مہم	84
حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حکمرانی	85
حق حکمرانی کی دلیل	85
اسلام میں سب سے پہلے بادشاہ	86
حضرت امیر معاویہؓ رو پڑے	86

عنوان	صفحہ
حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ شیرِ خدا تھے	87
وہ بڑے عالم ہیں	87
یزید کی ولی عہدی	88
جناب احنف بن قیس کی مخالفت	89
حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کا انکار	90
یزید کی حکمرانی	95
یزید کا مزاج	97
یزید کا کردار	98
یزید کی تخت نشینی	98
گورنر مدینہ کا بلاوا	99
روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضری	101
والدہ ماجدہ کی تربت پر حاضری	102
مدینہ طیبہ سے روانگی	103
گورنر مدینہ کی تبدیلی	104
مکہ مکرمہ پر چڑھائی	105
امام عالی مقام مکہ مکرمہ میں	107
اہل کوفہ کے خطوط	107
بصرہ کے وفد کی آمد	108
امام عالی مقام کا اہل بصرہ کے نام خط	109
اہل بصرہ کا جوش و خروش	109
سردار قبیلہ بنو تمیم کا خط	111
امام عالی مقام کا کوفہ والوں کو خط	112
حاکم کوفہ کی معزولی	114
اہل کوفہ کو ابن زیاد کی دھمکی	117
حضرت مسلم بن عقیلؓ اور اُن کے بچے	119
بچوں کی حفاظت کا خیال	119

Marfat.com

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
حضرت مسلم بن عقیلؓ کی پناہ گاہ	121	گرفتاری کا حکم	177
عبید اللہ بن زیاد کا جاسوس	122	لشکرِ حُر سے خطاب	178
حضرت ہانی کو گرفتار کر لیا گیا	123	راستہ روک دیا گیا	179
کوفیوں نے ساتھ چھوڑ دیا	129	حُر کی تجویز	180
کوفہ میں بے یار و مددگار	131	مقام بیضہ میں قیام	181
ظالموں نے پیچھا نہ چھوڑا	132	میں تمہارے پاس از خود نہیں آیا	183
مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کر دیا گیا	138	کوفہ کے حالات کی مزید خبر	185
ابن زیاد کا اعلان	139	طرماح بن عدی کی پیشکش	186
قافلہ نکل گیا	140	موت کی طرف سفر	187
بچوں کو گرفتار کر لیا گیا	140	قافلے کو روک لینے کا حکم آ گیا	188
مشکور کو شہید کر دیا گیا	141	کربلا میں پڑاؤ	189
بچے راستہ بھول گئے	142	ابن زیاد کی چالاکی	190
بچے پھر قابو آ گئے	143	عمرو بن سعد کربلا میں	193
بچے شہید کر دیے گئے	145	پانی بند کرنے کا حکم	196
ظالم حارث کا انجام	148	پانی لانے کے لیے جدوجہد	197
مکہ مکرمہ سے کوفہ تک	151	تو کیسا مسلمان ہے	199
کوفہ روانگی	155	شمر کی چالاکی	201
اہل کوفہ کے حالات سے آگاہی	157	کوفیوں نے بے وفائی کی ہے	203
گورنر مکہ نے بھی روکا	158	ایک شب کی مہلت	203
گورنر مکہ کے نام جوابی خط	159	مہلت گزر گئی	205
راستوں کی ناکہ بندی	161	ساتھیوں کا ساتھ چھوڑنے سے انکار	206
عبد اللہ بن مطیع نے روکا	163	حضرت زہیر بن قین کی تقریر	207
رضاعی بھائی کی شہادت کی خبر	171	نمازِ فجر کے بعد	208
مقام زبالہ سے روانگی	174	خندق کی کھدائی	208
جو جانا چاہے وہ جا سکتا ہے	175	صف بندی	210
مقام شراف سے کربلا تک	177	امام عالی مقام کا دشمن سے خطاب	210

Marfat.com

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
زہیر بن قین کا خطاب	213	میدان جنگ میں پہنچ گئے	259
حضرت حُر لشکر یزید سے نکل آئے	215	امام عالی مقام کی تیاری	267
حضرت حُر کا یزیدی لشکر سے خطاب	217	دشمنوں نے حملہ کر دیا	269
جنگ کا آغاز	218	شہادت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ	273
عمرو بن سعد کی طرف سے حملہ کا آغاز	218	شہادت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد	278
عبداللہ بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہادری	219	ظالموں کا مزید ظلم	278
ابن حوزہ کی ہلاکت	222	شہدائے کربلا	279
حضرت بریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت	223	شہدائے بنو ہاشم	279
حضرت حُر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت	223	دیگر شہدائے کرام	280
مسلم بن عوسجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت	226	کربلا سے کوفہ کی جانب	282
خیموں پر حملہ کرنے کی کوشش	229	قافلہ کوفہ پہنچ گیا	284
حضرت عابس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت	229	ابن زیاد کی گستاخی	288
دو بھائیوں کی شہادت	233	ظالم کے دربار میں کلمہ حق	289
حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت	234	کوفہ سے دمشق تک	292
چند دیگر جانثار	235	سرانور سے سلام کا جواب آیا	292
ضحاک بن عبداللہ نے ساتھ چھوڑ دیا	236	پادری نے اسلام قبول کر لیا	293
حضرت سوید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت	237	اس کی شکل تبدیل ہوگئی	294
شہدائے اہل بیت اطہار	238	دمشق کے قریب	295
حضرت علی اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ	238	قیدی یزید کے دربار میں	296
امام عالی مقام نے اجازت دے دی	239	اہل بیت اطہار کی مدینہ طیبہ کو واپسی	305
یزیدی فوج کے مقابل	240	حضرت نعمانؓ کا حُسن سلوک	307
پیاس کی شدت	243	قافلہ مدینہ طیبہ پہنچ گیا	308
حضرت علی اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت	244	مدینہ طیبہ میں قتل وغارتگری	319
عون ومحمد کی شہادت	249	بیت اللہ پر چڑھائی	322
امام عالی مقام کے بھائیوں کی شہادت	252	امام حسینؓ کے قاتلوں کا عبرتناک انجام	324
حضرت قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت	253	یزید کی عبرتناک موت	324

Marfat.com

عنوان	صفحہ
اہل عراق کی پشیمانی	327
شامی فوج سے جنگ	329
مختار ثقفی کی انتقام کیلئے کوششیں	331
مختار کا خروج	333
کوفہ میں لڑائی	335
مختار کی کامیابیاں	336
مختار کی حکمت عملی	338
عمرو بن سعد کی عبرت ناک موت	339
شمر کی عبرتناک موت	342
حکیم بن طفیل الطائی کی عبرت ناک موت	344
عمرو بن صبیح کی عبرت ناک موت	346
خولی کی عبرت ناک موت	347
عمرو بن الحجاج کی عبرت ناک موت	348
زید بن رقاد کی عبرت ناک موت	349
عبیداللہ بن زیاد کی عبرت ناک موت	350
چند دیگر قاتلوں کی عبرت ناک موت	351
حرملہ بن کاہل کی عبرت ناک موت	352
سر بازار قتل کر دیے گئے	353
قیامت تک کیلئے عذاب	353
عمرو بن سعید کا انجام	353
عبرت کے نشان	356
وہ جل کر کوئلہ ہو گیا	356
اس کی پیاس بجھ نہ سکی	357
دردناک عذاب	357
دنیا میں سزا ضرور ملی	357
چہرے کی رنگت سیاہ ہو گئی	358
وہ ذلت کی موت مرا	358
بنو اُمیہ کے اقتدار کا خاتمہ	360
اقتدار کے خاتمے کی کوششیں	360
عباسیوں کی جدوجہد	363
فیصلہ کن جنگ	366
امویوں کا قتل عام	367

......☆☆☆......

Marfat.com

Marfat.com

ابتدائیہ

اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے نواسے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے کربلا کے میدان میں حق وصداقت کا جو علم بلند کیا اور اپنے اور اپنے ساتھیوں کے خون سے جو تاریخ رقم کی وہ حق وصداقت کی راہ پر چلنے والوں کے لیے ایک عظیم اور بے نظیر مثال ہے لوگ رہتی دنیا تک آپ کو خراج تحسین پیش کرتے رہیں گے آپ کی ثابت قدمی ،استقامت اور حق گوئی کو سلام پیش کیا جاتا رہے گا۔

مٹھی بھر افراد کا وقت کی سب سے بڑی طاقت کے سامنے پہاڑ کی طرح ڈٹ جانا اور یہ جان لینے کے باوجود کہ ہم میں سے ایک بھی دشمنوں سے بچ نہیں سکے گا اپنے موقف پر سختی سے قائم رہنا تاریخ شجاعت واستقلال کا ایک روشن باب ہے جس کی چمک دمک صدیاں گزر جانے کے باوجود آج بھی اسی طرح قائم ہے اور تا قیامت قائم ودائم رہے گی۔ سب سے زیادہ حیرت یہ دیکھ کر ہوتی ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھیوں کو اپنی شہادت صاف دکھائی دے رہی تھی اور ان کے لیے یہ راستہ کھلا ہوا تھا کہ وہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کنارہ کشی اختیار کر کے دشمن کی فوج سے مل جاتے اس صورت میں ان کی نہ صرف جانیں بچ جاتیں بلکہ حکومت وقت کی طرف سے انعام واکرام سے بھی نوازے جاتے لیکن آفرین ہے ان پیکران وفا پر کہ انہوں نے امام عالی مقام کے ساتھ حیرت انگیز وفاداری کا مظاہرہ کیا اور ان سے کسی ایک نے بھی اپنی جان بچانے یا دنیاوی فائدے کی خاطر اپنے قائد امام عالی مقام سے غداری نہ کی۔

حقیقت یہ ہے کہ جب تک اپنے موقف کی صداقت کا حد درجہ یقین اور اپنے قائد کے ساتھ پر خلوص محبت نہ ہو۔ اس وقت تک جانثاری و وفاداری کا یہ بے مثال جذبہ پیدا ہو ہی نہیں سکتا جس کا عدیم النظیر نمونہ میدان کربلا میں دکھایا گیا۔ جب تک زمین اپنے محور کے گرد مقررہ رفتار سے گردش کرتی رہے گی۔ اور سورج مقررہ سمتوں سے طلوع وغروب ہوتا رہے گا اس وقت

Marfat.com

تک آنے والی نسلوں میں سے تمام منصف مزاج، باوفا اور حق پسند لوگ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ اور آپ کے وفادار ساتھیوں پر سلام بھیجتے رہیں گے اور ان کا نام عزت و عقیدت سے لیتے رہیں گے کہ انہوں نے میدان کربلا میں اپنے خون سے یہ تاریخ رقم کر دی ہے کہ کسی کے ساتھ پیمان وفا باندھنے سے پہلے سوچ لو کہ جن امور پر عہد وفا کر رہے ہو۔ ان کی بنیاد حق و صداقت پر ہے یا نہیں۔ اور جب ان امور کی صداقت کا یقین ہو جائے تو پھر جن کے ساتھ پیمان باندھا ہے اس کی حمائیت میں دنیا کی بڑی سے بڑی طاقت سے ٹکرا جاؤ نتیجہ کچھ بھی ہو۔

واقعہ کربلا کے بارے میں بات کرتے ہوئے ایک مشہور عربی مورخ عمر ابوالنصر نے تحریر کیا ہے۔ اصل بادشاہت اللہ تعالی کے ہاتھ میں ہے اور وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس انعام سے سرفراز کرتا ہے کسی بندے کی طاقت نہیں کہ اللہ تعالی کی مرضی کے بغیر وہ یا اس کا بیٹا بادشاہت پر قائم رہ سکے اس بادشاہت کا حشر جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ نے اپنے بیٹے کو دی سب کے سامنے ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ یہ سمجھتے تھے کہ انہوں نے اپنی زندگی میں سلطنت کو اس قدر مضبوط کر دیا ہے کہ اس کے بعد کسی شخص کی یہ مجال نہیں ہوگی کہ وہ ان کے بیٹے یزید کے اقتدار کو چیلنج کر سکے لیکن اللہ تعالی آسمان پر کچھ اور ہی تدبیر کر رہا تھا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی آنکھیں بند ہوتے ہی ان کی چھوڑی ہوئی سلطنت کا شیرازہ درہم برہم ہونے لگا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ کی شہادت نے لوگوں کے دلوں میں ایسی آگ لگا دی تھی جو کسی وقت بھی بجھ نہ سکی اور بالاخر ایک صدی سے بھی کم عرصے میں نہایت دردناک طور پر بنوامیہ حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔ (الحسین)

زیر نظر کتاب میں حضرت امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ کی شخصیت کے حوالے سے آپ کی حیات مبارکہ کے تمام پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے میدان کربلا میں یزیدی فوج نے جو ظلم وستم کے پہاڑ توڑے اور امام عالی مقام اور آپ کے ساتھیوں نے شہادتوں کی جو داستان رقم کی اس کے اسباب، واقعات اور نتائج کا تفصیلی اور جامع بیان اس کتاب میں موجود ہے۔ واقعات کے تسلسل کو قائم رکھتے ہوئے نہایت خوبصورت انداز میں کتاب ہذا کو ترتیب دیا گیا ہے۔ شہادت امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ کے حوالے سے ترتیب دی گئی یہ کتاب تاریخی حوالوں سے مزین ایک مستند تصنیف ہے۔

محمد الیاس عادل

Marfat.com

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ

ولادت باسعادت

رسول کریم ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی حضرت اُم الفضل رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ حضور ﷺ کے جسم اطہر کا ایک ٹکڑا ان کی گود میں رکھا ہے۔ یہ خواب دیکھ کر بہت حیران ہوئیں اور حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر کہا یا رسول اللہ ﷺ! میں نے ایک عجیب خواب دیکھا ہے۔ اور وہ یہ کہ آپ ﷺ کے جسم اطہر کا ایک ٹکڑا کاٹ کر میری گود میں رکھ دیا گیا ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا: تم نے بڑا اچھا خواب دیکھا ہے۔ انشا اللہ تعالیٰ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے ہاں ایک بچہ پیدا ہوگا۔ جو تیری گود میں کھیلے گا۔ (مشکوۃ شریف 564۔ مستدرک حاکم جلد سوم 176۔) حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت باسعادت 3 یا 4 یا 5 شعبان المعظم 4ھ کو مکہ مکرمہ میں ہوئی۔ (تاریخ اسلام)

عقیقہ:

حضور ﷺ کو جب نومولود کی ولادت کی اطلاع دی گئی تو آپ ﷺ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بیت اطہر میں تشریف لائے اور فرمایا میرے بیٹے میرے جگر کے ٹکڑے کو میرے پاس لاؤ۔ چنانچہ نومولود کو ایک سفید کپڑے میں لپیٹ کر آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں لایا گیا آپ ﷺ نے نومولود کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں تکبیر کہی اور پھر اپنی گود مبارک میں لے کر سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ اس کا عقیقہ کرو اور بالوں کے وزن کے برابر چاندی خیرات کرو چنانچہ ساتویں روز اسی طرح کیا گیا۔ (مستدرک حاکم جلد سوم ص 176)

Marfat.com

نام مبارک:

ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بیٹے کا نام "حرب" رکھا مگر حضور ﷺ نے اس نام کو تبدیل کرتے ہوئے فرمایا کہ اس کا نام حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) رکھو۔ (اسد الغابہ جلد دوم ص 18)

رسول کریم ﷺ کی محبت و پیار:

رسول کریم ﷺ اپنے پیارے نواسوں حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بہت زیادہ محبت فرماتے تھے حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تقریباً ایک سال بڑے تھے۔ حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

"یہ دونوں میرے بیٹے اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔ مجھے ان سے محبت ہے۔ اے اللہ! تو بھی ان سے محبت کر اور ان لوگوں سے بھی جو ان سے محبت کرتے ہیں۔ (ترمذی شریف)

سب سے زیادہ پیار:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کچھ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ آپؐ کو اپنے اہل بیت میں سب سے زیادہ پیارا کون ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ حسن اور حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) (ترمذی)

اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے:

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ اتنے میں حسنؓ و حسینؓ آ گئے۔ وہ دونوں اس وقت سرخ قمیصیں پہنے ہوئے تھے اور چلنے میں لڑکھڑا رہے تھے۔ انہیں (لڑکھڑاتے) دیکھ کر حضور ﷺ نے خطبہ ملتوی فرما دیا اور منبر سے نیچے اتر کر ان دونوں کو اٹھا لیا۔ پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے۔ کہ تمہارا مال اور تمہاری اولاد تمہارے لئے آزمائش ہے، میں نے ان بچوں کو لڑکھڑاتے دیکھا تو مجھ سے ضبط نہ ہو سکا یہاں تک کہ میں نے خطبہ ملتوی کر کے انہیں اٹھا لیا۔ (ترمذی۔ ابن ماجہ۔ مستدرک)

Marfat.com

میں اس سے محبت کرتا ہوں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے ان آنکھوں سے دیکھا اور میں نے ان کانوں سے سنا کہ رسول اللہ ﷺ حسین رضی اللہ عنہ کے دونوں ہاتھ پکڑے ہوئے تھے اور ان کے دونوں پیر حضور ﷺ کے دونوں پیروں پر تھے اور آپ ﷺ فرما رہے تھے کہ "اے چھوٹے چھوٹے قدموں والے آگے بڑھ۔ آگے بڑھ" حسین رضی اللہ عنہ اوپر کو چڑھنے لگے۔ یہاں تک کہ انکے پیر حضور ﷺ کے سینے پر پہنچ گئے۔ پھر آپ ﷺ نے حسین رضی اللہ عنہ کو بوسہ دیا اور فرمایا اے خدا میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر۔ (الاستیعاب جلد اول ص 144)

حضور ﷺ کا معمول:

حضور ﷺ کا معمول تھا کہ نماز فجر کی ادائیگی کی غرض سے مسجد تشریف لے جاتے ہوئے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ کے دولت کدے پر آتے اور دروازے پر آواز دیتے کہ "السلام علیکم یا اہل بیت النبوۃ"۔ حضور ﷺ کی آواز سن کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کو لے کر دروازے پر آ جاتیں اور حضور حضرات حسنؓ و حسینؓ کو پیار کرتے اور ان کی خیر و عافیت معلوم کر کے پھر مسجد کو تشریف لے جاتے۔ (ترمذی)

سفر پر جاتے وقت:

سفر پر جاتے وقت بھی آپ ﷺ سیدہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لاتے اور اپنی عزیز بیٹی اور اس کے بیٹوں سے مل کر پھر سفر پر جاتے اسی طرح سفر سے واپسی پر سب سے پہلے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ کے مکان پر تشریف لاتے اور حضرات حسنؓ و حسینؓ کو پیار کرنے کے بعد اپنے بیت اطہر تشریف لے جاتے۔ (مدارج النبوۃ)

حضور ﷺ کی عطا:

رسول اللہ ﷺ کے ایام علالت میں ایک روز حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرات حسن رضی اللہ عنہ و حسین رضی اللہ عنہ کو اپنے ہمراہ لے کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں، یہ آپ ﷺ کی زندگی کے آخری ایام تھے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے رسول کریم ﷺ سے عرض کیا

Marfat.com

کہ یہ دونوں آپ کے فرزند ہیں انہیں اپنی وراثت میں سے کچھ عطا فرمائیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حسن رضی اللہ عنہ کو میں نے اپنی ہیبت اور سرداری عطا کی اور حسینؓ کو شجاعت و سخاوت۔" (تہذیب، التہذیب جلد دوم ص 345)

میں انہیں محبوب رکھتا ہوں:

حضرت اسامہؓ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز رات کو میں کسی ضرورت سے رسول اللہ ﷺ کے بیت اطہر پر حاضر ہوا۔ میں نے دستک دی۔ جب حضور ﷺ باہر تشریف لائے تو آپ ﷺ کسی چیز کو چادر میں لپیٹے ہوئے تھے جب میں گفتگو کر چکا تو میں نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ آپ چادر میں کیا لئے جا رہے ہیں۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چادر کھول دی میں نے دیکھا کہ چادر کے نیچے حسنؓ و حسینؓ تھے جنہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں پہلوؤں پر اٹھا رکھا تھا۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ دونوں میرے اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔ اے اللہ میں انہیں محبوب رکھتا ہوں تو بھی انہیں محبوب رکھ اور انہیں بھی جو انہیں محبوب رکھتے ہیں۔
(ترمذی)

حسنین کریمین کو نہ رلاؤ:

حضور ﷺ کی محبت کا یہ حال تھا کہ حضرات حسنین کریمین کو روتا ہوا دیکھنا بھی برداشت نہ ہوتا تھا چنانچہ حضرت زید بن زیادہ روایت کرتے ہیں کہ ایک روز حضور ﷺ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مکان سے نکل کر کہیں تشریف لئے جا رہے تھے۔ جس وقت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مکان کے سامنے سے گزرے تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے رونے کی آواز سنی۔ آپ اسی وقت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور ان سے فرمایا کہ "اے فاطمہ کیا تمہیں نہیں معلوم کہ اس کے رونے سے میرے دل کو کتنی تکلیف ہوتی ہے۔
(نزل الابرار)

Marfat.com

فضائل حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ

دو پھول:

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
”حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ دنیا کے میرے پھول ہیں۔ (مشکوۃ شریف ص 570)

سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حیرت:

حضرت امام جعفر صادق رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کمسنی کے دنوں میں ایک دوسرے سے کشتی کر رہے تھے جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے کشتی ملاحظہ فرما رہے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو پکڑلو۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ دوسری طرف جبریل علیہ السلام حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے کہہ رہے ہیں کہ حسن (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو پکڑلو۔ (نور الابصار ص 114)

امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لعاب دہن:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے لعاب دہن کو اس طرح چوستے ہیں کہ جیسے آدمی کھجور چوستا ہے۔ (نور الابصار ص 114)

میں حسین (رضی اللہ عنہ) سے ہوں:

ایک مرتبہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

حسین منی وانا من حسین احب اللہ من یحب الحسین حسین سبط من الاسباط“ (بخاری، ترمذی۔ ابن ماجہ)

Marfat.com

حسین رضی اللہ عنہ مجھ سے ہے اور میں حسین رضی اللہ عنہ سے ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے اسے محبوب رکھے جو حسین رضی اللہ عنہ کو محبوب رکھتا ہے۔ حسین رضی اللہ عنہ گروہ اسباط میں سے ایک سبط ہے۔

امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آنسوؤں کا خیال:

یہ واقعہ کنز الغرائب میں بیان ہوا ہے کہ ایک دیہاتی نے حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر ہرنی کا ایک بچہ پیش کیا اسی اثنا میں امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے آپ ﷺ نے ہرنی کا بچہ ان کو دے دیا۔ جب حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا تو پوچھا بھائی جان! یہ کہاں سے لیا ہے؟ کہا نانا جان نے دیا ہے۔ اس پر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ہرنی کا بچہ لینے کی غرض سے حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور ضد کرنے لگے۔ حضور ﷺ نے ان کو بہلایا مگر نہ مانے پھر قریب تھا کہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھوں میں آنسو آجاتے اچانک ایک ہرنی اپنے ساتھ اپنا ایک بچہ لے کر حاضر خدمت ہوئی اللہ تعالیٰ نے اسے قوت گویائی عطا فرمائی اس نے عرض کیا۔ یا رسول ﷺ میرا ایک بچہ دیہاتی نے خدمت اقدس میں حاضر کر دیا ہے۔ یہ دوسرا بچہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے لیے حاضر ہے کہ حسین رضی اللہ تعالیٰ بچہ طلب فرما رہے ہیں اگر حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھوں سے آنسو کا ایک قطرہ بھی ٹپک پڑتا تو عرش کے فرشتوں کے دل دہل جاتے۔ (روضۃ الشہداء جلد دوم ص 62)

محبت رسول ﷺ کی نشانی:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں فرمایا۔

”جس نے ان دونوں سے محبت کی تو اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان دونوں سے دشمنی کی اس نے مجھ سے دشمنی کی“۔ (مدارج النبوت جلد اول ص 530)

جنتی جوانوں کے سردار:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا:

Marfat.com

"حسن اور حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نوجوانانِ جنت کے سردار ہیں۔

(ترمذی شریف جلد دوم ص 730)

حضور ﷺ کی بے چینی:

حضور ﷺ اپنے نواسوں سے بہت محبت کرتے تھے ان کی معمولی تکلیف بھی برداشت نہ کرتے تھے اور بے چین ہو جایا کرتے اس ضمن میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ہم رسول کریم ﷺ کے ساتھ سفر میں تھے کہ ایک مقام پر حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے رونے کی آواز آئی تو آپ ﷺ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے انکے رونے کی وجہ دریافت فرمائی۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا کہ پیاس کے باعث رو رہے ہیں۔ اس پر حضور ﷺ نے ندا فرمائی کہ کسی کے پاس پانی ہے۔ لیکن پانی کسی کے پاس نہیں تھا چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ ایک صاحبزادہ مجھے دے دو۔ انہوں نے پردے کے پیچھے سے دے دیا۔

حضور ﷺ نے ان کو لے کر اپنے سینہ اطہر سے لگایا وہ اس وقت بہت رو رہے تھے اور کسی طرح چپ نہ ہوتے تھے۔ حضور ﷺ نے اپنی زبان اطہر ان کے منہ میں ڈال دی وہ چوسنے لگے یہاں تک کہ ان کو تسکین ہو گئی اس کے بعد وہ نہیں روئے مگر دوسرے صاحبزادے بدستور رو رہے تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اس کو بھی مجھے دے دو۔ انہوں نے دے دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے منہ میں بھی اپنی زبان اطہر ڈال دی تو وہ چوسنے لگے اور تسکین پا کر چپ ہو گئے۔

(خصائص کبریٰ جلد دوم ص 71۔ ذکر جمیل ص 181)

سب سے زیادہ پیارا:

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ سے پوچھا گیا کہ اہل بیت میں سب سے زیادہ پیارا آپ کو کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: حسن اور حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور حضور ﷺ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرماتے تھے کہ میرے بچوں کو میرے پاس بلاؤ پھر انہیں سونگھتے اور اپنے سینہ اطہر سے لگاتے تھے۔ (ترمذی شریف جلد دوم ص 731)

Marfat.com

جنت سے لباس آ گیا:

مروی ہے کہ چونکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تنگدست تھے بچوں کے لیے عید کے نئے کپڑوں کا انتظام نہ ہو سکا تھا۔ چاند رات کو حضرت امام حسن و امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے نئے کپڑوں کے لیے اپنی خواہش کا اظہار کیا۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے صاحبزادوں کو تسلی دی۔ اور پھر نماز پڑھنے میں مشغول ہو گئیں نماز کے بعد بارگاہ الٰہی میں دعا مانگی۔ اے اللہ! تیرے پیارے نبی کے نواسوں نے مجھ سے کپڑے مانگے ہیں اے اللہ! میں نے ان سے وعدہ کر لیا ہے۔ اے اللہ! میرے اٹھے ہوئے ہاتھوں کی لاج رکھ لے۔ دعا مانگ کر ابھی فارغ ہی ہوئی تھیں کہ دروازے پر کسی نے آواز دی۔ پوچھا کون؟ جواب دیا آپ کے شہزادوں کے لیے نئے کپڑے لے کر آیا ہوں۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے وہ کپڑے لے لیئے اور صبح عید کے دن اپنے دونوں صاحبزادوں کو پہنا دیے۔

اس کے بعد جب رسول کریم ﷺ تشریف لائے تو فرمایا بیٹی! کیا تم جانتی ہو کہ یہ کپڑے کہاں سے آئے ہیں اور کون لے کر آیا تھا؟ انہوں نے عرض کی ابا جان آپ ہی بتا دیں اس پر حضور ﷺ نے فرمایا وہ جبریل علیہ السلام تھے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جنت سے کپڑے لے کر آئے تھے۔ (روضۃ الشہداء جلد دوم ص 138)

حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خصوصیت:

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا:

”تم لوگ کسی کے لیے کھڑے نہ ہو مگر حسن اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور ان کی اولاد کے لیے کھڑے رہا کرو“۔ (خصائص کبریٰ جلد دوم ص 497)

امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبت کی انتہا:

مروی ہے کہ ایک روز حضور ﷺ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے دائیں زانو مبارک پر اور اپنے بیٹے حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بائیں زانو مبارک پر بٹھا کر پیار کر رہے تھے۔ کہ اسی اثناء میں حضرت جبرائیل علیہ السلام نے تشریف لا کر عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ

Marfat.com

ان دونوں کو اللہ تعالیٰ آپ کے یہاں اکٹھے نہ رہنے دے گا ان میں سے ایک کو واپس بلالے گا۔ چنانچہ اِن میں سے جسے آپ چاہیں پسند فرمائیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ اگر حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوت ہوجائیں تو ان کے غم میں فاطمہ اور علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) اور مجھے تکلیف ہوگی اور اگر ابراہیم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) انتقال کرجائیں تو زیادہ دکھ مجھے ہی ہوگا اس لیے مجھے اپنا ہی غم پسند ہے۔

اس واقعہ کے تین روز بعد حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ وفات پاگئے پھر جب حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں تشریف لاتے تو آپ ﷺ ان کی پیشانی مبارک پر بوسہ دیتے اور فرماتے اے حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ! میں نے اپنے بیٹے کو تم پر قربان کردیا ہے۔ (شواہد النبوۃ ص 305)

شہادت کی خبر:

ایک روز حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول کریم ﷺ کی گود میں تشریف فرما تھے جبکہ حضور ﷺ کی چچی حضرت ام الفضل رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی قریب ہی بیٹھی ہوئی تھیں۔ حضرت ام الفضل رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور ﷺ کی طرف دیکھا کہ آپ ﷺ کی دونوں چشمان اطہر سے آنسو بہہ رہے ہیں۔ حضرت ام الفضل رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا یا رسول ﷺ! آپ کی چشمان اطہر میں آنسو کیوں ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے جبرائیل علیہ السلام نے خبر دی ہے کہ میرے اس بچے کو میری امت قتل کردے گی۔ اور جبرائیل علیہ السلام نے مجھے اس سرزمین کی سرخ مٹی بھی لاکر دی ہے۔ جہاں پر میرا یہ بچہ شہید کیا جائے گا۔

رسول کریم ﷺ نے اس مٹی کو سونگھا اور فرمایا مجھے اس سے کربلا کی خوشبو آتی ہے اور پھر آپ ﷺ نے وہ مٹی حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دے دی اور فرمایا اے ام سلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا): اس مٹی کو پاس رکھو جب یہ مٹی خون بن جائے تو سمجھ لینا کہ میرا بیٹا شہید ہوگیا۔ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس مٹی کو، ایک شیشی میں بند کرلیا اور پھر جس روز حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کربلا میں شہید کردیا گیا یہ مٹی اسی روز خون میں تبدیل ہوگئی۔

(مشکوٰۃ شریف ص 564 حجۃ اللہ علی العالمین ص 477)

Marfat.com

صدقہ آل رسول پر حرام ہے:

حضور ﷺ پیارے نواسے کو ہر وقت نگاہ تربیت سے دیکھتے تھے چنانچہ ابو جورا حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک روز میں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ اپنے جد محترم کے متعلق کوئی واقعہ مجھے سنایئے حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک دن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت کچھ کھجوریں آپ کے سامنے رکھی ہوئی تھیں۔ ان میں سے ایک کھجور اٹھا کر میں نے اپنے منہ میں رکھ لی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ کھجور اسی وقت میرے منہ سے نکال لی اور فرمایا کہ تمہیں نہیں معلوم کہ صدقہ آل محمدؐ پر حرام ہے۔ یہ صدقے کی کھجوریں ہیں۔ (الاصابہ)

اس ضمن میں امام بخاری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ ''بخاری شریف'' میں یہ حدیث مبارک لکھتے ہیں کہ

ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کھجوروں کا ایک ٹوکرا آیا۔ اتنے میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ بھی آگئے اور بچپن کی وجہ سے اس میں سے ایک کھجور اٹھا کر منہ میں رکھ لی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وقت ان کے منہ میں انگلی ڈال کر کھجور نکال دی اور فرمایا کہ ''کخ کخ'' پیغمبر کے اہل بیت زکوٰۃ نہیں کھایا کرتے۔

(بخاری جلد دوم 129)

......☆☆☆......

Marfat.com

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ کے خصائص وعادات

سخاوت وفیاضی:

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ میں سخاوت وفیاضی کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا آپ کی سیرت مبارکہ کا یہ پہلو بہت نمایاں ہے کہ آپ محتاجوں اور ناداروں کے حال پر بے حد شفقت فرماتے اور سائلوں کی حاجت روائی کرتے تھے۔کوئی سوال کرنیوالا آپ رضی اللہ عنہ کے دروازے سے محروم ہوکر نہیں گیا محتاجوں کا اس قدر خیال رکھتے تھے کہ خود ان تک پہنچتے اور ان کی امداد کرتے ۔حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ تیموں اور بیواؤں کے گھروں پر خود کھانا پہنچاتے تھے۔اور اس کام میں اس قدر مشقت کرتے تھے کہ آپ رضی اللہ عنہ کی پیٹھ پر نشانات پڑ گئے تھے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ بیت المال سے آپ کو کچھ رقم ملی ۔اسے لے کر آپ مسجد مین بیٹھ گئے اور انتظار فرمانے لگے کہ کوئی ضرورت مند آجائے تو اسے دیدوں۔حالانکہ اس وقت خود آپ رضی اللہ عنہ کی کیفیت یہ تھی کہ جو لباس زیب تن تھا اس میں کئی جگہ پیوند لگے ہوئے تھے آخر یہ حالت دیکھ کر ایک شخص سے نہ رہا گیا۔اور اس نے آپ سے دریافت کیا کہ:۔

اے جگر گوشہ رسولؐ! آپ رضی اللہ عنہ کے لباس میں جگہ بہ جگہ پیوند لگے ہوئے ہیں۔اس رقم سے آپ رضی اللہ عنہ نئی عبا کیوں نہیں سلوا لیتے؟"

آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ:۔

میرے لیے یہی بہتر کہ میں اپنی آرائش پر خرچ کرنے کی بجائے ضرورت مندوں پر خرچ کروں۔

ایک بار ایک ضرورت مند دیہاتی مدینہ آیا اور لوگوں سے پوچھا کہ یہاں سب سے بڑا سخی کون ہے؟ لوگوں نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا نام بتایا۔چنانچہ وہ آپ کی خدمت میں

Marfat.com

حاضر ہوا اور آپ رضی اللہ عنہ کی شان میں تین شعر موزوں کر کے پڑھے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام سے فرمایا کہ گھر میں جو رقم موجود ہے لا کر انہیں دے دو کیونکہ ایسا شخص آ گیا ہے جو ہم سے زیادہ حاجت مند ہے چنانچہ غلام وہ رقم ایک رومال میں لپیٹ کر لے آیا جو آپ نے سائل کو عطا فرما دی اور اس کے اشعار کے جواب میں تین شعر بھی پڑھے کہ:۔

میں تمہیں تھوڑی سی رقم دے رہا ہوں جس کے لیے معذرت خواہ ہوں مگر یقین کرو کہ اگر میرے وسائل محدود نہ ہوتے تو تم دیکھتے کہ میرے جود و سخا کا مینہ کس طرح برستا ہے۔"

سائل یہ سن کر رونے لگا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:۔

شاید تم اس لیے رو رہے ہو کہ میں نے تمہیں بہت کم رقم دی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ نہیں میرے رونے کی یہ وجہ نہیں ہے میں تو یہ سوچ رہا ہوں کہ ایسے سخی اور نیک دل لوگوں کو زمین کیسے کھا جائے گی؟"

ایک روز ایک فقیر نے آپ رضی اللہ عنہ کے دروازے پر حاضر ہو کر صدا لگائی۔ اس وقت آپ نماز ادا کر رہے تھے فقیر کی آواز سن کر نماز کو مختصر کیا اور دروازے پر تشریف لائے۔ دیکھا کہ سائل کے چہرے اور لباس سے غربت کے آثار ظاہر ہو رہے ہیں۔ فوراً اپنے خادم کو بلا کر دریافت کیا کہ ہمارے گھر میں کتنی رقم ہے خادم نے عرض کیا کہ دو سو درہم جو آپ رضی اللہ عنہ نے اہل بیت کے لیے رکھے تھے وہ موجود ہیں آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ درہم لے آؤ۔ ایک ایسا شخص آ گیا ہے جو اہل بیت سے بھی زیادہ ان کا مستحق ہے چنانچہ دو سو درہم کی وہ رقم منگوا کر اسی وقت سائل کو دے دی۔ یہی نہیں بلکہ اس سے معذرت بھی کی کہ چونکہ اس وقت ہم تنگ دست ہیں اس لیے آپ کی زیادہ خدمت نہیں کر سکے۔ (ابن عساکر جلد چہارم ص 323)

صلح جوئی:

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ صلح جو طبیعت رکھتے تھے بغض اور عناد سے دور کا بھی واسطہ نہ تھا کسی سے اگر رنجش ہو جاتی تو جلد ہی اس سے صلح کر لیتے تھے چنانچہ ایک مرتبہ آپ اپنے بھائی حضرت محمد بن الحنفیہؒ سے کسی بات پر ناراض ہو کر چلے آئے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے جانے کے بعد حضرت محمد بن الحنفیہؒ کے بعض دوستوں نے ان سے کہا کہ حسینؓ اب تمہارے پاس کبھی

١٢٥٦١٢٥
Marfat.com

نہیں آئیں گے۔ محمد بن الحنفیہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نہیں یہ بات نہیں ہے اگر تم کہو تو میں انہیں ابھی بلا کر دکھا دوں یہ کہہ کر آپ رضی اللہ عنہ نے قلم دوات منگوائی اور مندرجہ ذیل خط حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لکھا۔

''بھائی جان! ہم دونوں کے والد محترم حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ ہیں۔ اس لحاظ سے نہ مجھے آپ پر کوئی فضیلت حاصل ہے اور نہ آپ کو مجھ پر۔ لیکن ہاں آپؓ کی والدہ ماجدہ رسول ﷺ کی صاحبزادی تھیں اگر ساری دنیا کے زر و جواہر بھی میری ماں کے قبضہ و تصرف میں آ جائیں تو بھی وہ ان کی ہم پایہ نہیں ہو سکتیں پس اس لحاظ سے آپ کو مجھ پر فضیلت حاصل ہے۔ چونکہ فضیلت میں آپ مجھ سے بڑھے ہوئے ہیں اس لیے میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے پاس تشریف لانے میں بھی سبقت کریں۔ اس لیے بھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث ہے کہ اگر دو مسلمانوں میں ناچاقی ہو جائے تو ان میں جو مصالحت کرنے میں سبقت کرے گا اللہ تعالیٰ اسے پہلے جنت میں داخل کرے گا۔ میری خواہش ہے کہ اپنی فضیلت کی وجہ سے جنت میں داخل ہونے میں بھی آپ ہی سبقت کریں، والسلام''

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ حضرت محمد بن الحنفیہ رضی اللہ عنہ کا یہ خط پڑھ کر بہت ہی محظوظ ہوئے اور اسی وقت جا کر اپنے بھائی سے بغل گیر ہو گئے۔

وقار و متانت:

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اخلاق حسنہ کی یہ خوبی بھی تھی کہ آپ میں متانت خوش اخلاقی اور گفتگو میں شائستگی پائی جاتی تھی لوگ آپ کی بات نہایت توجہ اور ادب سے سنتے آپ کی مجلس باوقار لوگوں کا حلقہ ہوتی تھی اس کا اعتراف حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی تھا چنانچہ ایک بار ایک شخص کو انہوں نے شام سے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیجا اور اسے شناخت کے طور پر بتایا کہ جب تم مدینہ میں پہنچ کر مسجد نبوی میں داخل ہو گے تو وہاں تمہیں لوگوں کا ایک حلقہ نظر آئے گا اس حلقے میں لوگ اس قدر خاموش اور وقار سے بیٹھے ہوئے ہوں گے جیسے ان کے سروں پر چڑیاں بیٹھی ہیں۔ بس تم سمجھ لینا کہ حسین رضی اللہ عنہ کا حلقہ ہے۔ (ابن عساکر جلد چہارم ص 322)

Marfat.com

ضرورت مندوں کا احساس:

آپ کو ہر وقت ضرورت مندوں کا احساس رہتا تھا کسی کی مجبوری اور پریشانی برداشت نہ کرتے تھے اور ضرورت کے وقت ہر ایک کے کام آنے کی کوشش کرتے اور اس کام میں قلبی سکون محسوس کرتے چنانچہ ایک بار رسول اللہ ﷺ کے محبوب صحابی حضرت اسامہؓ بن زید رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو آپ رضی اللہ عنہ ان کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے اس وقت حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی زبان پر یہ الفاظ جاری تھے۔

"واغماہ واغماہ" (آہ کتنا بڑا غم ہے۔ آہ کتنا بڑا غم ہے)

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ اے میرے بھائی! آپ کو کس بات کا غم ہے؟"

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ موت سامنے کھڑی ہے اور میں بہت سے لوگوں کا مقروض ہوں۔ اس قرض کی عدم ادائیگی کے صدمے نے سخت تکلیف میں مبتلا کر دیا ہے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ پریشان نہ ہوں اس قرض کی ادائیگی کا ذمہ میں لیتا ہوں۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ "مجھے اس بات کا خوف ہے کہ میں مقروض ہونے کی حالت میں نہ مر جاؤں۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے انہیں تسلی دی کہ آپ صحت یاب ہو جائیں گے۔ اور انہیں اطمینان دلایا کہ میں آپ کا قرض اسی وقت گھر جاتے ہی ادا کردوں گا۔ چنانچہ وہاں سے واپس آ کر حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے قرض خواہوں کو بلایا اور انکی ساری رقم اسی وقت ادا کر دی۔

اسی طرح ایک بار عرب کے مشہور شاعر فرزدق کو مدینہ کے گورنر مروان نے شہر بدر کر دیا۔ وہ بھی اس حالت میں کہ بیچارہ بالکل تہی دست اور بے سروسامان تھا جب وہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی مصیبت بیان کی تو آپ رضی اللہ عنہ نے ایک گراں قدر رقم اسے عطا فرما دی۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو اپنے بھائی کی یہ لامحدود جود و سخا پسند نہ تھی چنانچہ آپؓ رضی اللہ عنہ نے انہیں سمجھایا کہ شعراء عام طور سے اسراف بیجا کیا کرتے ہیں اس لیئے انہیں اتنی بڑی بڑی رقمیں نہ دیا کرو۔ حضرت حسینؓ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ:۔

Marfat.com

"ان خیر المال ماوقی به العرض"

(مال کا سب سے اچھا مصرف یہی ہے کہ اس سے، (کسی کی) عزت وآبرو محفوظ ہو جائے۔" (ابن عساکر جلد چہارم ص 323)

عجز وانکساری:

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں عجز وانکساری کی اعلیٰ ترین خوبی بدرجہ اتم موجود تھی غربا و مساکین سے بے حد محبت فرماتے تھے۔ ایک روز کہیں تشریف لے جا رہے تھے راستے میں کچھ غریب لوگ بیٹھے کھانا کھا رہے تھے انہوں نے جو آپ کو دیکھا تو دوڑے ہوئے آئے اور درخواست کی ہمارے ساتھ کھانا تناول فرمائیے۔ آپ بلا جھجک ان کے حلقے میں جا بیٹھے اور ان کے دستر خوان کے ٹکڑے اٹھا اٹھا کر کھانے لگے۔ پھر ان سے فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ غرور کرنے والوں کو ناپسند کرتا ہے میں نے تمہاری دعوت قبول کر لی اب تم میری دعوت قبول کرو چنانچہ دوسرے وقت انہیں اپنے گھر پر مدعو کیا اور انواع واقسام کے کھانوں سے انکی تواضع کی۔ (ابن عساکر جلد چہارم ص 322)

حاجت مند کی حاجت روائی:

جو کوئی بھی آپ کی خدمت میں اپنی کسی خدمت اور ضرورت کو لے کر آتا آپ اس کی حاجت روائی فرماتے اور اس کو اپنے ہاں سے مایوس نہ لوٹاتے تھے چنانچہ ایک مرتبہ ایک اعرابی نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کی کہ میں نے آپ کے نانا جان یعنی رسول کریم ﷺ سے سنا ہے کہ جب تم کسی حاجت کے خواستگار ہو تو چار اشخاص میں سے ایک سے درخواست کرو یا تو کسی شریف عربی سے یا کسی شریف آقا سے یا کسی حافظ قرآن سے یا کسی ملیح شخص سے۔ اور یہ چاروں صفات آپ میں بدرجہ اتم موجود ہیں لہذا اگر سارے عرب کو شرافت ملی ہے۔ تو آپ ہی کی وجہ سے ملی ہے اور سخاوت آپ کا فطری وصف ہے جبکہ قرآن مجید تو آپ کے گھر ہی اترا ہے۔ اور ملاحت کے بارے میں عرض ہے کہ میں نے آپ کے نانا ﷺ سے سنا ہے کہ جب تم مجھے دیکھنا چاہو تو حسن وحسین رضی اللہ عنہما کو دیکھ لو۔ اعرابی کی باتیں سن کر حضرت امام

Marfat.com

حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تمہاری کیا حاجت ہے بیان کرو۔

اعرابی نے اپنی حاجت زمین پر لکھ کر بیان کی اس پر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے اپنے نانا جان ﷺ سے سنا ہے کہ نیکی بقدر معرفت ہوا کرتی ہے میں تجھ سے تین مسئلے پوچھتا ہوں۔ اگر تو نے ان میں سے ایک کا جواب دے دیا تو اس تھیلی کا تیسرا حصہ تیری نذر ہے۔اور اگر دو کا جواب دیا تو دو حصے تیرے ہوں گے اور اگر تینوں کا جواب دے دیا تو ساری تھیلی تیری نذر کر دوں گا۔اعرابی نے کہا، دریافت فرمائیے۔حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔تمام اعمال میں سے کون سا عمل افضل ہے کہا اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا آپ نے فرمایا بندہ کی ہلاکت سے نجات کس چیز سے ہے؟ کہا اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے میں آپ نے فرمایا بندہ کو کس چیز سے زینت حاصل ہوتی ہے؟ کہا علم سے جس کے ساتھ تحمل و بردباری بھی ہو آپ نے فرمایا اگر کسی شخص میں یہ وصف نہ ہو تو؟ اعرابی نے کہا، اس کے پاس وہ مال ہونا چاہیے جس میں سخاوت ہو آپ نے فرمایا، اگر اس کے پاس ایسا مال نہ ہو تو؟ اعرابی نے کہا پھر اس کے لیے جلانے والی بجلی چاہیے۔ یہ سن کر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ ہنس پڑے اور اعرابی کو پوری تھیلی دے دی۔ (نزہتہ المجالس جلد دوم ص 393)

عفوو درگزر:

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ میں عفوو درگزر کی خوبی بھی پائی جاتی تھی ہر ایک سے حسن سلوک سے پیش آتے چنانچہ ایک روز کا ذکر ہے کہ آپ کھانا کھا رہے تھے اور آپ کی ایک کنیز پانی کا پیالہ لئے قریب ہی کھڑی تھی کہ اتفاق سے پیالہ اس کے ہاتھ سے گرا اور ٹوٹ گیا۔آپ کے کپڑے بھی پانی سے تر ہو گئے۔ کنیز کی اس کوتاہی پر فطرتاً غصہ آنا چاہیے تھا، چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے اسے خشمگیں نظروں سے دیکھا۔ذہین کنیز نے فوراً کہا۔ "والکاظمین الغیظ" متقی غصہ پی جاتے ہیں۔آپ نے فرمایا کہ "و کظمت غیظی" میں نے اپنا غصہ پی لیا۔کنیز بولی۔ والعافین عن الناس "۔ وہ لوگوں کو معاف کر دیتے ہیں آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ "عفوت عنك" (میں نے تجھے دل سے معاف کر دیا) اس پر کنیز نے کہا۔ "واللہ یحب المحسنین" (اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے) آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ "جا میں نے

Marfat.com

تجھے آزاد کر دیا"۔

(احوال ائمہ اثنا عشری از حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ)

علم وفضل:

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ علم وفضل کے بلند ترین مرتبہ پر فائز تھے کوئی علم ایسا نہ تھا جس میں آپ کو دسترس حاصل نہ ہو حقیقت ہے کہ

جس ہستی نے "مدینۃ العلم" کے ہاتھوں میں پرورش پائی ہو۔ "باب علم" نے جسے خود تعلیم دی ہو صحبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت یافتگان سے جس نے براہ راست کسب فیض کیا ہو اس کو اگر علم وفضل کا بحر بیکراں کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا علمائے سیر و تاریخ متفق الرائے ہیں کہ حضرت امام حسینؓ اپنے دور کے بہت بڑے فاضل انسان تھے۔ (الاستیعاب واسد الغابہ)

آپ رضی اللہ عنہ کی ہر بات سے علم کا چشمہ پھوٹتا اور آپؓ کی گفتگو حقائق و معارف کے ساتھ اخلاقی نکات اور سبق آموز حکایتوں سے مملو ہوتی ایک بار آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے گفتگو فرمائی یہ گفتگو اخلاقیات پر تھی۔ وہ آپ رضی اللہ عنہ کے صورت آشنا نہ تھے۔ اس لیے وہ یہ حکیمانہ اقوال سن کر حیران رہ گئے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ کے تشریف لے جانے کے بعد حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے دریافت کیا کہ یہ کون صاحب تھے جب انہیں بتایا گیا کہ یہ حسینؓ بن علی رضی اللہ عنہ تھے تو ان کی زبان سے بیساختہ یہ الفاظ نکلے کہ "تم نے ایک بڑی مشکل سے مجھے نجات دیدی"۔ ان الفاظ سے آپ کا مطلب یہ تھا کہ اگر تم مجھے یہ نہ بتاتے کہ یہ حسینؓ بن علیؓ تھے تو میری حیرت کسی طرح کم نہ ہوتی۔ اب جو تم نے مجھے بتادیا کہ یہ حسینؓ بن علی رضی اللہ عنہ تھے تو میری حیرت جاتی رہی کیونکہ انہیں ایسا ہی ہونا چاہیے تھے۔

(تاریخ یعقوبی جلد دوم ص 392)

مشہور مورخ ابن اثیر کا بیان ہے کہ علم کی تعلیم و تدریس حضرت امام حسینؓ کا محبوب مشغلہ تھا۔ آپ کی یہ خوبی خاص طور سے قابل ذکر ہے کہ آپ ہر شخص سے اس کے مرتبے اور استعداد کے مطابق گفتگو کرتے اس طرح جو شخص آپ رضی اللہ عنہ کے پاس جاتا آپؓ سے فیض اٹھائے بغیر واپس نہ آتا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ علم کی ترویج

Marfat.com

واشاعت اس طرح کرتے کہ حق ادا کر دیتے لوگ بکثرت آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور آپ کے پر حکمت کلمات اور عارفانہ تعلیم کو حفظ کر لیتے۔ (الحسین ص 133 از علی جلال الحسینی مصری)

علم حدیث میں بھی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا مرتبہ بڑا بلند تھا چونکہ آپ رضی اللہ عنہ کی صغر سنی ہی میں رسول کریم ﷺ کا وصال ہو گیا تھا اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت آپ کو زیادہ میسر نہیں ہو سکی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے ایسی حدیثیں بہت کم بیان کیں جنہیں آپؓ نے براہ راست حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا۔ ایک روایت کے مطابق آپؓ نے ایسی سات حدیثیں بیان فرمائی ہیں جو براہ راست رسول اللہ سے سنی تھیں،

(تہذیب الکمال ص 83)

البتہ آپ رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ ایسی حدیثوں کی تعداد بہت کثیر ہے جو آپ رضی اللہ عنہ نے مختلف صحابہ کرام سے سنیں تھیں۔ اور پھر علم دین کی یہ متاع عزیز دوسروں تک پہنچائی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ جن بزرگوں سے آپ رضی اللہ عنہ نے حدیثیں سنیں ان میں حضرت علی رضی اللہ عنہ۔ حضرت فاطمۃ الزہرہؓ، ہند بن ابی ہالہ اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔ جن لوگوں نے آپ سے حدیثیں معلوم کر کے اپنے بعد آنے والوں کو اس نعمت غیر مترقبہ سے متمتع کیا ان میں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ (صاحبزادے) حضرت زید رضی اللہ عنہ (صاحبزادی) حضرت سکینہ رضی اللہ عنہ اور (پوتے) حضرت امام جعفرؓ صادق، شعبی، عکرمہ، کرز التیمی، سنان بن ابی سنان والی، عبد اللہ بن عمر بن عثمان اور مشہور شاعر فرزدق قابل ذکر ہیں۔ (تہذیب التہذیب جلد دوم ص 345).

آپ رضی اللہ عنہ کے معاصرین بھی آپ کے تبحر علمی کے معترف تھے۔ اور آپ کی فقہی بصیرت کے مداح جب کبھی کوئی علمی مشکل پیش آتی تو حل مشکل کے لیے آپ رضی اللہ عنہ سے رجوع کرتے تھے۔ چنانچہ ایک بار حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے جو خود بڑے پائے کے عالم تھے قیدی کی رہائی کے سلسلے میں آپ کی طرف رجوع کیا اور آپ سے پوچھا کہ اے ابو عبداللہ! (یہ آپ کی کنیت تھی۔ قیدی کی رہائی کا ذمہ دار کون ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ "جن

Marfat.com

لوگوں کی حمایت میں لڑتے ہوئے وہ گرفتار کیا گیا ان کا فرض ہے کہ وہ اسے آزاد کرائیں "۔(استیعاب جلداول ص 148)

ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو دودھ پینے والے بچے کا وظیفہ مقرر ہونے کے متعلق مسئلہ معلوم کرنے کی ضرورت پیش آئی۔اس مسئلے میں بھی انہوں نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے استفسار کیا آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بطن ماؤں سے نکلنے کے بعد جب بچہ آواز دے اس وقت سے وہ وظیفہ کا حقدار ہو جاتا ہے۔(استیعاب جلداول ص 148)

ارشادات عالیہ:

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کلام اور گفتگو علم و حکمت سے پر اور مزین ہوتا تھا آپ کی باتیں دلوں پر اثر کرتی تھیں آپ کے ارشادات عالیہ سے آپ کے علم و فضل کی روشنی پھوٹتی دکھائی دیتی ہے آپ کی گفتگو کے چند نمونے پیش خدمت ہیں جو کہ فصاحت و بلاغت کی ایک خوبصورت مثال ہیں آپ فرماتے ہیں۔

تحمل اور بردباری انسان کی سیرت میں شائستگی اور آراستگی پیدا کرتی ہے مروت کی تعریف ایفائے عہد ہے۔صلہ رحمی خدا تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے جو شخص اس نعمت سے محروم ہے وہ انسانیت سے محروم ہے۔

حرص اور بسیار طلبی ناپسندیدہ ہی نہیں باعث ہلاکت بھی ہے۔ہر کام میں عجلت بیوقوفی ہے اور بیوقوفی انسان کی سب سے بڑی کمزوری کا نام ہے۔برائیوں کا سرچشمہ رذیل اور پست ذہنیت انسانوں کی صحبت ہے اور ایسے لوگوں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا خود تمہارے کردار کو بھی مشکوک کر دیتا ہے۔(ریاض الجنان ص 254)

جنت کی خوبصورتی اور جنت کے حصول کی ترغیب کے بارے میں بات کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ستورها النور والارکان من ذهب والفرش استبرق
خضرٌ حواشيها فمن يرد شراها مع تقلله فليلته بد وام
الصبح يحييها

Marfat.com

اس کے پردے نور سے بنائے گئے ہیں اور ستون سونے کے اس کا فرش استبرق کا ہے اور اس کے کنارے سبز ہیں اگر کوئی شخص غریب ہونے کے باوجود اسے خریدنا چاہتا ہو تو اسے چاہیے کہ راتیں عبادت میں گزار دے یہاں تک کہ صبح ہو جائے۔

دنیا اور آخرت میں کامیابی کے حصول اور دنیا کے دھوکے اور فریب دہی سے بچتے رہنے کی تلقین کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

مایحفظ الله یضن ما یضع الله لجبصن من یسعد الله یکن له الزمان ان خشن اخی اعتبر لاتعتذر کیف تری صرف الزمن تجری مماوتی من فعل قبیح اوحسن افلح عند کشف الغطا ء عند ففظن وقرعینا من رائے ان البلاء فی اللّٰسن فما زمن الفاظه فی کل وقت و وزن وخاف من لسانہٖ عذباً حدیداً فحزت و من یکن معتصما باللّٰه ذی العرش فلن یضره شی ومن یعدی علی اللّٰه ومن من یا من اللّٰه یخف وخائف اللّٰه امن ومالما بشمره الخوف من اللّٰه ثمن یا عالم السر کما یعلم حقًا ماهلن صلی علےٰ جدی ابی القاسم ذی النور المنن اکرم من الحی ومن لفقة میتا فی کفن وامنن علینا بالرضا فانت اهل للمنن واعفضنا فی دیننامن کل خیرو عمنن ماخاب من خاب کمن یوماً الی الدنیا یکن طوبٰی بعد کشفت عنه عنایات الرسن الموعد اللّٰه مایقضےٰ به اللّٰه یکن

جس چیز کی حفاظت اللہ تعالی کرے وہ ان ہی چیزوں کے ذریعہ سے محفوظ ہو جاتی ہیں

Marfat.com

اللہ نے مقرر کر دی ہیں جسے اللہ تعالیٰ نیک بنا دے اس کے لیے زمانے کی ناموافقت موافقت میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ اے بھائی عبرت حاصل کر دھوکے میں نہ آ زمانے کے نشیب و فراز کو دیکھ ۔افعال قبیح کا بدلہ قبیح اور افعال نیک کا بدلہ نیک ملا کرتا ہے جس کی نظروں کے سامنے سے حجابات اٹھ گئے اور اس نے عقل و خرد سے کام لیا تو جان لے کہ وہ فلاح یاب بھی ہو گیا اور اس حقیقت کو بھی سمجھ گیا کہ بسیار گوئی ایک مصیبت ہے (ایسا شخص) جب گفتگو کرے گا تو ضرور اپنے الفاظ کے نتائج و عواقب کو پرکھ لے گا اور اپنی زبان کی کاٹ سے خوف کھاتا رہے گا اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے جو عرش کا مالک ہے معتصم رہے گا اسے کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکے گی اور ایسا کون ہے جو خدا کے لیے بغاوت کرے، دنیا کے خوف میں گرفتار ہی ہوگا جو خدا سے ڈرنا چھوڑ دے گا اور وہ امن میں رہے گا جو اللہ سے ڈرتا رہے گا اے ظاہر و باطن سے باخبر! ہمارے جد اعلیٰ ابو القاسم آپؐ پر جو صاحب نور ہیں رحمت نازل فرما زندہ شخص پر اور اس پر جو کفن میں لپیٹا گیا اپنا کرم نازل فرما اور اپنی رضامندی کے ذریعے سے ہم پر احسان فرما کیونکہ تو ہی احسان کرنے کے لائق ہے اور ہمیں ہر برائی اور نقصان سے محفوظ کر۔ سب سے زیادہ محروم وہ ہوا جس نے دنیا پر اعتبار کیا۔ کیسی اچھی حالت ہے اس کی جس کے سامنے سے حجاباتِ غفلت اٹھا دیے گئے نیک لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے اور ہوتا وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کرنا چاہتا ہے۔

ایک خطبے میں لوگوں کو نیکی کے کاموں کی رغبت دلاتے ہوئے فرماتے ہیں

"اے لوگو! نیکیوں کی جانب متوجہ ہو اور جو مواقع تمہیں ملیں ان سے جتنی جلدی ممکن ہو فائدہ حاصل کر و دیکھو مواقع کو ضائع نہ ہونے دو۔ اگر تم چاہتے ہو کہ لوگ تمہیں کلمہ خیر سے یاد کریں اور تمہیں عظمت حاصل ہو تو یاد رکھو کہ اعمال نیک اور جود و سخا اس کے سب سے بہتر ذریعے ہیں۔ ایک نیک کام خود بخود داد و تحسین حاصل کر لیتا ہے اور اس کا نیک انجام اس کے ساتھ ساتھ رہتا ہے۔

ہاں! سرداری اسی کو ملتی ہے جو سعی و عمل اور جدوجہد سے کام لیتا ہے، بخل سے کام لینے والا شخص اپنی ذلت کے سامان خود فراہم کرتا ہے تمہیں معلوم ہے کہ سب سے بڑا فیاض کون ہے؟ وہ جو ایسے شخص کے ساتھ حسن سلوک کرے جس سے اسے کوئی امید نہ ہو کیا تم جانتے ہو کہ معاف

Marfat.com

کرنے والوں میں سب سے پسندیدہ کون ہے؟ وہ جس میں سزا دینے کی طاقت ہو مگر اس کے باوجود بھی وہ معاف کردے۔ تمہیں معلوم ہے کہ صلہ رحمی سے پیش آنے والوں میں سب سے بہتر کون ہے؟ وہ جوان لوگوں سے بھی صلہ رحمی کا برتاؤ کرے جو قطع رحمی کرتے ہیں"۔ (تاریخ کبیر صفحہ 333)

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ فقر و استغنٰی کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں۔

دع الحرص عن الدنیا وفی العیش فلا تطمع ولا تجمع من المال فلا تدری لمن تجمع فان الرزق مقسومٌ وسوء الظن لا تنفع فقیرٌ کل ذی حرص غنی کل من یقنع

دنیا کی حرص و ہوس اور زندگی کی آرزوؤں میں مبتلا نہ ہو اور صرف مال و زر اکٹھا کرنے میں مصروف نہ رہ کیا معلوم تیرا جمع کیا ہوا کس کے کام آئے گا (یعنی تو اس سے فائدہ اٹھا بھی سکے گا؟) تیرے حصہ کا رزق تو مقدر کر دیا گیا پھر بدظنی سے کیا فائدہ فقیر وہ ہے جو حرص میں اسیر ہے اور امیر وہ ہے جو مستغنی ہے

توکل علی اللہ کے بارے میں فرماتے ہیں۔

اذا ما عضك الدهر تخنج الی خلق ولا تسل سوی الله تعالی قاسم الرزق

دنیا کی طرف سے جب تمہیں تکلیف پہنچائی جائے تو سوائے اللہ تعالی کے جو روزی رساں ہے اور کسی کے سامنے دست سوال دراز نہ کرو۔

فلو عشت وطوفت من الغرب الی الشرق لما صادفت من یقدر ان یسعد او یشقی

اگر تمہیں زندگی بھی مل جائے اور مشرق سے لے کر مغرب تک ہو بھی آؤ تب بھی تمہیں کوئی ایسا نہیں ملے گا جو خوش بخت یا بد بخت بنانے کی قدرت رکھتا ہو۔

Marfat.com

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اپنے ایک خطبے میں لوگوں کی رہنمائی کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔

اے بندگان خدا! جب تمہیں معلوم ہو کہ فلاں شخص کسی کی عزت وآبرو کے در پے ہے تو اس سے محفوظ رہنے کا سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ اس سے دور دور رہو یاد رکھو تمہاری عزت وناموس کے لیے زیادہ خطرہ انہیں لوگوں سے ہے جو تمہارے معاملات کے محرم راز ہیں۔

!ایسے کام کی ذمہ داری نہ اٹھا جس کے انجام دینے کی اہلیت تمہارے اندر نہ ہو اور کبھی ایسی چیزیں حاصل کرنے کی کوشش نہ کرو جس کا سمجھنا اور حاصل کرنا تمہارے بس کا روگ نہ ہو۔ کبھی ایسا وعدہ نہ کرو جس کا ایفا تم سے ممکن نہ ہو۔

خرچ کرتے وقت اپنی گنجائش اور ضرورت کا خیال رکھا کرو اسی قدر صلے کی توقع کرو جتنا کام کیا ہے۔

سب سے زیادہ سکون اطاعت الٰہی میں خوش رہنے سے حاصل ہوتا ہے۔ (اسرار الحکماء ص 90)

عفو ودرگزر کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ

کیا تم جانتے ہو کہ معاف کرنے والوں میں سب سے زیادہ پسندیدہ کون ہے؟ وہ جس میں سزا دینے کی طاقت ہو مگر اس کے باوجود بھی وہ معاف کردے۔ (تاریخ کبیر ص 333)

عبادت وریاضت

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ خوف خدا رکھنے والے عابد وزاہد اور شب بیدار تھے آپ کے شب وروز عبادت الٰہی میں گزرتے تھے کسی بھی لحہ ذکر الٰہی سے غافل نہ رہتے آپ نے اپنی ساری زندگی رضائے الٰہی کے حصول اور عبادت الٰہی میں صرف کردی۔ آپ کے دن تدریس دین میں راتیں قیام وسجود میں بسر ہوتیں۔ ایک روایت کے مطابق ہر نماز سے قبل تجدید وضو کرتے اور جب اللہ تعالیٰ کے حضور کھڑے ہوتے تو چہرے کا رنگ بدل جاتا اور خوف الٰہی کی وجہ سے جسم پر رعشہ طاری ہو جاتا۔ لوگوں نے جب آپ سے اس کیفیت کا سبب دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ لیاء من یوم القیٰمۃ الذی خاف اللہ فی الدیعا، یعنی جو شخص دنیا میں اللہ سے ڈرتا ہے وہ قیامت کے روز مامون ہوگا۔ (شہید الاسلام ص 97)

Marfat.com

دیکھنے والوں کا بیان ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اس قدر خشوع وخضوع اور تضرع سے عبادت کرتے کہ آپ کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی بندھ جاتی اور آواز گلے میں اٹک اٹک جاتی طویل طویل سجدے کرتے اور گھنٹوں خدا کے حضور کھڑے رہتے آپ کے شوق عبادت کا اندازہ کرنے کے لیئے یہ واقعہ کافی ہے کہ جب میدان کربلا میں معرکہ کارزار گرم ہونے میں صرف ایک رات باقی تھی تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس فرصت کو غنیمت جان کر یہ وقت عزیز اپنے عزیزوں دوستوں اور اہل بیت کے ساتھ مل بیٹھے میں صرف نہیں کیا بلکہ یہ ساری رات عبادت الٰہی میں گزار دی۔ اور جب مغرب میں غروب ہونے والے سورج نے مشرق سے سر اٹھایا تو سیدنا امام حسینؓ کو ذکر الٰہی میں مصروف ومشغول پایا۔

نماز کی طرح روزے سے بھی آپ کو خاص شغف تھا اور نفلی روزے بکثرت رکھتے تھے۔ افطار ہمیشہ بہت سادہ طور پر کرتے یعنی کبھی صرف پانی، کبھی نمک اور کبھی کھجور سے روزہ کھول لیتے ہر سال حج کو تشریف لے جاتے اور پیدل حج کرنے کو بہت بڑی سعادت سمجھتے حالانکہ بعض دفعہ آپ کے پاس اعلیٰ نسل کے گھوڑے ہوتے لیکن اللہ کے گھر کا راستہ پیدل طے کرنے کو مستحسن خیال فرماتے ایک روایت کے مطابق آپ نے پا پیادہ پچیس حج کیے تھے۔ (تہذیب الاسماء جلد دوم صفحہ 163)

......☆☆☆......

Marfat.com

مناقب اہل بیت رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین

میں تمہیں اللہ کی یاد دلاتا ہوں:

سیدنا رسول کریم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر ایک مقام "غدیر خم" میں خطبہ ارشاد فرمایا آپ ﷺ نے اللہ تعالی کی حمد وثناء کے بعد فرمایا'

اے لوگو! میں بھی ایک آدمی ہوں ممکن ہے کہ اللہ کا فرشتہ (ملک الموت) جلد آ جائے اور مجھے اس کا پیغام قبول کرنا پڑے۔ میں تمہارے درمیان دو بھاری چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔ ایک اللہ کی کتاب جس میں ہدایت اور روشنی ہے اور دوسری چیز میرے اہل بیت ہیں میں اپنے اہل بیت کے بارے میں تمہیں اللہ کی یاد دلاتا ہوں۔ (مسلم شریف جلد 2 ص 279)

اس موقع پر حضور ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا

"جس کا میں مولا ہوں علی (رضی اللہ تعالی عنہ) بھی اس کے مولا ہیں۔ اے اللہ! جو علی (رضی اللہ عنہ) سے محبت رکھے اس سے تو بھی محبت رکھ اور جو علی (رضی اللہ عنہ) سے عداوت رکھے اس سے تو بھی عداوت رکھ"۔ (مشکوۃ شریف ص 565)

اللہ کی کتاب اور اہل بیتؓ:

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔

"بے شک میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں اگر تم اسے تھامے رہو گے تو میرے بعد گمراہ نہ ہو گے ان میں سے ایک دوسری سے بڑی ہے اللہ کی کتاب (قرآن مجید) جو زمین سے آسمان تک (روشنی کی) ایک لمبی رسی ہے اور میری عترت یعنی میرے اہل بیت یہ دونوں جدا نہ ہوں گے حتی کہ میرے پاس حوض (کوثر) پر آ جائیں تو غور کرو تم میرے بعد ان دونوں کے ساتھ کیا معاملہ کرتے ہو۔ (ترمذی شریف جلد دوم ص 797)

Marfat.com

اہل بیت سے محبت رکھو:

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ

"اللہ تعالیٰ جو نعمتیں تم کو دے رہا ہے ان کی وجہ سے اس سے محبت رکھو اور مجھ سے اللہ تعالیٰ کی محبت کی وجہ سے محبت رکھو اور میری محبت کی وجہ سے میرے اہل بیت سے محبت رکھو"۔

(ترمذی شریف جلد دوم ص 798)

مسجد میں داخلہ کی اجازت:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔

"جنبی اور حائضہ کے لیے یہ مسجد حلال نہیں مگر میرے لیے اور علی، فاطمہ اور ان کے صاحبزادوں حسن و حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کے لیے۔" (خصائص کبریٰ جلد دوم ص 452)

حوض کوثر پر پہلے آنے والے:

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول کریم ﷺ سے سنا ہے کہ حوض کوثر پر جو لوگ پہلے آئیں گے وہ میرے اہل بیت ہوں گے:۔

(صواعق محرقہ ص 622)

حضور ﷺ کا ساتھ:

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے حسنین کریمین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ہاتھوں کو اپنے دست اقدس میں لے کر فرمایا۔

"جو مجھ سے میرے ان دونوں اور ان کے والدین سے محبت کرے گا وہ قیامت کے روز میرے ساتھ ہوگا اور جنت کے بھی اس درجہ میں رکھا جائے گا۔ جہاں میں رہوں گا

(شفا شریف جلد دوم ص 59)

حوض کوثر پر ساتھ:

رسول کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ۔

"میرے اہل بیت حوض کوثر پر آئیں گے اور میری امت میں جو شخص ان سے محبت کرے گا

Marfat.com

وہ دوانگلیوں کی طرح ان کے ساتھ اکٹھا ہوگا"۔ (صواعق محرقہ ص 516)

سب سے پہلے شفاعت:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔

"میری امت میں سب سے پہلے میری شفاعت میری اہل بیت کے لیے ہوگی۔"

(صواعق محرقہ ص 778)

نیکی اور احسان کا بدلہ:

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا

"جس شخص نے دنیا میں اولاد عبدالمطلب یا اولاد بنی ہاشم یعنی اہل بیت سے کچھ نیکی یا اچھا برتاؤ یا احسان کیا پھر وہ اہل بیت اس کا بدلہ نہ دے سکے۔ تو روز محشر اس کی طرف سے میں پورا پورا بدلہ دوں گا"۔ (تفسیر کشاف جلد سوم ص 467، صواعق محرقہ ص 792)

اہل بیت باعث امن ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا

"زمین والوں کے لیے آسمان کے تارے سفر دریا میں ڈوبنے سے بچانے میں پناہ کا باعث اور امان کا موجب ہیں اور میرے اہل بیت میری امت کو اختلاف اور تفرقہ میں پڑنے سے بچانے میں امن کا باعث ہیں جب میرے اہل بیت سے کوئی گروہ اختلاف کر کے جدا ہو جائے تو اسے شیطانی گروہ سمجھا جائے گا۔ (خصائص کبریٰ جلد دوم ص 497)

عذاب سے نجات کی وجہ:

رسول کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ

"آل محمد ﷺ کی معرفت (پہچان) جہنم کے عذاب سے نجات کی وجہ ہے اور آل محمد ﷺ سے محبت رکھنا عذاب سے امان (کا باعث) ہے"۔ (شفا شریف جلد دوم ص 97).

کبھی گمراہ نہ ہوگے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حجتہ الوداع میں عرفہ کے روز رسول کریم

Marfat.com

ﷺ کو اس حال میں دیکھا کہ آپ ﷺ اونٹنی پر سوار تھے اور خطبہ دے رہے تھے میں نے سنا کہ آپ ﷺ یہ فرما رہے تھے۔

''اے لوگو! میں نے تمہارے درمیان وہ چیز چھوڑی ہے کہ اگر تم اس کو پکڑے رہو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے اور وہ چیز تو کتاب اللہ ہے اور دوسرے میری اولاد و ذریت میرے اہل بیت۔

(مشکوٰۃ شریف ص 569)

اللہ تعالیٰ سے محبت کی نشانی:

رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

''جس نے حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے محبت کی اس نے اللہ تعالیٰ سے محبت کی۔

(مشکوٰۃ شریف ص 571)

علماء کرام کا کہنا ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبت کرنا رسول کریم ﷺ سے محبت کرنا ہے اور رسول کریم ﷺ سے محبت کرنا اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا ہے۔

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد پنجم ص 605)

پل صراط پر ثابت قدمی:

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا

تم میں سب سے زیادہ پل صراط پر ثابت قدم رہنے والا وہ شخص ہوگا جو میرے اہل بیت اور میرے اصحاب کی محبت میں زیادہ مضبوط قوی اور سخت ہوگا''۔

(صواعق محرقہ ص 624)

اہل بیت کو برا کہنے والے پر جنت حرام ہے:

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

''میرے اہل بیت پر ظلم کرنے والے ان سے لڑنے والے اور انہیں برا کہنے والے ان سب پر اللہ تعالیٰ نے جنت کو حرام کر دیا ہے''۔ (خصائص کبریٰ جلد دوم ص 496، صواعق محرقہ

Marfat.com

ص 895)

اہل بیت پر صدقہ حرام ہے:

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا
”مجھ پر اور میرے اہل بیت پر اللہ تعالیٰ نے صدقہ حرام کر دیا ہے۔
(خصائص کبریٰ جلد دوم ص 430)

عذاب الٰہی کا سبب:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو شخص میری اولاد کے بارے میں مجھے اذیت دے گا اس پر اللہ تعالیٰ کا سخت عذاب نازل ہوگا۔
(صواعق محرقہ ص 621 بحوالہ دیلمی)

اہل بیت سے بغض رکھنے والا جہنمی ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا
”قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے جس نے میرے اہل بیت سے بغض رکھا اللہ تعالیٰ اس کو جہنم میں ڈالے گا“۔ (خصائص کبریٰ جلد دوم ص 496)

......☆☆☆......

Marfat.com

تاریخ کے حقائق

تاریخ کے اوراق کا مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ عرب کی سرزمین پر مختلف قبائل آباد تھے یہ قبائل جہاں ایک دوسرے کے حلیف تھے وہاں ان میں سے بعض ایک دوسرے کے خون کے پیاسے بھی تھے قصی بن کلاب نے قبائل قریش کو متحد کر کے ان کے مابین اتفاق پیدا کیا اور نہ صرف مکہ مکرمہ بلکہ تمام حجاز پر اقتدار حاصل کرلیا خانہ کعبہ کی تولیت بھی اپنے ہاتھ میں لے لی۔ جناب قصی نے خانہ کعبہ کی مرمت کروائی اور اپنے لیے ایک بہت بڑا گھر تعمیر کروایا جس میں ایک بڑا ہال لوگوں کے لیے مخصوص کر دیا جس میں لوگ جمع ہو کر باہم مشورہ کرتے تھے۔ اس کا نام دارالندوہ رکھا گیا اس دارالندوہ میں بیٹھ کر جناب قصی بن کلاب باقاعدہ طور پر کاروبار حکومت انجام دیتے اور قریش کے سردار مشورے کے لیے جمع ہوتے تھے۔

قصی بن کلاب نے یہ بھی تجویز کیا کہ حج کے موقع پر تین دن تک حاجیوں کو کھانا کھلایا جائے اور تمام قریش اس کے اخراجات کے لیے آپس میں چندہ کرنے کا انتظام کریں گے اس ضمن میں قریش سے بات کرتے ہوئے قصی بن کلاب نے کہا، اے گروہ قریش! تم اللہ کے پڑوسی۔ اللہ کے گھر اور اس کے حرم کے پاس رہتے ہو، حجاج اللہ کے مہمان ہیں اس کے گھر کی زیارت کے لیے آتے ہیں تمام مہمانوں میں سب سے زیادہ عزت واکرام کے حقدار وہ ہیں اس لیے حج کے دنوں میں ان کے لیے کھانا پانی تیار رکھو جب تک وہ تمہارے پاس سے واپس نہ چلے جائیں۔ قریش نے اس تجویز کو قبول کرلیا چنانچہ وہ اس مقصد کے لیے ہر سال اپنے مال میں سے کچھ نہ نکالتے اور قصی بن کلاب کے حوالے کر دیتے تھے اور وہ منیٰ کے اندر حاجیوں کے لیے کھانے کا انتظام کرتے یہ دستور رائج رہا حتیٰ کہ زمانہ اسلام میں بھی یہ طریقہ جاری رہا۔

قصی بن کلاب کے انتقال کے بعد ان کے بیٹے عبدالدار کو مکہ مکرمہ کا حاکم تسلیم کرلیا گیا کہا جاتا ہے کہ عبدالدار کی وفات کے بعد پوتوں اور انکے بھائی عبد مناف کے بیٹوں میں حکومت

Marfat.com

مکہ کے لیے تنازعہ پیدا ہو گیا۔لیکن مکہ مکرمہ کے بااثر افراد نے صلح کی کوششیں شروع کر دیں۔اور فیصلہ ہوا کہ سقایہ اور رفادہ بنی عبد مناف کے سپرد کر دیا جائے۔اور حجابہ،لواء،اور دارلندوہ بدستور بنی عبدالدار کے پاس رہیں اس طرح فریقین کے مابین جنگ کا خطرہ ٹل گیا۔

حلف الفضول:

روایات میں آتا ہے کہ قریش کے بعض قبائل نے ایک دوسرے کو ایک حلف کی غرض سے اکٹھا ہونے کا پیغام دیا اور وہ سب مکہ مکرمہ کے ایک معزز شخص عبداللہ بن جدعان کے گھر جمع ہوئے اس موقع پر بنی ہاشم اور اسد بن عبدالعزیٰ اور زہرہ بن کلاب نے قسمیں کھا کر یہ معاہدہ کیا کہ وہ مکہ مکرمہ میں کسی کو مظلوم پائیں گے تو اس کی امداد کے لیے کھڑے ہو جائیں گے خواہ وہ مظلوم مکہ مکرمہ کا رہنے والا ہو یا باہر سے آیا ہوا ہو جس نے بھی ظلم کیا ہو گا اس کا مقابلہ کیا جائے گا یہاں تک کہ وہ مظلوم کا حق اسے دے دے اس معاہدے کا نام قریش نے ''حلف الفضول'' رکھا اس کے بارے میں ایک مرتبہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

''میں عبداللہ بن جدعان کے گھر (میں ہونے والے اس) معاہدے کے وقت موجود تھا اس کے بدلے میں بہت سے سرخ اونٹوں کے ملنے کو بھی میں پسند نہیں کروں گا۔اگر اس معاہدے کی رو سے مجھے کوئی اسلام میں بھی بلائے تو میں اسے ضرور قبول کروں گا''۔(سیرت ابن ہشام جلد اول)

مروی ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ اور ولید بن عتبہ بن ابوسفیان کے درمیان کسی جائیداد کے بارے میں جھگڑا تھا جو ذی المروہ (وادی قریٰ کی ایک بستی) میں تھی۔ولید بن عتبہ ان دنوں مدینہ منورہ کا حاکم تھا اور یہ عہدہ اسے اپنے چچا حضرت امیر معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ تعالی عنہما کی طرف سے ملا ہوا تھا۔ولید نے اپنے اقتدار کی وجہ سے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ کے ساتھ زیادتی کی۔اس پر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں کہ تجھے میرے ساتھ انصاف کرنا ہو گا ورنہ میں اپنی تلوار لوں گا اور رسول کریم ﷺ کی مسجد میں کھڑا ہو کر ''حلف الفضول'' کی رو سے امداد طلب کروں گا۔

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ کی اس گفتگو کے وقت حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ

Marfat.com

تعالیٰ عنہ ولید بن عتبہ کے پاس موجود تھے انہوں نے کہا میں بھی اللہ کی قسم کھاتا ہوں کہ اگر انہوں نے حلف الفضول کی رو سے امداد طلب کی تو تلوار لے کر انکے ساتھ کھڑا ہو جاؤں گا یہاں تک کہ ان کے ساتھ انصاف کیا جائے۔ یا ہم سب کے سب مر جائیں۔ اس بات کی خبر جب مسور بن مخرمہ بن نوفل الزہری اور عبدالرحمٰن بن عثمان بن عبیداللہ کو ہوئی تو انہوں نے بھی اسی طرح کی بات کی جب ولید بن عتبہ کو یہ معلوم ہوا تو اس نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ انصاف کیا اور ان کو راضی کیا۔ (سیرت ابن ہشام جلد اول)

دشمنی ختم نہ ہو سکی:

روایات میں آتا ہے کہ عبد مناف کے بیٹے عبدالشمس نے چند روز حکومت کرنے کے بعد اپنی حکومت اور تمام اختیارات اپنے چھوٹے بھائی ہاشم کے سپرد کر دیے ہاشم اپنی تجارت دولت۔ ثروت اور سخاوت کے باعث کافی مشہور تھے۔ اہل مکہ ان کی بہت عزت کرتے تھے۔ ہاشم بن عبد مناف کی سیادت کو ان کے بھتیجے امیہ بن عبدالشمس نے قبول نہ کیا اور سخت مخالفت کی اس پر قریب تھا کہ دونوں طرف کے حمائیتوں کے درمیان تلواریں نکل آتیں اور قتل و غارت گری کا بازار گرم ہو جاتا قریش کے بعض سرکردہ افراد نے معاملے کی نزاکت کو محسوس کرتے ہوئے ہاشم اور امیہ دونوں کو سمجھایا کہ وہ ثالثی کے ذریعہ سے اس معاملے کو سلجھائیں چنانچہ اس مقصد کے لیے پنچائیت منعقد کی گئی اور فیصلہ جناب ہاشم کے حق میں ہو گیا کہ سرداری کا منصب ان کے پاس ہی رہے گا امیہ بن عبدالشمس نے مجبوراً یہ فیصلہ تسلیم تو کر لیا مگر دل میں مخالفت ہی رکھی پھر جب جناب ہاشم کا انتقال ہو گیا تو مکہ مکرمہ کی سرداری ان کے بھائی مطلب کو مل گئی حتی کہ جناب ہاشم کے بیٹے عبدالمطلب جن کا اصل نام شیبہ تھا جو کہ مدینہ طیبہ میں پرورش پا رہے تھے جوان ہو گئے اور حکمرانی ان کے حصے میں آ گئی۔

جناب عبدالمطلب جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا تھے اپنے اعلیٰ اخلاق عقل وفہم اور عزت و مرتبہ کی وجہ سے شہرت رکھتے تھے امیہ بن عبدالشمس کے بیٹے حرب بن امیہ کو ان کا اثر و رسوخ پسند نہیں تھا یہی وجہ تھی کہ اس نے بھی اپنے باپ کی طرح جناب عبدالمطلب کی بھرپور مخالفت کی اور معاملہ لڑائی جھگڑے تک جا پہنچا اس مرتبہ بھی دستور کے مطابق ثالث کی تقرری کی گئی اور فیصلہ جناب

Marfat.com

عبدالمطلب کے حق میں ہو گیا اس فیصلے نے بنو امیہ اور بنو ہاشم کے درمیان عداوت میں مزید اضافہ کر دیا۔ مکہ مکرمہ میں جناب عبدالمطلب کے زمانے تک قریش کی سیادت بنو ہاشم کے پاس رہی مگر جناب عبدالمطلب کی وفات کے بعد یہ سیادت بنو ہاشم کے ہاتھ سے نکل گئی۔ بنو امیہ کے بعد قریش کا دوسرا قبیلہ بنو مخزوم بنو ہاشم کا حریف تھا اور جب رسول اللہ ﷺ کی بعثت ہوئی تو بنو امیہ اور بنو مخزوم اور ان کے حلیف قبائل کا مکہ پر تسلط تھا اور وہی کعبے کے نگہبان تھے صرف ایک شعبہ ایسا تھا جو بنو ہاشم کے قبضے میں تھا جب رسول اللہ ﷺ نے اعلان نبوت فرمایا تو بنو امیہ اور بنو مخزوم کو خیال پیدا ہوا کہ اگر رسول اللہ کا مشن کامیاب ہو گیا۔ تو ہم ہمیشہ کے لیے بنو ہاشم کے غلام ہو جائیں گے اور وہ منصب جو بنو ہاشم کے قبضے سے نکل کر ہمارے قبضے میں آیا تھا۔ پھر انہیں کے پاس واپس چلا جائے گا۔ اپنی شکست اور ذلت کے احساس نے انہیں اسلام اور ہادی اسلام دونوں کا دشمن بنا دیا اور وہ نادان اتنا نہ سمجھ سکے کہ محمد رسول اللہ ﷺ تو مبعوث ہی اس لیے ہوئے ہیں کہ ان قبائلی امتیازات کا قلع قمع کر دیا جائے جو تعصب کی آخری حدوں کو چھو رہے ہیں۔ اور دشمنی کی اس آگ کو سرد کر دیا جائے جو سینکڑوں سال سے دلوں میں بھڑک رہی ہے۔ قریش کے کم فہم سردار یہ سمجھ ہی نہ سکے کہ رسول اللہ ﷺ کی تعلیم اور حضور ﷺ کی شخصیت حصول اقتدار کی خواہشات سے بہت ارفع و اعلیٰ ہے اور اس کا ثبوت حضور ﷺ نے بعد کی زندگی میں دیدیا جب کہ سارے عرب کے مطلق العنان حکمران ہونے کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکومت کے مناصب میں سے ایک یا دو عہدوں کے سوائے باقی سارے عہدے غیر ہاشمیوں کو دیے اور باوجودیکہ ہاشمیوں میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے بہادر صاحب علم و فضل بااثر اور مدبر لوگ موجود تھے مگر وصال کے وقت ان میں سے کسی کو اپنا جانشین مقرر نہ فرمایا۔

تاریخی حقائق کو حقیقت کے آئینے میں دیکھا جائے تو بخوبی طور پر پتہ چلتا ہے۔ کہ بنو امیہ اور بنو ہاشم میں کئی نسلوں سے ایک رقابت اور مسابقت چلی آ رہی تھی یعنی ان دونوں میں سے ہر ایک دوسرے سے بازی لے جانے کی کوشش کرتا تھا چونکہ رسول اللہ ﷺ بھی بنو ہاشم سے تعلق رکھتے تھے اس لیے شروع میں بنو امیہ نے زیادہ مخالفت کی جبکہ بنو ہاشم سے نسبتاً آپ ﷺ کو امداد پہنچی۔

Marfat.com

ابن ہشام نے لکھا ہے کہ ایک شخص نے جس کا نام اخنس بن شریق تھا ابو جہل سے پوچھا کہ محمد ﷺ کی بابت تمہارا کیا خیال ہے ابو جہل نے جواب دیا کہ ہمارے اور بنو ہاشم کے درمیان ہمیشہ رقابت رہی اگر انہوں نے مہمان نوازی میں نام پایا تو ہم نے بھی بڑی بڑی مہمان نوازیاں کیں۔ اگر انہوں نے خون بہا دیئے تو ہم نے بھی دیئے۔ اگر انہوں نے سخاوت کی تو ہم نے ان سے بڑھ کر فیاضی دکھائی اور جب ہم بالکل ان کے دوش بدوش آ گئے تو اب انہوں نے پیغمبری کا دعویٰ کر دیا۔ خدا کی قسم! ہم اس پیغمبر پر کبھی ایمان نہیں لائیں گے۔ (سیرت ابن ہشام صفحہ 108)

جب خطہ عرب میں اسلام کی روشنی ہر طرف پھیل گئی اور بنو ہاشم اور بنو امیہ سے تعلق رکھنے والے بہت سے مشرکین مارے گئے تو باقی خوش قسمت دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے تو ان اسلام قبول کرنے والے بنو امیہ میں کافی تعداد ذی شعور اور قابل افراد کی تھی جن کی قابلیت اور اہلیت کی حضور ﷺ نے بھی قدر کی چنانچہ فتح مکہ کے روز حضرت ابو سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر پناہ لینے والے کو امان دینے کا اعلان کیا گیا جس سے ابو سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قدر و منزلت میں اضافہ ہوا اور وہ خوش ہو گئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو بنو امیہ سے تعلق رکھتے تھے۔ حضور ﷺ کے داماد تھے حضور ﷺ کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے انکے نکاح میں آئیں۔ جبکہ ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قبیلہ بنو امیہ سے تھیں۔ یعنی حضرت ابو سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیٹی اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہن تھیں۔ حضور ﷺ نے حضرت ابو سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نجران کا عامل مقرر فرمایا تھا۔ حضور ﷺ نے حضرت ابو سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چچا ابو العیص کے پوتے حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو کہ فتح مکہ کے روز مسلمان ہو گئے۔ مکہ مکرمہ کا حاکم مقرر فرمایا۔ حضرت ابو سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چچا عاص کے پوتے حضرت خالد بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن کا عامل مقرر فرمایا۔ اسی طرح حضرت عثمان بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خیبر کا اور انکے بھائی حضرت ابان بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بحرین کا عامل مقرر فرمایا تھا۔

اگر رسول کریم ﷺ کو اپنے دل میں ذرا بھی بنو امیہ اور بنی ہاشم کی قدیمی رقابت کا کوئی شائبہ ہوتا اور آپ ﷺ ذاتی قابلیتوں پر نسلی و خاندانی تعلقات کو ترجیح دیتے تو بنو امیہ کے افراد کو

Marfat.com

اس طرح صوبوں کے عامل ہر گز مقرر نہ فرماتے لیکن آپ ﷺ نسلی امتیاز کو ذاتی قابلیت پر ہر گز ترجیح نہیں دیتے تھے۔

رسول کریم ﷺ کے وصال کے بعد:

11 ہجری میں رسول کریم ﷺ کے وصال کے بعد سقیفہ بنی ساعدہ میں انصار کا ایک بڑا اجتماع منعقد ہوا مدینہ طیبہ میں مہاجرین کی تعداد انصار کے مقابلے میں کم تھی۔ لیکن انصار بھی دو حصوں میں منقسم تھے یعنی اوس اور خزرج۔ اسلام سے پہلے قدیم سے ایک دوسرے کے حریف اور رقیب چلے آتے تھے۔ اس طرح مدینہ منورہ کے موجودہ مسلمانوں کو تین بڑے بڑے حصوں میں منقسم سمجھا جا سکتا تھا۔ اوس۔ خزرج۔ قریش۔ یا مہاجرین مکی۔ قبیلہ خزرج کے رئیس سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ ان کے مکان کے ساتھ ایک وسیع نشست گاہ تھی جس کی صورت یہ تھی کہ ایک وسیع چبوترہ تھا اس کے اوپر سائبان پڑا ہوا تھا۔ اس کو سقیفہ بنی ساعدہ کہتے تھے۔

رسول کریم ﷺ کے وصال کا حال سن کر ایک طرف مسجد نبوی میں لوگ جمع ہو گئے تھے ان میں قریباً سب مہاجرین تھے۔ کیونکہ مہاجرین کے مکانات اسی محلہ میں زیادہ تھے۔ یہاں انصار بہت کم تھے۔ دوسری طرف بازار کے متصل سقیفہ بنی ساعدہ میں مسلمانوں کا اجتماع تھا۔ اس مجمع میں تقریباً سب انصار ہی تھے۔ کوئی ایک دو مہاجر بھی اتفاقاً وہاں موجود تھے۔ اسلام کی ابتداء اور اس کی نشوونما مخالفین کی کوششیں جنگ و پیکار کے ہنگامے۔ شرک کا مغلوب و معدوم ہونا اور اسلامی قانون و اسلامی آئین کے سامنے سب کا گردنیں جھکا دینا سب کچھ ان لوگوں کے پیش نظر تھا۔ اور وہ جانتے تھے کہ یہ نظام اب وفات نبوی کے بعد دنیا میں اسی وقت بحسن و خوبی قائم رہ سکتا ہے کہ آپ ﷺ کا جانشین منتخب کر لیا جائے۔

مسجد نبوی میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عاشقانہ جذبہ نے لوگوں کو کچھ سوچنے اور مسئلہ خلافت پر غور کرنے کا موقع ہی نہ دیا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ وفات نبوی کی خبر سن کر اگر جلد یہاں نہ پہنچ جاتے تو خدا جانے مسجد نبوی میں عشاق نبوی کی یہ حیرت و اضطراب کی حالت کب تک قائم رہتی لیکن دوسرے مجمع کی جو سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی نشست گاہ میں تھا یہ حالت نہ تھی۔ وہاں انتخاب خلیفہ کے متعلق گفتگو ہوئی۔ چونکہ وہ مجمع انصار ہی کا تھا۔ اور ایک سردار

Marfat.com

قبیلہ کی نشست گاہ میں تھا جو قبیلہ خزرج کے سردار تھے۔ اور قبیلہ خزرج تعداد نفوس اور مال و دولت میں انصار کے دوسرے قبیلہ اوس سے فائق و برتر تھے۔ لہذا اس مجمع کی گفتگو اور اظہار خیالات کا نتیجہ یہ تھا کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ یعنی جانشین رسول اللہ تسلیم کر لیا جائے۔ (تاریخ اسلام)

مہاجرین وانصار میں اختلاف:

اگر چہ مدینہ طیبہ میں مہاجرین کی تعداد انصار سے کم تھی۔ لیکن ان کی اہمیت اور ان کی بزرگی وعظمت کا انصار کے قلوب پر ایسا اثر تھا کہ جب حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلافت کو انصار ہی کا حق ثابت کرنا چاہا تو انصار کے ایک شخص نے اعتراض کیا کہ مہاجرین انصار کی خلافت کو کیسے تسلیم کریں گے۔ اس پر ایک دوسرے انصاری نے کہا کہ اگر انہوں نے تسلیم نہ کیا ہم ان سے کہہ دیں گے۔ کہ ایک خلیفہ تم اپنا مہاجرین میں سے بنا لو اور ایک خلیفہ ہم نے انصار میں سے بنا لیا ہے حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا نہیں یہ ایک کمزوری کی بات ہے۔ ایک اور انصاری نے کہا کہ اگر مہاجرین نے ہمارے خلیفہ کو تسلیم نہ کیا تو ہم ان کو بذریعہ شمشیر مدینہ سے نکال دیں گے اس مجمع میں جو چند مہاجرین تھے انہوں نے انصار کی مخالفت میں آواز بلند کی۔ اس طرح اس مجمع میں بحث وتکرار شروع ہو گئی۔ ممکن تھا کہ یہ ناگوار صورت ترقی کر کے جنگ د پیکار تک نوبت پہنچ جاتی ۔ یہ صورت حال دیکھ کر حضرت مغیرہؓ بن شعبہ وہاں سے چلے اور مسجد نبوی میں آ کر سقیفہ بنی ساعدہ کی روئیداد سنائی ۔ یہاں مسجد نبوی میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنی تقریر ختم کر کے تجہیز و تکفین کے سامان کی تیاری میں مصروف ہو چکے تھے۔ اگر اس وقت حضرت ابو بکر صدیقؓ ذرا بھی تامل فرماتے تو خدا جانے کیسے کیسے خطرات رونما ہو جاتے۔ یہ تینوں بزرگ اس مجمع میں پہنچے تو وہاں ایک عجیب افراتفری اور تُو تُو میں میں کا عالم برپا تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے وہاں اس مجمع کو مخاطب کر کے کچھ بولنا چاہا۔ لیکن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے روک دیا۔ اور خود کھڑے ہو کر نہایت وقار و سنجیدگی کے ساتھ تقریر فرمائی۔ جس میں مہاجرین قریش کے فضائل نہایت بلیغ انداز میں بیان کیے۔ (تاریخ اسلام)

Marfat.com

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دلائل:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ابھی تھوڑی دیر ہوئی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ازخود رفتگی دیکھ چکے تھے کہ وہ مسجد نبوی میں شمشیر بدست پھر رہے تھے کہ جو کوئی یہ کہے گا۔ رسول کریم ﷺ فوت ہو گئے۔ میں اس کا سر اڑا دوں گا۔ لہذا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اندیشہ ہوا کہ یہاں بھی کہیں فرط جوش اور وفور غم میں کوئی اسی قسم کی بات نہ کہہ گزاریں لہذا انہوں نے خود مجمع کو مخاطب فرما کر تقریر شروع کی اور اسی کی ضرورت تھی چنانچہ انہوں نے فرمایا اول مہاجرین امراء ہوں گے اور انصار وزراء آپ کی تقریر سن کر حضرت حباب بن المنذر بن الجموح رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک تم میں سے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت حباب انصاری رضی اللہ عنہ کو جواب دیا کہ تم کو خوب یاد ہوگا۔ کہ رسول کریم ﷺ نے مہاجرین کو وصیت کی ہے کہ انصار کے ساتھ نیک سلوک کرنا۔ انصار کو وصیت نہیں کی کہ مہاجرین کے ساتھ رعائیت کا برتاؤ کرنا یہ دلیل اس بات کی ہے حکومت و خلافت مہاجرین میں رہے گی۔ حضرت حباب بن المنذر رضی اللہ عنہ نے فوراً حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کلام کو قطع کیا اور خود کچھ فرمانے لگے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت حباب رضی اللہ عنہ دونوں زور زور سے باتیں کرنے لگے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے دونوں کو روکنے اور خاموش کرنے کی کوشش کی۔ اتنے میں بشیر بن نعمان رضی اللہ عنہ بن کعب بن الخزاج انصاری کھڑے ہوئے اور انہوں نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ بے شک قبیلہ قریش سے تھے لہذا ان کی قوم یعنی قریش کے لوگ ہی خلافت کے زیادہ مستحق ہیں۔ ہم لوگوں نے بے شک دین اسلام کی نصرت کی اور ہم سابق بالایمان ہیں۔ لیکن اسلام لانا اور رسول اللہ کی امداد کے لیے مستعد ہو جانا محض اس لیے تھا کہ اللہ تعالیٰ ہم سے راضی ہو جائے اس کا معاوضہ ہم دنیا میں نہیں چاہتے اور نہ ہم خلافت و امارت کے معاملہ میں مہاجرین سے کوئی جھگڑا کرنا پسند کرتے ہیں۔ حباب رضی اللہ عنہ بن المنذر نے کہا کہ بشیر تو نے اس وقت بڑی بزدلی کی بات کہی۔ اور بنے بنائے کام کو بگاڑنا چاہا ہے۔ حضرت بشیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے بزدلی کا اظہار نہیں کیا۔ بلکہ میں نے اس بات کو ناپسند کیا ہے کہ ایک ایسی قوم سے خلافت و امارت کے متعلق جھگڑا کرو جو خلاف و امارت کی مستحق

Marfat.com

ہے۔ کیا اے حباب تو نے سنا نہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ الائمۃ من قریش (امام قریش میں سے ہوں گے) حضرت بشیر رضی اللہ عنہ کے اس کلام کی بعض دوسرے انصار نے بھی تائید و تصدیق کی اور اس باخدا قوم نے اپنی دنیوی اور مادی خدمات کو اپنے دینی و روحانی جذبات پر غالب نہ ہونے دیا۔ حضرت حباب بن المنذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی یہ باتیں سن کر خاموش ہو گئے اور انہوں نے فوراً اپنی رائے تبدیل کر لی۔ (تاریخ اسلام)

خلیفۃ الرسول کا انتخاب:

ان کے خاموش ہوتے ہی یک لخت تمام مجمع پر سکون و خاموشی طاری ہو گئی اور خلافت کے متعلق مہاجرین و انصار کا نزاع یکا یک دور ہو گیا۔ اب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ عمر رضی اللہ عنہ اور ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ موجود ہیں ان دونوں میں ایک کو پسند کو لو۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مہاجرین میں سب سے افضل ہیں۔ یہ غار میں رسول اللہ ﷺ کے رفیق تھے۔ نماز کی امامت کرانے میں رسول اللہ ﷺ نے ان کو اپنا قائم مقام بنایا۔ حالانکہ نماز امور دین میں سب سے افضل شے ہے، پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہوتے ہوئے کوئی دوسرا خلافت و امارت کا مستحق نہیں ہو سکتا۔ یہ فرمانے کے بعد سب سے پہلے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اور ان کے بعد حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اور حضرت بشیر بن سعد انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیعت کی۔ پھر تو یہ کیفیت پیدا ہوئی کہ چاروں طرف سے لوگ بیعت کے لیے ٹوٹ پڑے۔ یہ خبر باہر پہنچی اور لوگ سنتے ہی دوڑ پڑے۔ غرض تمام مہاجرین و انصار نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بلا اختلاف متفقہ طور پر بیعت کر لی۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ اس موقع پر حضرت بشیر بن سعد انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انصاری ہونے کے باوجود مہاجرین کی حمایت کی پھر جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت بیان کی تو حاضرین پکار اٹھے "ہم اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتے ہیں کہ ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے آگے بڑھیں اس کے ساتھ ہی لوگ حضرت

Marfat.com

ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کی بیعت کے لیے ٹوٹ پڑے۔

صحیح بخاری شریف میں ہے کہ اس بیعت عامہ کے بعد حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالی عنہ دل گرفتہ ہو کر اپنے گھر چلے گئے۔ چند دن بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ نے انہیں پیغام بھیجا کہ آپ یہاں آ کر میری بیعت کریں انہوں نے بیعت سے انکار کیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا کہ آپ ان سے ضرور بیعت لیں۔ اس موقع پر حضرت بشیر بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ بھی تشریف فرما تھے انہوں نے خلیفۃ الرسول کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالی عنہ اپنی دھن کے بڑے پکے ہیں اب وہ انکار کر چکے ہیں تو کسی صورت بیعت پر آمادہ نہ ہوں گے اگر اُن پر سختی کی گئی تو شاید حالات ناخوشگوار صورت اختیار کر جائیں اور ان کے خاندان کے علاوہ قبیلہ خزرج ان کی حمائیت میں کھڑا نہ ہو جائے۔ بہتر یہی ہے کہ سعد بن عبادہ (رضی اللہ تعالی عنہ) کو اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے وہ اکیلے کیا کر سکتے ہیں؟

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم نے حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ کی رائے کو پسند کیا اور پھر کسی نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے تعرض نہ کیا۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ چند دن بعد حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالی عنہ نے بھی برضا و رغبت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کی بیعت کر لی تھی۔

(بخاری شریف، تاریخ اسلام)

حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ نے بیعت کی:

روایات میں آتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ۔ حضرت زبیر رضی اللہ تعالی عنہ اور حضرت طلحہ رضی اللہ تعالی عنہ نے مہاجرین میں سے چالیس روز تک محض اس شکایت کی بنا پر بیعت نہیں کی کہ سقیفہ بنو ساعدہ کی بیعت میں ہم کو کیوں شریک مشورہ نہیں کیا گیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا کہ میں آپ کی فضیلت واستحقاق خلافت کا منکر نہیں ہوں لیکن شکایت یہ ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے

Marfat.com

قریبی رشتہ دار ہیں۔آپ نے سقیفہ بنوساعدہ میں ہم سے مشورہ کیے بغیر کیوں لوگوں سے بیعت لی ۔آپ اگر ہم کو وہاں بلوا لیتے تو ہم بھی سب سے پہلے آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتے۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے رشتہ داروں کے ساتھ سلوک کرنا مجھ کو رشتہ داروں کے ساتھ سلوک کرنے سے زیادہ عزیز و محبوب ہے۔یہ میں سقیفہ میں بیعت لینے کی غرض سے نہیں گیا تھا۔ بلکہ مہاجرین و انصار کے نزاع کا رفع کرنا نہایت ضروری تھا۔ دونوں فریق لڑنے اور مارنے مرنے پر تیار تھے۔

میں بیعت لینے کو ملتوی رکھتا تو اس اندیشہ اور خطرہ کے دوبارہ زیادہ طاقت سے نمودار ہونے کا قوی احتمال تھا۔تم جب کہ تجہیز و تکفین کے کام میں مصروف تھے۔اس عجلت میں تم کو کیسے وہاں بلوا سکتا تھا۔حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ نے یہ باتیں سن کر فوراً شکایت واپس لی اور اگلے روز مسجد نبوی میں مجمع عام کے روبرو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔

(تاریخ اسلام)

اس ضمن میں علامہ ابن جریر طبری نے لکھا ہے کہ

"حبیب ابن ثابت راوی ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے مکان میں بیٹھے تھے کہ ایک شخص انکے پاس آیا اور کہا تھا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ لوگوں سے مسجد میں بیعت لے رہے ہیں۔یہ سن کر آپ اسی وقت صرف قمیض پہنے اور بغیر چادر وازار کے اٹھ کھڑے ہوئے اس خیال سے کہ وہ بیعت کرنے میں دوسروں سے پیچھے نہ رہ جائیں مسجد میں جا کر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور انہیں کے قریب بیٹھ گئے پھر ایک شخص کو اپنے گھر بھیج کر باقی کپڑے منگوائے اور پہن کر وہیں بیٹھے رہے"۔

(تاریخ طبری 1825۔مطبوعہ 1890 بریلی)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کا خطاب:

سقیفہ بنی ساعدہ میں بیعت خلافت کے بعد اگلے روز حضور ﷺ کی تجہیز و تکفین سے فراغت کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ مسجد نبوی میں آئے اور منبر پر بیٹھ کر بیعت عامہ لی اس کے بعد کھڑے ہو کر اللہ تعالی کی حمد و ثناء کے بعد لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا

Marfat.com

کہ

میں تمہارا سردار بنایا گیا ہوں حالانکہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں۔ پس اگر میں نیک کام کروں تو تمہارا فرض ہے کہ میری مدد کرو اور اگر میں کوئی غلط راہ اختیار کروں تو تمہارا فرض ہے کہ تم مجھ کو سیدھے راستہ پر قائم کرو۔ راستی و راست گفتاری امانت ہے اور دروغ گوئی خیانت۔ تم میں جو ضعیف ہے وہ میرے نزدیک قوی ہے۔ جب تک کہ میں اس کا حق نہ دلوا دوں۔ اور تم میں جو قوی ہے وہ میرے نزدیک ضعیف ہے جب تک کہ میں اس سے حق نہ لے لوں تم لوگ جہاد کو ترک نہ کرنا۔ جب کوئی قوم جہاد کو ترک کر دیتی ہے۔ تو وہ ذلیل ہو جاتی ہے۔ جب تک کہ میں اللہ اور رسول کی اطاعت کروں تو تم میری اطاعت کرو۔ جب میں اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کروں تو تم میرا ساتھ چھوڑ دو۔ کیونکہ پھر تم پر میری اطاعت فرض نہیں ہے۔

بیعت سقیفہ کے بعد مدینہ منورہ اور مہاجرین وانصار میں اس اختلاف کا نام ونشان بھی کہیں نہیں پایا گیا۔ جو بیعت سے چند منٹ پیشتر مہاجرین وانصار میں موجود تھا۔ سب کے سب اسی طرح شیر وشکر اور ایک دوسرے کے بھائی بھائی تھے۔ یہ بھی ایک سب سے بڑی دلیل اس امر کی ہے۔ کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین براہ راست درس گاہ نبوی سے مستفیض ہوئے تھے۔ پورے طور پر دین کو دنیا پر مقدم کر چکے تھے۔ (تاریخ اسلام)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ کی خلافت:

22 جمادی الاخری 13 ہجری کو جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کا انتقال ہو گیا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ مسند خلافت پر بیٹھے اس ضمن میں مروی ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ نے اپنی وفات سے قبل حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ کو اپنے بعد خلیفہ نامزد کیا اور بارگاہ الہی میں دعا مانگی۔

"یا اللہ! میں نے عمر (رضی اللہ تعالی عنہ) کو مسلمانوں کی بہتری اور فتنہ وفساد کو دور کرنے کے لیے اپنے بعد خلیفہ منتخب کیا ہے میں نے جو کچھ کیا ہے مسلمانوں کی بھلائی کے لیے کیا ہے تو دلوں کے حال خوب جانتا ہے میں نے مسلمانوں سے مشورہ بھی لے لیا ہے اور ان میں سے اس شخص کو جو سب سے بہتر، قوی اور مسلمانوں کی بھلائی چاہنے والا اور امین ہے ان کا والی بنایا ہے

Marfat.com

پس تو میرا خلیفہ ان میں قائم رکھ۔ وہ تیرے بندے ہیں اور ان کی پیشانی تیرے ہاتھ میں ہے ان کے والیوں کو نیک بنا اور عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو بہتر خلیفہ بنا اور اس کی رعیت کو اس کے لیے اچھی رعیت بنا دے۔ (تاریخ اسلام)

صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے بعد:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقال کی خبر جلد ہی مدینہ طیبہ میں ہر طرف پھیل گئی اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم فوری طور پر ان کے گھر کی طرف جانا شروع ہو گئے رنج و غم کی کیفیت سب پر طاری تھی۔ جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ خبر ملی تو آپ بے اختیار رو پڑے اور روتے ہوئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر تشریف لائے دروازے پر کھڑے ہو کر فرمایا۔

"اے ابوبکر رضی اللہ عنہ تم پر اللہ رحم کرے۔ بخدا تم تمام امت میں سب سے پہلے ایمان لائے۔ اور ایمان کو اپنا خلق بنایا۔ تم سب سے زیادہ احب ایقان، سب سے غنی اور سب سے زیادہ آنحضرت ﷺ کی حفاظت و نگہداشت کرتے۔ سب سے زیادہ اسلام کے حامی اور خیر خواہ مخلوق تھے۔ تم خلق افضل ہدایت میں آنحضرت ﷺ کے قریب تر تھے۔ اللہ تعالیٰ تم کو اسلام اور مسلمانوں کی طرف سے بہترین جزا دے۔ تم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی جب دوسروں نے تکذیب کی۔ اور اس وقت رسول خدا کی غم خواری کی۔ جب دوسروں نے بخل کیا۔ جب لوگ نصرت و حمایت سے رکے ہوئے تھے تم نے کھڑے ہو کر رسول اللہ ﷺ کی مدد کی۔ اللہ نے تم کو اپنی کتاب میں صدیق کہا (وَ الَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَ صَدَّقَ بِهٖ) تم اسلام کی پشت و پناہ اور کافروں کے بھگانے والے تھے۔ نہ تمہاری حجت بے راہ ہوئی۔ اور نہ تمہاری بصیرت ناتواں ہوئی۔ تمہارے نفس نے کبھی بزدلی نہیں دکھائی۔ تم پہاڑ کی مانند مستقل مزاج تھے تند ہوائیں نہ تم کو اکھاڑ سکیں نہ ہلا سکیں۔ تمہاری نسبت آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ضعیف البدن۔ قوی الایمان، منکسر المزاج، اللہ کے نزدیک بلند مرتبہ زمین پر بزرگ مومنوں میں بڑے ہیں نہ تمہارے سامنے کسی کو طمع ہو سکتی تھی نہ خواہش، کمزور تمہارے نزدیک قوی اور قوی کمزور تھا۔ یہاں تک کہ کمزور کا حق دلا دو اور زور آور سے حق لے لو۔

Marfat.com

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس خبر کو سن کر فرمانے لگے۔

''اے خلیفہ رسول اللہ تم نے اپنے بعد قوم کو بڑی سخت تکلیف دی اور ان کو مصیبت میں ڈال دیا۔ تمہارے غبار کو بھی پہنچنا بہت مشکل ہے۔ میں تمہاری برابری کہاں کر سکتا ہوں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسند خلافت پر متمکن ہونے کے بعد ایک خط حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا جس میں حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقال کی اطلاع دی۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت کے آخری دنوں میں سپہ سالاری کی خدمت میں مامور ہو کر شام کی طرف بھیجے گئے تھے۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خط لانے والے قاصد کے سامنے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا بھیجا۔ انہوں نے جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقال کی اطلاع سنی تو اِنا للہ و اِنا اِلیہِ راجِعُون پڑھا اور پھر قاصد سے پوچھا۔

''ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اللہ کی رحمت ہو انکے بعد مسلمانوں نے کیا فیصلہ کیا؟''

قاصد نے کہا ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا جانشین نامزد کیا اور سب مسلمانوں نے ان کی بیعت کر لی۔ یہ سن کر حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرے پر بشاشت پھیل گئی اور انہوں نے فرمایا الحمد اللہ مسلمانوں نے بہت اچھا کیا کہ عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ (تاریخ اسلام)

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خصوصی محبت فرمایا کرتے تھے امیر المومنین بننے کے بعد آپ کا سلوک حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے محبت بھرا رہا آپ کے آخری دور خلافت میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سن شعور کو پہنچ چکے تھے واقعات شہادت دیتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی زندگی کے آخری لمحے تک آپ کے حال پر نہایت درجہ مہربان رہے وہ آپ سے بڑی محبت کرتے تھے اور انہیں خواہش رہتی تھی کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے ملاقات کا زیادہ سے زیادہ موقع ملتا رہے۔ اپنی اس خواہش کا انہوں نے ایک بار حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے تذکرہ بھی کیا۔ اس کے چند روز کے بعد حضرت حسین رضی

Marfat.com

اللہ عنہ ان سے ملنے کے لیے ان کے مکان پر تشریف لے گئے۔ اس وقت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ آئے ہوئے تھے اور دونوں تخلیئے میں گفتگو کر رہے تھے اور دروازے پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے کھڑے ہوئے تھے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ بھی ان کے پاس ہو کر کھڑے ہو گئے اور تھوڑی دیر کے بعد جب ابن عمر رضی اللہ عنہ واپس ہوئے تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ بھی ان کے ساتھ ہی واپس آ گئے۔ کچھ عرصہ کے بعد جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے شکوہ کیا کہ آپ ہم سے ملنے نہیں آتے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تو آیا تھا لیکن چونکہ آپ معاویہ رضی اللہ عنہ سے گفتگو کر رہے تھے اس لیے میں ابن عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ دروازے پر کھڑا رہا اور کچھ دیر کے بعد واپس چلا گیا۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ کو ابن عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ دروازے پر کھڑے ہونے کی کیا ضرورت تھی۔ آپ ان سے زیادہ حقدار ہیں ہمیں جو عزت حاصل ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے بعد آپ ہی لوگوں کی دی ہوئی ہے۔

(اصابہ فی تمیز الصحابہ جلد دوم صفحہ 15)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے مدائن فتح ہوا اور مال غنیمت مسجد نبویؐ میں لا کر پھیلایا گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے تقسیم کرنے کا حکم دیا۔ سب سے پہلے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں ایک ہزار درہم عطا فرمائے۔ پھر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ تشریف لائے ۔آپ کو بھی ایک ہزار درہم دیئے گئے اس کے بعد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ تشریف لائے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں پانچ سو درہم دینے کا حکم دیا۔ اس پر ابن عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ امیر المومنین میں ایک طاقتور آدمی ہوں اور جس وقت امام حسن رضی اللہ عنہ حسین رضی اللہ عنہ مدینے کے بازار میں کھیلا کرتے تھے۔ اس وقت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جہاد کرتا تھا لیکن آپ نے ان کو تو ایک ایک ہزار درہم عطا فرمائے اور مجھے صرف پانچ سو دیئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ "عبداللہ یہاں سے چلے جاؤ پہلے ان کے باپ جیسا باپ، ان کی ماں جیسی ماں ان کے نانا جیسے نانا، ان کی نانی جیسی نانی، انکے چچا

Marfat.com

جیسا چچا۔ ان کی پھوپھی جیسی پھوپھی۔ ان کے ماموں جیسا ماموں اور ان کی خالہ جیسی خالہ تو لاؤ سنو! خدا کی قسم ان کے باپ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان کی ماں فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا ہیں۔ ان کے نانا حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ ہیں۔ ان کی نانی حضرت خدیجۃ الکبریٰ ہیں۔ ان کے چچا حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ ہیں ان کی پھوپھی ام ہانی رضی اللہ عنہا بنت ابی طالب ہیں۔ ان کی خالہ حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہما ہیں اور انکے ماموں رسول اللہ ﷺ کے فرزند حضرت ابراہیم ہیں۔

اس واقعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اہل بیت رسولؐ سے کس درجہ محبت فرماتے تھے اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا مرتبہ آپ کی نظر میں کتنا بلند تھا۔ ذیل کے واقعے سے اس حقیقت کی تائید مزید ہوتی ہے۔ ایک بار یمن سے کچھ حلّے مدینہ آئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہ حلّے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ میں تقسیم فرمائے جن اصحاب کو حلّے ملے تھے وہ انہیں پہن کر آتے تھے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو سلام کرتے تھے۔ اسی اثناء میں حضرات حسنین رضی اللہ عنہما بھی آنکلے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نظر ان دونوں صاحبزادوں پر پڑی اور ان کے بدن حلوں سے خالی پائے تو آپ کے دل کو بے حد قلق ہوا لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا کہ تم لوگوں کو حلّے دے کر مجھے بالکل مسرت نہیں ہوئی لوگوں نے اس کا سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ حسن رضی اللہ عنہ وحسین رضی اللہ عنہ کے جسموں پر حلّے نہیں ہیں یہ کہہ کر اسی وقت یمن کے عامل کے نام حکم لکھا کہ فوری طور پر دو حلّے اور بھیجو، جب وہ حلّے آگئے اور حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کو پہنادیئے تو آپ نے فرمایا کہ اب مجھے حقیقی مسرت حاصل ہوئی۔ (ابن عساکر جلد چہارم 321)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم سے جب مسلمانوں کے لیئے بیت المال سے وظائف مقرر کیئے گئے تو غزوہ بدر میں حصہ لینے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے فرزندوں کا دو دو ہزار وظیفہ مقرر ہوا مگر اس موقع پر بھی آپ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ وحسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ امتیازی سلوک کیا اور صرف اس لیے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے نواسے تھے ان دونوں حضرات کا پانچ پانچ ہزار مقرر فرمایا۔

(فتوح البلدان)

Marfat.com

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زخمی ہونا:

امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو 23 ہجری میں جب ابولولو نے خنجر کے وار کر کے زخمی کر دیا تو اس کے بعد آپ نے اپنے بعد ہونے والے خلیفہ کے انتخاب کے سلسلہ میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مشورے شروع کر دیئے چنانچہ ایک روز اپنے گھر میں موجود صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے اس سلسلے میں گفتگو فرمائی آپ کے بہنوئی حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ بھی پاس بیٹھے ہوئے تھے تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے جبکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو مشورہ دیتے ہوئے کہا کہ اگر آپ کسی مسلمان کو خلیفہ نامزد کر دیں تو مسلمان آپ پر اعتماد کریں گے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ میں تو صرف ان چھ اشخاص کے اندر خلافت کو لکھوں گا جن سے رسول کریم ﷺ اپنے وصال کے وقت تک راضی رہے اور جن میں بار خلافت اٹھانے کی صلاحیت بھی ہے۔

پھر فرمایا اگر ابو حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام سالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں سے اس وقت کوئی (زندہ) ہوتا تو میں اسے خلیفہ بنا کر مطمئن ہو جاتا۔

(مسند احمد۔ تاریخ اسلام)

مجلس شوریٰ کی نامزدگی:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جن چھ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو خلافت کی ذمہ داری کے قابل سمجھا ان کے نام یہ ہیں۔ (1) حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (2) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (3) حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ (4) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ (5) حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (6) حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ عنہم عشرہ مبشرہ میں سے تھے اس اعتبار سے حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ان کے ہم مرتبہ تھے مگر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں محض اس لیے خلافت کے لیے نامزد نہیں کیا کہ وہ ان کے اپنے خاندان بنو عدی سے تعلق رکھتے تھے جبکہ

Marfat.com

دوسرے کسی صحابی کا تعلق بنوعدی سے نہیں تھا۔

تین دن کی مہلت:

امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلیفہ کے انتخاب کے لیے تین دن کی مہلت مقرر فرمائی اور حضرت مقداد الاسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ نامزد شدہ چھ اشخاص کی مجلس میں جب تک کہ وہ اپنے آپ میں سے کسی کو خلیفہ منتخب نہ کرلیں۔ کسی دوسرے کو نہ جانے دینا۔ صرف عبداللہ عمر رضی اللہ عنہ کو رائے دینے کے لیے شریک ہونے کی اجازت تھی تا کہ اس طرح رائے دہندوں کی تعداد طاق یعنی سات ہو جائے۔ لیکن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے لیے پہلے سے آپ نے یہ حکم فرما دیا تھا کہ ان کو ہرگز خلیفہ منتخب نہ کیا جائے۔ اس وقت کسی نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے لیے کہا تو آپ نے فرمایا تھا کہ بار خلافت کی ذمہ داری میرے ہی لیے کیا کم ہے کہ میں اپنے خاندان میں دوسروں پر بھی یہ محنت ڈالوں اور ان کو بہت سی آسائشوں سے محروم کردوں۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے جب کسی شخص نے خلیفہ کے متعین و نامزد فرما دینے کے لیے کہا۔ تو آپ نے جواب دیا کہ میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی سنت پر عمل کر کے کسی شخص کو خلیفہ مقرر کرنا چاہوں تو ایسا کر سکتا ہوں،۔ رسول اللہ ﷺ کی سنت پر عمل کر کے کسی کو اپنے بعد نامزد نہ کروں۔ تو میرے لیے یہ بھی جائز ہے۔ (تاریخ اسلام)

فیصلے کا اختیار:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تجہیز و تکفین سے فراغت کے بعد حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت مقداد الاسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امیر المومنین کی وصیت پر عمل کرتے ہوئے حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عارضی طور پر تین دن کے لیے تا انتخاب خلیفہ مدینہ کا حکمران اور امام مقرر کیا۔ اور خود اپنے آدمیوں کی جمعیت لے کر علی رضی اللہ عنہ۔ زبیر رضی اللہ عنہ، سعد رضی اللہ عنہ، عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو حضرت مسور بن المخزمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بقول دیگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مکان میں جمع کر کے دروازے کی غرض سے بیٹھ گئے۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ مدینہ میں موجود نہ تھے۔ کوئی اور اس مکان میں داخل نہیں ہو سکتا تھا۔ حضرت عمرو بن العاص اور حضرت مغیرہ بن

Marfat.com

شعبہ رضی اللہ عنہما دروازہ پر آ کر بیٹھ گئے تھے۔ حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو انہوں نے ان دونوں کو دروازے پر بھی نہ بیٹھنے دیا۔ اور وہاں سے اٹھوا دیا۔ تا کہ وہ کہیں یہ نہ کہہ سکیں کہ ہم بھی اصحاب شوریٰ میں شامل تھے۔ جب سب صاحب اطمینان سے آ کر بیٹھ چکے۔ تو سب سے پہلے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر کہا: کہ جو لوگ خلافت کے لیے نامزد کیے گئے ہیں ان میں سے کون ایسا ہے جو اپنے آپ کو خلافت سے دست بردار قرار دیتا ہے۔ اسی کو یہ اختیار دیا جائے گا کہ وہ جس کو تم میں سب سے افضل ولائق سمجھے اس کو خلیفہ مقرر کر دے۔ اس بات کو سن کر کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ سب خاموش رہے۔ تھوڑی دیر انتظار کرنے کے بعد حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے پھر اعلان کیا۔ کہ میں اپنے آپ کو خلافت سے دست بردار قرار دیتا ہوں۔ اور انتخاب خلیفہ کے کام کو انجام دینے پر تیار ہوں۔ یہ سن کر سب نے تائید کی اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو اختیار دیا کہ آپ جس کو چاہیں ۔ہم میں سے خلیفہ منتخب فرما دیں۔ مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب بالکل خاموش رہے۔ انہوں نے ہاں یا ناں کچھ نہیں کہا۔ تب حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف مخاطب ہو کر کہا۔ آپ نے کچھ نہیں فرمایا۔ آپ بھی اپنی رائے کا اظہار کیجئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں بھی اس رائے سے متفق ہوں لیکن شرط یہ ہے کہ تم پہلے یہ اقرار کر لو کہ جو فیصلہ کرو گے بلا رعایت اور نفسانیت کو دخل دیے بغیر حق پرستی اور امت کی خیر خواہی کے لیے کرو گے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں تم سے عہد کرتا ہوں کہ بلا رو رعایت بلا نفسانیت اور محض امت کی بہتری و بھلائی کے لیے حق پرستی کی بنا پر فیصلہ کروں گا۔ لیکن تم سب اس بات کا اقرار کرو، جس کو میں خلیفہ منتخب کروں گا اس پر رضا مند ہو جاؤ گے اور جو میری مخالفت کرے گا تم سب اس کے مقابلہ میں میری مدد کرو گے یہ سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ اور تمام رضی اللہ عنہ نے اقرار کیا ہم سب تمہارے فیصلہ کی تائید اور اس کے نفاذ میں تمہاری امداد کریں گے۔ اس کے بعد اجلاس برخواست ہو گیا۔ (تاریخ اسلام)

مہلت ختم ہو گئی:

تین دن کی مہلت کے دوران حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلیفہ

Marfat.com

انتخاب کے سلسلہ میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے تاثرات معلوم کیے اور ان کی آراء دریافت کیں اور خود بھی اس بارے میں کافی غور و خوض کیا چنانچہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ

میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے الگ لے جا کر دریافت کیا۔ کہ اگر میں آپ سے بیعت نہ کروں۔ تو آپ مجھے کس کی بیعت کرنے کی رائے دیتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ آپ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرنی چاہیے۔ پھر میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی تنہائی میں یہی سوال کیا۔ تو انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نام لیا۔ پھر میں نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا۔ تو انہوں نے کہا کہ علی رضی اللہ عنہ یا عثمان رضی اللہ عنہ دونوں میں سے کسی ایک کے ہاتھ پر بیعت کرلو۔ پھر میں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے تنہائی میں دریافت کیا کہ تو انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نام لیا۔ پھر میں نے اور صاحب الرائے حضرات سے دریافت کیا۔ تو کثرت رائے حضرت عثمان ہی کی نسبت ظاہر ہوئی۔ تین روزہ مہلت کی آخری شب کو پھر مذکورہ بالا حضرات کا اجلاس اسی مذکورہ مکان میں ہوا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو الگ بلا کر کہا۔ کہ عام طور پر علی رضی اللہ عنہ و عثمان کی نسبت لوگوں کی زیادہ رائیں ظاہر ہوئی ہیں۔ ان دونوں حضرات نے بھی انہیں دونوں کی نسبت اپنی رائے ظاہر کی۔ پھر حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ تو ہم سے بیعت لے لیں اور ہم کو ان جھگڑوں سے آزاد کردیں۔ حضرت عبدالرحمٰن نے فرمایا۔ یہ کیسے ممکن ہے۔ میں تو ان لوگوں کے دائرہ سے آزاد ہو چکا ہوں جو خلافت کے لیے نامزد ہوئے تھے۔ پھر حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور عثمان رضی اللہ عنہ کو الگ لے جا کر کچھ باتیں کیں۔ انہیں مشوروں اور باتوں میں رات گزر گئی۔ (تاریخ اسلام)

انتخاب ہوگیا:

نماز فجر کی اذان کے ساتھ ہی لوگ مسجد نبوی میں آنا شروع ہو گئے مسجد نبوی میں مسلمانوں کی بہت بڑی تعداد جمع ہو گئی نماز فجر کی ادائیگی کے بعد مسلمان مسجد نبوی میں ہی بیٹھے رہے سب کو

Marfat.com

اشتیاق تھا کہ دیکھیں خلافت کی ذمہ داری کن کے سپرد ہوتی ہے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس بارے میں ابھی اپنا فیصلہ نہیں سنایا تھا کہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اپنے طور پر اپنی اپنی رائے ظاہر کرنا شروع کر دی یہ حضرات اصحاب شوریٰ رضی اللہ عنہم میں سے نہ تھے مثلاً حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مستحق خلافت سمجھتا ہوں حضرت عبداللہ ابن ابی سرح رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن ابی ربیعہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو زیادہ مستحق ومناسب پاتے ہیں اس قسم کی چہ میگوئیاں شروع ہوئیں تو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم اب دیر کیوں کر رہے ہو اندیشہ ہے کہ مسلمانوں میں کوئی فتنہ نہ پیدا ہو جائے۔ تم جلدی اپنی رائے کا اظہار کر کے اس مسئلہ کو ختم کر دو۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اُٹھے اور تمام مجمع کو مخاطب کر کے کہا کہ جہاں تک میری طاقت میں تھا میں نے ہر طبقہ اور ہر گروہ کی رائے معلوم کر لی ہے۔ اور اس کام میں کسی غفلت وکم التفاتی کو مطلق راہ نہیں دی۔ میرے فیصلے سے اب کسی کو انکار کا موقع حاصل نہیں ہے کیونکہ برضا ورغبت تمام اصحاب شوریٰ اور نامزدگان خلافت نے میرے فیصلے کو ناطق تسلیم کر لیا ہے اور میں اپنی تمام طاقت صحیح فیصلہ تک پہنچنے کے لیے صرف کر چکا ہوں یہ کہہ کر انھوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اپنے پاس بلایا اور کہا کہ خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام اور سنت شیخین پر چلنے کا اقرار کرو انہوں نے اقرار کیا کہ میں اللہ اور رسول کے حکم اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ وعمر فاروق رضی اللہ عنہ کے نمونے پر چلنے کی کوشش کروں گا اس کے بعد حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ ان کے بعد سب لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے لگے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اول اس نظارہ سے کچھ دل گرفتگی ہوئی اور مسجد سے اُٹھ کر باہر جانے لگے لیکن پھر کچھ خیال آیا۔ تو فوراً بڑی عجلت و بے تابی کے ساتھ صفوں کو چیرتے ہوئے بڑھے اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اس روز یعنی یکم محرم کو مدینہ میں موجود نہ تھے۔ اور اسی لیے وہ شریک مشورہ نہ ہو سکے تھے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اگلے روز یعنی دو محرم 24ھ کو مدینہ میں تشریف لائے اور یہ سُن کر کہ تمام لوگوں نے بالاتفاق حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی

Marfat.com

ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بغرض بیعت حاضر ہوئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اُن سے کہا کہ آپ کی غیر موجودگی میں میرا انتخاب ہو گیا ہے اور زیادہ دنوں آپ کا انتظار نہیں ہو سکتا تھا۔ اگر آپ مدعی خلافت ہوں تو میں آپ کے حق میں خلع خلافت کرنے کو تیار ہوں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب تمام لوگوں نے آپ کی خلافت پر بیعت کر لی ہے تو میں بھی آپ کی خلافت پر رضامند ہوں میں مسلمانوں میں کوئی فتنہ اور اختلاف ڈالنا نہیں چاہتا یہ کہہ کر انھوں نے بھی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی اس طرح خلیفہ کے انتخاب کے بعد مجلس شوریٰ کے تمام ممبران کی بیعت سے یہ مرحلہ بخیر و خوبی مکمل ہو گیا۔

(تاریخ اسلام)

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو آپ کے عہد خلافت میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ جوان ہو چکے تھے یہی وجہ ہے کہ اس عہد میں آپ میدان کارزار میں نظر آتے ہیں چنانچہ جب 30ھ میں طبرستان پر حملہ کیا گیا تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس جنگ میں رضا کارانہ طور پر شریک ہو کر داد شجاعت دی۔

(ابن اثیر جلد سوم صفحہ 84)

عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت:

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نرم دل حکمران تھے ان کی نرمی سے ان کے مخالفین نے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مخالفت میں بصرہ کوفہ اور مصر کے لوگ پیش پیش تھے ان لوگوں کا پہلے تو یہ مطالبہ تھا کہ عثمانی گورنروں کو معزول کر دیا جائے کیونکہ انہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گورنروں سے کچھ شکایتیں تھیں جب ان میں سے بعض گورنروں کو معزول کر دیا گیا تو انہوں نے ایک اور سازش کی اور ایک جعلی خط پیش کیا یہ خط گورنر مصر کے نام تھا اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مہر تھی اور اس میں لکھا تھا کہ مصر کے مفسدوں کو جو تمہارے پاس آ رہے ہیں گرفتار کر لو اور ان کو سخت سزائیں دو۔ بعض کو قتل کرنے کا بھی حکم تھا جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حلفیہ بیان کیا کہ یہ خط میرا لکھا ہوا نہیں ہے بلکہ کسی دوسرے شخص نے لکھ کر اس پر جعلی مہر لگا دی

Marfat.com

ہے تو صحابہ کرام خصوصاً حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی پوری تائید کی اس پر مفسدوں نے کہا کہ پھر یقینی طور پر یہ حرکت مروان کی ہے اس لئے آپ رضی اللہ عنہ اسے ہمارے حوالے کر دیجئے لیکن چونکہ مجرم کو (اگر وہ مجرم ہوتو) کسی گروہ کے حوالے کر دینے کی اجازت دنیا کا کوئی قانون نہیں دیتا ہاں اس پر عدالت میں مقدمہ چلایا جا سکتا ہے اس لئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ اس پر انہوں نے دوسرا مطالبہ یہ کیا کہ پھر آپ خلافت کے اہل نہیں ہیں اس لئے اس بار گراں سے دست بردار ہو جایئے لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ مطالبہ تسلیم کرنے سے بھی انکار کر دیا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر پانی بند کر دیا گیا:

باغیوں نے امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر کا محاصرہ کر لیا باغی آپ کو قتل کرنے کے در پے تھے۔ یہاں تک کہ آپ پر پانی بند کر دیا گیا پانی کی بندش سے پریشان ہو کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھڑکی سے جھانک کر کہا لوگو! کیا تم میں علی (رضی اللہ عنہ) موجود ہیں؟ لوگوں نے کہا نہیں آپ نے پھر پوچھا کیا تم میں سعد (رضی اللہ عنہ) موجود ہیں لوگوں نے جواب دیا نہیں یہ سن کر آپ خاموش ہو گئے پھر کچھ دیر کے بعد فرمایا کہ کوئی شخص علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے جا کر کہہ دے کہ وہ ہمیں پانی مہیا کریں یہ خبر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچ گئی اور آپ نے پانی سے بھرے ہوئے تین مشکیزے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھجوا دیے۔ لیکن یہ پانی ان کے پاس بڑی جدوجہد کے بعد پہنچا۔ اور اس کی وجہ سے بنو ہاشم اور بنو امیہ کے چند لوگ زخمی بھی ہو گئے۔

اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے صاحبزادوں حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اپنی تلواریں لے کر جاؤ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دروازے پر پہرے دار کی طرح چوکس اور ہوشیار کھڑے رہو کسی بلوائی کو اندر داخل نہ ہونے دینا۔ اس طرح حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بھی اپنے بیٹوں کو حکم دیا کہ جاؤ اور لوگوں کو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر حملہ کرنے سے روکو چنانچہ یہ سب حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ

Marfat.com

عنہ کی حفاظت کے لیے اُن کے گھر کے دروازے پر پہرہ دیتے رہے تا کہ کوئی بلوائی اندر داخل نہ ہو سکے۔ (تاریخ الخلفاء)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت:

بلوائیوں کے محاصرے کے دوران حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے اور کہا کہ یہ لوگ آپ کو قتل کرنے پر تلے ہوئے ہیں آپ فرمائیں کہ میں آپ کی کیا مدد کر سکتا ہوں؟ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ باہر جا کر ان لوگوں کو منتشر کرنے کی کوشش کریں اس پر حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ باہر تشریف لے گئے اور بپھرے ہوئے ہجوم سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

''سب تعریفیں اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے لیے ہیں وہی ذات واحد معبود حقیقی ہے نہ اس کو کسی نے جنا اور نہ اس نے کسی کو جنا۔ اما بعد اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ وسلم کو بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا ہے کہ جو شخص آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت کرے اُس کو جنت کی بشارت دیں اور جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نافرمانی کرے اس کو دوزخ سے ڈرائیں اور اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو غالب کر دیا جنہوں نے پورے دین کا اتباع کیا اگرچہ یہ بات مشرکین کو ناگوار گزری۔ پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ کو اپنا مسکن بنایا اس کو دار ہجرت اور دار ایمان قرار دیا پس اللہ کی قسم! جب سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ طیبہ میں تشریف لائے فرشتے اس شہر کو گھیرے رہے اور اسی وقت سے اللہ کی تلوار آج تک میان میں رکھی گئی ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا۔ پس جو شخص راہ ہدایت پر گامزن ہوا اس نے اللہ کی ہدایت کے ساتھ راہ ہدایت اختیار کی اور جو شخص گمراہ ہوا وہ بیان اور حجت کے بعد گمراہ ہوا اور سُن لو کہ گزشتہ زمانے میں اگر کوئی نبی قتل کیا گیا تو اس کے عوض ستر ہزار جنگجو قتل کیے گئے اور کبھی کوئی خلیفہ قتل کیا گیا تو اس کے بدلے پینتیس ہزار لڑنے والے قتل کیے گئے تم ان شیخ کبیر (حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ)'' کے قتل میں جلدی مت کرو پس اللہ کی قسم! جو شخص ان کے قتل میں شریک ہوگا وہ روز محشر اللہ تعالیٰ کے سامنے اس طرح پیش ہوگا کہ اس کا ہاتھ کٹا ہوا اور شل ہوگا اور تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ جو حق باپ کا اس کے بیٹے پر ہوتا ہے

Marfat.com

وہی حق امیر المومنین کا تمہارے اوپر ہے۔"

ابھی حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہیں تک خطاب کیا تھا کہ باغی آگ بگولا ہو گئے اور کہنے لگے اس یہودی (نعوذ باللہ) نے جھوٹ کہا ہے اسے اور عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) دونوں کو قتل کر دو حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی طرف دیکھا اور فرمایا۔

"تم نے جھوٹ کہا اللہ کی قسم تم گنہگار ہو میں یہودی نہیں ہوں میں تو مسلمانوں میں سے ایک ہوں جاہلیت میں میرا نام حصین تھا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ رکھا اللہ تعالیٰ میرے اسلام کو جانتا ہے اور اس کا رسول جانتا ہے مومنین جانتے ہیں۔ قرآن مجید کی یہ آیات مبارکہ میرے ہی بارے میں نازل ہوئی ہیں۔"

قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ

(سورۃ الرعد رکوع 6)

"کہہ دیجئے اللہ میرے اور تمہارے درمیان کافی ہے گواہی کے لیے اور وہ لوگ کافی ہیں جن کے پاس کتاب کا علم ہے۔"

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَكَفَرْتُمْ بِهٖ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى مِثْلِهٖ فَاٰمَنَ وَاسْتَكْبَرْتُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ○ (سورۃ الاحقاف رکوع 1)

"کہہ دیجئے کیا تم نے دیکھا ہے اگر یہ اللہ کے نزدیک ہے اور تم نے اس کا انکار کیا حالانکہ بنی اسرائیل میں سے بھی ایک گواہ نے اس جیسے پر گواہی دی اور ایمان لے آیا اور تم نے تکبر کیا تحقیق اللہ تعالیٰ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔"

پس یاد رکھو اگر تم نے امیر المومنین کو قتل کیا تو اللہ کی قسم! فرشتے مدینہ طیبہ سے نکل جائیں گے اور اللہ کی وہ تلوار نیام سے باہر نکل آئے گی جو اس وقت تک نیام میں بند ہے اور پھر قیامت تک نیام میں واپس نہیں جائے گی۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقریر کا باغیوں پر کچھ اثر نہ ہوا اور بالآخر انہوں

Marfat.com

نے گھر کی دیوار پھلانگ کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کر دیا جب یہ خبر حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہوئی تو بے اختیار فرمایا آہ آج عرب کی قوت کا خاتمہ ہو گیا۔

مروی ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدینہ طیبہ کے دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بیٹوں کے ہمراہ بیت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حفاظت کی جب مفسد مکان پر یورش کرنے کے لئے آگے بڑھے تو حضرت امام حسن اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بڑی پامردی سے انہیں روکا اس موقع پر باغیوں اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے محافظین میں جنگ بھی ہوئی جس میں حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑی سرگرمی سے حصہ لیا لیکن چند مفسدان حضرات کی نظر بچا کر دوسری طرف سے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان میں داخل ہو گئے اور خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑی بے دردی سے شہید کر دیا جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس روح فرسا واقعہ کی خبر ہوئی تو وہ افتاں وخیزاں موقع پر آئے اور حضرت حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی سرزنش کی کہ تمہاری موجودگی میں امیر المومنین کیسے شہید کر دیئے گئے۔ لیکن ظاہر ہے کہ اس میں حضرت حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی کوتاہی کو کوئی دخل نہیں تھا اور یہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے ساتھیوں کی جرات وشجاعت اور سرگرمی ہی تھی کہ اس نے مفسدوں کو اس جانب سے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان میں داخل ہونے سے باز رکھا۔ (تاریخ اسلام۔ تاریخ الخلفاء)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت:

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے حوالے سے حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جن دنوں میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ محصور تھے میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھا ایک شخص نے آ کر کہا کہ عنقریب امیر المومنین (حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو شہید کر دیا جائے گا۔ یہ سن کر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوراً کھڑے ہو گئے میں نے اس وقت آپ کی حفاظت کی غرض سے آپ کی کمر پکڑ لی آپ نے فرمایا مجھے چھوڑ دو پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر پہنچے مگر اس وقت تک امیر المومنین شہید ہو چکے تھے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں سے واپس آ کر اپنے گھر میں

Marfat.com

داخل ہوئے اور اندر سے دروازہ بند کر لیا لوگوں نے آ کر دروازہ کھٹکھٹایا اور آپ کے گھر میں داخل ہو کر آپ سے کہا کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید کر دیے گئے اور مسلمانوں کو خلیفہ کی ضرورت ہے اور اس وقت آپ سے زیادہ خلافت کا حقدار ہماری نظر میں اور کوئی نہیں ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب میں ارشاد فرمایا مجھے خلیفہ بنانے کا خیال ترک کر دو میں امیر ہونے سے بہتر تمہارے لیے وزیر ہوں لوگوں نے کہا اللہ کی قسم! آپ سے زیادہ خلافت کا حقدار ہم کسی اور کو نہیں جانتے۔ آپ نے فرمایا اگر تم نہیں مانتے تو میری بیعت پوشیدہ طور پر نہیں ہوگی میں مسجد (نبوی) میں جاتا ہوں جو میری بیعت کرنا چاہے وہاں آ کر میری بیعت کرے یہ فرما کر آپ مسجد نبوی میں تشریف لے گئے اور لوگوں نے آپ کی بیعت کر لی پس آپ شہادت کے وقت تک امام برحق تھے۔ (غنیۃ الطالبین)

اس ضمن میں علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رقمطراز ہیں کہ جناب قیس بن عباد کہتے ہیں کہ میں نے جنگ جمل کے روز حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سُنا کہ آپ فرما رہے تھے کہ اے اللہ! تُو خوب جانتا ہے کہ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خون سے بالکل بری ہوں بلکہ جس روز آپ کو شہید کیا گیا تو (اس صدمہ کے باعث) میرے حواس مختل ہو گئے تھے جب لوگ بیعت کے لیے میرے پاس آئے تو میں نے اُس وقت بیعت لینا بُرا سمجھا اور میں نے ان سے کہا کہ واللہ! مجھے شرم آتی ہے کہ میں اس قوم سے بیعت لوں جس نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کر دیا اور پھر اس صورت میں تو اور بھی شرم کا مقام ہے کہ عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابھی دفن بھی نہیں ہوئے ہیں اور میں بیعت لوں یہ سُن کر لوگ واپس چلے گئے لیکن وہ پھر آئے اور مجھ سے پھر بیعت کا سوال کیا تو میں نے پھر کہا یا اللہ! میں اس افتاد سے ڈرتا ہوں جو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر پڑی ہے آخر کار جب میرا دل قابو میں آیا تو میں نے لوگوں سے بیعت لے لی مگر جب انہوں نے مجھے امیر المومنین کہہ کر پکارا تو ان کے اس خطاب سے میرے دل پر چوٹ لگی اور میں نے دعا کی کہ اے اللہ! مجھے عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بدلہ لینے کا حوصلہ عطا فرما تا کہ عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجھ سے راضی ہو جائیں۔ (تاریخ الخلفاء)

اسی حوالے سے ابنعسا کرنے ابو خلدہ حنفی سے بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ

Marfat.com

تعالیٰ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بنو اُمیہ کا یہ خیال ہے کہ میں نے عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو قتل کرایا میں اللہ کی الوہیت کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ نہ میں نے انہیں قتل کرایا اور نہ قتل کی سازش میں تعاون کیا بلکہ میں نے تو قتل سے ہر طرح باز رکھنے کی کوشش کی لیکن انہوں نے میرا کہنا نہ سُنا۔ (تاریخ الخلفاء)

اس ضمن میں ڈاکٹر طٰہٰ حسین اپنی کتاب میں تحریر کرتے ہیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد مہاجرین اور انصار دونوں نے غور و فکر کیا اور صحابہ سے ملاقاتیں کیں انہوں نے دیکھا کہ سارے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کو پسند کرتے ہیں اور ان کے ساتھیوں (حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے مقابلے میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلافت کا اہل سمجھتے ہیں چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اُن سے خلافت قبول کرنے کی درخواست کی اور اس پر مصر ہوئے مفسدوں جنہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کیا تھا نے بھی صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تائید کی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امر خلافت سے علیحدہ رہنا چاہا مگر کوئی صورت نظر نہ آئی جب (صرف) مفسدین نے ان؟ سے خلافت قبول کرنے کی درخواست کی تھی تو انہوں نے یہ درخواست مسترد کردی تھی مگر چونکہ اب مہاجرین وانصار یہ درخواست لے کر آئے تھے اس لئے انہوں نے قبول کرلی۔

(الفتنہ الکبریٰ جلد علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ونبوہ صفحہ 9)

اہل شام کا انکار:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت پر مدینہ طیبہ کے اہل حل وعقد اشخاص نے اتفاق کرلیا تھا اور آپ کی بیعت بھی چند صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے سوا سب نے کرلی تھی اس کے بعد دوسرے شہروں میں آپ کی خلافت کی خبر بھیجی گئی اس ضمن میں فتح الباری شرح صحیح بخاری شریف میں لکھا ہے کہ۔

''حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے معابعد ذی الحج کے آغاز میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت خلافت کی گئی اس بیعت میں مدینہ کا ہر وہ شخص شریک ہوا جو اس وقت

Marfat.com

شہر میں موجود تھا تمام اسلامی مملکتوں میں اس بیعت کی اطلاع بھیجی گئی اور ہر شہر کے مسلمانوں نے برضا و رغبت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اطاعت اختیار کی صرف حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اہل شام نے انکار کیا۔"

(فتح الباری شرح صحیح بخاری جلد ص 7-576)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انکار:

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرصہ دراز سے شام کے گورنر تھے ان کے بڑے بھائی یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دمشق کا گورنر مقرر فرمایا تھا۔ یزید کے انتقال کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کی جگہ گورنر مقرر کیا گیا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے تک وہ صرف دمشق۔ کے گورنر رہے لیکن حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں سارے شام کا گورنر مقرر کر دیا۔ اس طرح حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو طویل عرصے تک اس علاقے پر حکمران رہنے کا موقع ملا۔ اس عرصے میں انہوں نے اپنی طاقت کو خوب مستحکم کر لیا اور بنوامیہ کی ایک کثیر تعداد کو عرب سے لے جا کر شام میں آباد کیا اہل شام کے ساتھ انہوں نے خاص طور سے حسن سلوک کا مظاہرہ کیا اور انعام واکرام سے اپنا گرویدہ بنا لیا وہ بڑے زیرک اور نہایت دور اندیش آدمی تھے۔

جب انصار و مہاجرین اور اہل مدینہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت قائم ہو گئی تو حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کرنے سے انکار کر دیا اور جواز یہ پیش کیا کہ پہلے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتلوں سے انتقام لیجئے حالانکہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خوب معلوم تھا کہ مجرموں کی گرفت کرنے کے معاملے میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بے حد سخت گیر ہیں اور جرم ثابت ہو جانے کی صورت میں وہ کسی کو نہ چھوڑیں گے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خون آلود قمیض اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ حضرت نائلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کٹی ہوئی انگلیاں جامع مسجد دمشق میں رکھوا دیں تا کہ لوگ ان کو دیکھیں اور اس واقعہ کا ہر ایک کو علم ہو جائے

Marfat.com

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگ مسجد میں آتے اور یہ چیزیں دیکھ کر دھاڑیں مار مار کر روتے اس طرح اطراف و جوانب میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف ایک آگ سی لگ گئی اور لوگ یہ سمجھنے لگے کہ شہادت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی ہاتھ ہے یا کم از کم قاتلان عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پشت پناہی حاصل ہے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بار بار خون عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بریت کا اظہار کیا اور حلفاً بیان کیا کہ میرے ہاتھ خون عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پاک ہیں جہاں تک قصاص کا تعلق ہے موقع کا کوئی گواہ موجود نہ تھا حضرت نائلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سوائے محمد بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اور کسی کو نہ پہچان سکی تھیں جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معلوم ہوا کہ محمد بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اس فتنے میں شامل تھے تو انہوں نے فوراً انہیں طلب کیا اور سختی سے باز پرس کی مگر انہوں نے بتایا کہ میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر میں ضرور داخل ہوا تھا مگر جب میں نے ان کی داڑھی پکڑی تو انہوں نے فرمایا کہ اے میرے بھتیجے اگر آج تیرا باپ زندہ ہوتا تو وہ اس فعل کو کبھی پسند نہ کرتا ان کے اس جملے سے میں سخت نادم ہوا اور باہر چلا آیا میرے آنے کے بعد انہیں شہید کیا گیا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت نائلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اس واقعہ کی تائید یا تردید چاہی انہوں نے محمد بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیان کی پوری تصدیق کی۔ ظاہر ہے کہ ان حالات میں جب قاتلوں کی نشاندہی کرنے والا کوئی موجود ہی نہ تھا اور حکومت کا سارا انظام بگڑا ہوا تھا تو قصاص کس سے اور کیوں کر لیا جا سکتا تھا۔

جنگ جمل کا واقعہ:

مدینہ طیبہ میں حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوا تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کر لی تھی حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ساتھ لوگوں کی ایک بہت بڑی تعداد کو ساتھ لے کر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس پہنچے اور ان کو ہمراہ لے کر مکہ مکرمہ ہوتے ہوئے بصرہ پہنچے اس لشکر میں بنو اُمیہ کی بھی ایک بڑی تعداد شامل تھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی قیادت میں لشکر نے بصرہ پہنچ کر شہر پر قبضہ کر لیا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

Marfat.com

کے خون کا مطالبہ کیا جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان واقعات کی اطلاع ہوئی تو آپ مدینے سے ایک لشکر جرار لے کر روانہ ہوئے۔ آپ کا لشکر شہر سے باہر خیمہ زن ہوا اور پیشتر اس کے کہ تلواریں بے نیام ہو کر مسلمانوں کا خون بہائیں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قاصد بھیج کر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ملاقات کی درخواست کی۔ یہ ملاقات بڑی مبارک ثابت ہوئی اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے گفتگو کرنے کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر واضح ہو گیا کہ ان کے سامنے معاملات کو غلط صورت میں پیش کیا گیا تھا۔ نہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شہادت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کوئی تعلق ہے نہ قاتلین عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انتقام لینے میں انہوں نے دانستہ اغماض برتا ہے اور انہیں انصار و مہاجرین نیز صحابہ کی اکثریت نے بہ اتفاق خلیفہ منتخب کیا ہے یہی وجہ ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صلح کر لی اور فیصلہ ہو گیا کہ اگلی صبح کو نماز فجر کے بعد صلح کا اعلان کر دیا جائے گا۔ اس مصالحت سے جہاں عام مسلمانوں کے دلی جذبات مسرت سے لبریز ہو رہے تھے وہاں لشکر علوی کے بعض مفسد اور بنوامیہ کے شرپسند عناصر سخت برافروختہ تھے چنانچہ رات کی تاریکی میں جب لوگ بے خبر پڑے سو رہے تھے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لشکریوں میں سے بنوامیہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لشکر پر اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لشکر میں سے مفسدین نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لشکر پر حملہ کر دیا اور اس طرح جنگ شروع ہو گئی ہر چند کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دونوں نے اپنی فوجوں کو روکا مگر ایک تو رات کی تاریکی دوسرے تلواریں بے نیام ہو چکیں تھیں اور لوگ ایک دوسرے سے گتھ چکے تھے آخر کار ایک شدید اور خوں ریز جنگ کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لشکر کو شکست ہوئی اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ام المومنین کو بڑی عزت واحترام کے ساتھ بصرے کے ایک رئیس کے گھر بھیج دیا جہاں چند روز قیام کرنے کے بعد وہ مدینہ منورہ چلی گئیں۔

اس جنگ میں حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہو گئے ان کے علاوہ طرفین کے تیرہ ہزار مسلمان مارے گئے۔ (تاریخ اسلام۔ تاریخ الخلفاء)

Marfat.com

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مابین جنگ:

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب جنگ جمل سے فارغ ہوئے تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خروج کر دیا اُن کے ساتھ شامی لشکر تھا کوفہ سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی بڑھے اور صفین کے مقام پر ماہ صفر 37 ہجری میں زبردست لڑائی ہوئی جنگ کا یہ سلسلہ کئی روز تک جاری رہا اس جنگ کے بارے میں علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں کہ۔

''تیسرے دن حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ (حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے) اور حضرت عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن العاص (حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے) میدان میں نکلے یہ معرکہ گذشتہ معرکوں کے مقابلے میں بڑا سخت تھا آخر عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس شدت سے حملہ کیا کہ (حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کمانڈر) عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پسپا ہونا پڑا۔''

(تاریخ ابن خلدون جز ثانی حصہ دوم صفحہ 172)

''مزید لکھتے ہیں کہ''

''حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک شاندار خیمے میں بیٹھے لوگوں سے مارنے مرنے کی بیعت لے رہے تھے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کمانڈر عبداللہ بن بدیل نے شام کے کماندار لشکر حبیب بن مسلمہ پر حملہ کیا۔ دوپہر تک بڑی شدید جنگ ہوتی رہی ظہر کے بعد (حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کمانڈر) عبداللہ بن بدیل نے اپنی فوج کو جوش دلا کر متحدہ حملہ کیا یہ حملہ اتنا شدید تھا کہ حبیب بن مسلمہ مع اپنے لشکر کے میدان سے نکل بھاگا اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جا کر دم لیا۔''

(ابن خلدون جز ثانی حصہ دوم صفحہ 172)

یہ صورت حال دیکھ کر حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُن لوگوں کا ایک لشکر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لشکر پر حملہ کرنے کے لئے بھیجا جو ان کے ہاتھ پر مارنے مرنے کی قسم کھا چکے تھے اس لشکر نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فوج کے دائیں بازو پر حملہ کیا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ میمنہ کی ترتیب بگڑ گئی مگر عبداللہ بن بدیل کے ساتھ دو تین سو آدمی (پھر بھی) ثابت قدم رہے البتہ

Marfat.com

بائیں بازو کے کمانڈر مفر کو پسپا ہونا پڑا۔

(حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک کمانڈر) اشتر نے فوج کے ایک گروہ کے ساتھ قسم کھائی کہ جب تک فتح مند نہ ہو جائیں میدان سے نہیں ہٹیں گے اس کے بعد اشتر نے لشکر شام کے دائیں بازو پر اور ان کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی باقی فوج نے تابڑ توڑ حملے شروع کر دیئے آخر عصر اور مغرب کے درمیان شام کے لشکر کی ترتیب بگڑ گئی اور وہ بھاگ کھڑا ہوا اشتر نے شکست خوردہ سپاہیوں کا پیچھا کیا اور انہیں مارتے مارتے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچا دیا۔

(ابن خلدون جز ثانی حصہ دوم صفحہ 173)

اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لشکر نے پھر ایک حملہ کیا اور لڑتا ہوا حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچ گیا۔ اس لشکر نے بڑی بے جگری سے جنگ کی اور اس کے بہت سے افراد قتل ہوئے باقی زخمی ہو کر لوٹ آئے۔

''پھر اشتر (حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کمانڈر) قبیلہ ہمدان اور بعض دوسرے قبائل کو لے کر شامی فوج کی طرف بڑھا اور اس قوت سے حملہ کیا کہ اہل شام کو شکست ہو گئی اور وہ بھاگ کر ان لوگوں کے پاس چلے گئے جنہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر مارنے مرنے کی قسم کھائی تھی یہ لوگ اپنے آپ کو عماموں کے ساتھ باندھے ہوئے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اردگرد حلقہ کیے ہوئے تھے اشتر نے آگے بڑھ کر ان پر بھی حملہ کیا اور ان کی چار صفیں کاٹ کر پھینک دیں۔''

(تاریخ ابن خلدون جز ثانی حصہ دوم صفحہ 173)

اس کے بعد جنگ کا حال بیان کرتے ہوئے علامہ ابن خلدون تحریر کرتے ہیں کہ۔

''حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قبائل ربیعہ مضر اور ہمدان کو ساتھ لے کر شامی فوج پر شدید حملہ کیا جس سے اہل شام کی صفیں کی صفیں تتر بتر ہو گئیں اور ان کے مقتولوں کے ڈھیر لگ گئے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگ کرتے اور شامیوں کو قتل کرتے ہوئے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچ گئے اور جوش میں آ کر انہیں للکارا کہ اے معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ! خلق

Marfat.com

خدا کا بلاوجہ خون بہانے سے کیا حاصل؟ آؤ ہم دونوں آپس میں نبٹ لیں اور جو دوسرے پر غالب آ جائے وہی امیر ہو۔ یہ سن کر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو قریب ہی کھڑے تھے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ اے معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ تو فیصلے کا بڑا اچھا طریقہ ہے یعنی اسے قبول کرلو حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ اگر یہ فیصلہ اتنا ہی اچھا ہے تو اسے تم اپنے لئے کیوں پسند نہیں کر لیتے کیا تم نہیں جانتے کہ جو علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقابلے پر آئے یہ اسے ہلاک کئے بغیر نہیں چھوڑتے۔"

(تاریخ ابن خلدون جز ثانی حصہ دوم صفحہ 174)

جنگ کا اختتام:

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فوجوں کے مابین یہ جنگ کئی دنوں تک جاری رہی دونوں میں سے کوئی بھی فریق پیچھے ہٹنے کو تیار نہ تھا لیکن بالآخر فریقین میں جنگ بندی ہوگئی اس ضمن میں تاریخ کے اوراق میں لکھا ہے کہ۔

"ساری رات جنگ ہوتی رہی یہ جمعہ کی شب تھی اور لیلۃ الہریر کہلاتی ہے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رات بھر اپنی فوجوں میں پھرتے اور انہیں جوش دلا دلا کر آگے بڑھاتے رہے صبح تک جنگ اسی صورت سے جاری رہی اشتر دائیں بازو پر (کمانڈر) تھے اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بائیں بازو پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فوج یک جا ہو کر متحدہ طاقت سے حملے کر رہی تھی یہ جمعہ کے دن کا واقعہ ہے دوپہر کے بعد اشتر نے فوج کا علم حیان بن ہوذہ نخعی کو دیا اور خود گھوڑے پر بیٹھ کر سواروں کے لشکر کی طرف گئے اور شامیوں پر حملہ آور ہونے کی تلقین کی ایک بڑی جماعت سرفروشی پر کمربستہ ہو کر اشتر کے ساتھ حملہ کرنے بڑھی اشتر اور ان کے ہمراہیوں نے نعرۂ تکبیر لگا کر اس شدت سے حملہ کیا کہ شامی بھاگ کھڑے ہوئے۔ اشتر لڑتے ہوئے شامیوں کی لشکر گاہ تک جا پہنچے اور ان کے علمبردار کو قتل کر دیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اشتر کو کامیاب ہوتے دیکھ کر پے درپے کمک روانہ کرنا شروع کر دی حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ اشتر کی شدت جنگ سے گھبرا گئے اور اپنے ساتھیوں کی ہلاکت کے خوف سے انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مشورہ دیا کہ کیا کرتے ہو؟ تم کامیاب نہیں ہو سکتے اپنے لشکریوں کو ہدایت کرو

Marfat.com

کہ وہ نیزوں پر قرآن حکیم بلند کر کے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فوجوں سے کہیں کہ ہمارے اور تمہارے درمیان خدا کا کلام حکم ہے آؤ اس کا فیصلہ تسلیم کرلیں اگر وہ قبول کرلیں تو فی الحال جنگ رُک جائیگی اور ہم شکست کی بدنامی سے بچ جائیں گے اور اگر انہوں نے نہ مانا تو بھی فائدہ ہمیں کو پہنچے گا۔"

(تاریخ ابن خلدون جز ثانی حصہ دوم صفحہ 174)

حضرت عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن العاص اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ چال کامیاب ثابت ہوئی باوجودیکہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی فوج کو لاکھ سمجھایا کہ یہ ایک فریب ہے اب تم غالب آرہے ہو اور دشمن کو اپنی شکست کے آثار نظر آرہے ہیں اس لئے وہ اس سے بچنے کے لئے کلام اللہ کا واسطہ دے رہے ہیں مگر آپ کی فوج کے ایک حصے کی سمجھ میں یہ بات نہ آئی اور اس نے کہا کہ امیر المومنین! یہ بات سخت قابل اعتراض ہے کہ ہمیں کلام الٰہی کا واسطہ دیا جائے اور ہم نہ مانیں اس میں ہرج بھی کیا ہے اگر وہ کوئی ایسی بات کہیں گے جو ہمارے مقاصد کے خلاف ہوئی تو ہم نہیں مانیں گے لیکن اس وقت تو ہمیں ان کی بات مان لینی چاہیے۔ دوسرا گروہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہم خیال تھا اور اس نازک مرحلے میں جنگ بند کرنے کو سم قاتل سمجھتا تھا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سوچا کہ اگر پہلے گروہ کی منشا کے خلاف جنگ کی گئی تو حملے میں استقامت پیدا نہ ہو سکے گی دوسرے اس کا بھی امکان ہے کہ خود میری فوج ہی میں اختلاف پیدا ہو جائے معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس صورت حال سے فائدہ اٹھائیں گے اور جیتی ہوئی بازی شکست میں تبدیل ہو جائے گی اس لئے انہوں نے نہایت دوراندیشی سے کام لیتے ہوئے صلح کی پیش کش قبول کرلی۔

طے یہ پایا کہ ایک ثالت حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے اور ایک حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے مقرر کیا جائے۔ یہ دونوں ثالث قرآن کے مطابق فیصلہ کردیں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے مشہور صحابی حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن العاص حکم مقرر ہو۔ ان دونوں نے تبادلہ خیال اور غور و خوض کے بعد فیصلہ کیا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

Marfat.com

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وجہ سے امت کا خون بہ رہا ہے اس لئے دونوں کو معزول کر دیا جائے اور مسلمان کسی تیسرے شخص کو خلیفہ منتخب کر لیں چنانچہ ایک مقررہ تاریخ کو یہ اعلان کر دیا گیا مگر چونکہ یہ اعلان اس اعتبار سے غلط تھا کہ اعلان کرنیوالوں نے اپنے دائرہ کار سے باہر ہو کر کام کیا تھا انہیں کسی کے عزل یا نصب کا اختیار نہیں دیا گیا تھا اور نہ یہ مسئلہ زیر بحث تھا کہ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلافت کے مستحق ہیں یا معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا کوئی تیسرا؟ بلکہ مسئلہ تو یہ تھا کہ قاتلین عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قصاص نہ لینے میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے تاخیر کیوں ہوئی اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ و حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مابین ہونے والی جنگ کو ختم کر کے دونوں میں مصالحت کن بنیادوں پر کرائی جائے چونکہ یہ فیصلہ کلام اللہ کے مطابق نہ تھا اس لئے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔

خوارج سے جنگ:

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے حکم یعنی ثالث مقرر کرنے کی درخواست قبول کر لی تو آپ کے لشکر سے ایک جماعت آپ کا ساتھ چھوڑ کر الگ ہو گئی اور انہوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کا انکار کر کے لاحکم الا اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا حکم نہیں ہے کا نعرہ بلند کر دیا اور کوفہ سے نکل کر انہوں نے موضع بحرورا میں اپنا لشکر جمع کر لیا ان کو خوارج کہا گیا ان لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جنگ کرنے کی تیاریاں شروع کر دیں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پہلے تو ان لوگوں کو سمجھانے اور راہ راست پر لانے کے لیے کافی کوشش کی مگر وہ کسی طرح نہ مانے چنانچہ آپ نے ان کی سرکوبی کے لیے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قیادت میں ایک لشکر روانہ کیا طرفین میں جنگ ہوئی جنگ کے بعد کچھ لوگ تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لشکر میں شامل ہو گئے جبکہ کچھ لوگ اپنے عقیدے پر قائم رہے اور اپنی جان بچا کر نہروان کی طرف فرار ہو گئے نہروان میں انہوں نے اپنی قوت کو یکجا کیا اور لوٹ مار اور قتل و غارتگری کا سلسلہ شروع کر دیا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کئی بزرگ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو انہیں سمجھانے کے لیے بھیجا اور خوارج کے وفود کو بلا کر خود بھی نصیحت و وعظ سے کام لیا مگر خوارج اپنے موقف پر ڈٹے رہے جب ان کو راہ

Marfat.com

راست پر لانے کی تمام تدبیریں فیل ہوگئیں تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے لشکر کی ترتیب مقرر کی۔

اس موقع پر بھی آپ نے دانشمندی سے کام لیتے ہوئے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوامان کا جھنڈا دے کر فرمایا کہ تم اس جھنڈے کو لے کر ایک بلند مقام پر کھڑے ہو جاؤ۔ اور بآواز بلند اعلان کر دو کہ جو شخص بغیر جنگ کیے ہوئے اس طرف آ جائے گا اس کو امان دی جائے گی اور جو شخص کوفہ یا مدائن کی طرف چلا جائے گا وہ بھی محفوظ رہے گا۔ اس اعلان کو سُن کر خوارج کے لشکر سے ابن نوفل اشجعی پانچ سو سواروں کے ساتھ خوارج سے الگ ہو گیا۔ کچھ لوگ کوفہ کی طرف چل پڑے اور کچھ نے مدائن کی راہ لی کچھ لوگ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لشکر میں شامل ہو گئے۔ اس طرح خوارج کے لشکر کی تعداد ایک تہائی سے بھی کم رہ گئی پھر فریقین میں زبردست جنگ ہوئی۔ جس میں تمام خوارج اپنے بڑے بڑے سرداروں سمیت مارے گئے ان کے صرف نو افراد زندہ بچ نکلنے میں کامیاب ہوئے۔ (تاریخ اسلام)

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہادری:

جنگ جمل ہو جنگ صفین ہو یا نہروان کا معرکہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان تمام لڑائیوں میں حصہ لیا اور بہادری و ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا ایک عرب مورخ عمر ابوالنصر آپ کی شجاعت کا حال بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے ایک لڑائی میں حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میدان میں نکل کر دشمن کو ان الفاظ میں چیلنج کیا تھا کہ۔

"کوئی ہے جو میرا مقابلہ کرنے کے لئے نکلے۔"

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ چیلنج سُن کر ایک بہت بڑا بہادر زبرقان مقابلے کے لئے نکلا اور پوچھا کہ تم کون ہو؟

فقال: انا الحسین بن علی فقال له الزبرقان: انصرف یا نبیی فانی واللّٰه لقد نظرت الی رسول اللّٰه مقبلا من ناحیة قباء علی ناقه حمراء وانت یومئذ قدامه فما

Marfat.com

كنت لا لقي رسول الله صلى الله عليه وسلم بدمك

(الحسین ص 41)

آپؓ نے فرمایا کہ میں حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن علی ہوں (اس پر) زبرقان نے کہا اے میرے بیٹے تم میدان سے ہٹ جاؤ (کیونکہ) ایک روز میں نے دیکھا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اونٹنی پر سوار ہو کر قبا کی طرف جا رہے تھے اور تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے بیٹھے تھے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس حالت میں ملاقات کرنا پسند نہیں کرتا کہ میرے ہاتھ تمہارے خون سے رنگین ہوں۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حکومتی امور پر خصوصی توجہ:

تاریخ کے اوراق میں رقم ہے کہ جنگ صفین کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیشتر وقت نظم ونسق کی اصلاح میں گذرا۔ سب سے پہلے آپ نے سرحدوں کی طرف توجہ فرمائی اور تھوڑے تھوڑے فاصلے پر مضبوط سرحدی چوکیاں قائم کیں جن میں اسلحہ جنگ سے لیس فوجیں دشمن کا مقابلہ کرنے کے لیے ہر وقت تیار رہتی تھیں اس کے علاوہ آپ نے فارس کے علاقے میں بہت سے مستحکم قلعے تعمیر کرائے ان میں سے اصطخر کا قلعہ خاص طور سے مشہور ہے۔

(تاریخ کبیر صفحہ 345)

اس کے علاوہ آپ کے زمانے میں اور بھی بہت سی تعمیرات ہوئیں جن میں سے فرات کا پل فن تعمیر کا اعلیٰ نمونہ تھا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس بات کو بخوبی سمجھتے تھے کہ جب تک گورنر اور اعلیٰ حکام کی اصلاح نہیں ہوگی عوام کی اصلاح نہیں ہوسکتی اور نہ حسن انتظام پیدا ہوسکتا ہے چنانچہ اسی خیال کے پیش نظر آپ اپنے عمال کا بڑی سختی سے محاسبہ فرماتے اور انہیں جلد جلد فرمان بھیجتے رہتے یہی نہیں بلکہ نیک صالح اور انتظامی امور کا تجربہ رکھنے والوں کو مختلف علاقوں میں متعین فرماتے اور انہیں ہدایت دیتے کہ لوگوں کے پاس پہنچ کر حالات کا جائزہ لو اور تفتیش وتحقیق کر کے مجھے رپورٹ کرو کہ ان علاقوں میں انتظامی صورت کیسی ہے اور عمال اپنے فرائض منصبی کو دیانت داری سے ادا کر رہے ہیں یا نہیں؟ چنانچہ تاریخ میں درج ہے کہ ایک دفعہ آپ نے مشہور صحابی حضرت کعب

Marfat.com

رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابن مالک کو حکم دیا کہ۔

"آپ قابل اعتبار لوگوں کی ایک جماعت لے کر عراق جایئے اور ہر ضلع میں جا کر عمال کے حالات اور طریق کار کی تحقیق کیجئے۔" (کتاب الخراج صفحہ 167)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ملکی انتظامات میں بعض جدید اصلاحات بھی کیں مثلاً آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پہلے کسی خلیفہ کے زمانے میں جنگلات پر محصول عاید نہیں کیا گیا۔ حضرت علیرضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے اجتہاد سے فیصلہ فرمایا کہ جنگلات بھی آمدنی کا ایک ذریعہ ہیں۔اس لئے ان پر بھی محصول لگایا جائے۔اس طرح اسلامی ریاست کی آمدنی میں بڑا اضافہ ہوا مورخین نے اس سلسلے میں ایک جنگل کا ذکر کیا ہے۔جس سے چار ہزار درہم مالگذاری بیت المال میں داخل ہوا کرتی تھی۔(کتاب الخراج صفحہ 50)

حضرت علیرضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پہلے گھوڑوں پر زکوۃ لی جاتی تھی مگر آپ نے فرمایا کہ چونکہ گھوڑے سواری باربرداری اور جنگی ضروریات کے لئے بڑی اہمیت رکھتے ہیں اس لئے انہیں زکوۃ سے مستثنیٰ کر دیا جائے تا کہ ان کی افزائش نسل میں کمی نہ ہو چنانچہ آپ کے حکم کے تحت گھوڑے زکوۃ سے مستثنیٰ کر دیئے گئے۔(کتاب الخراج صفحہ 44)

اسی طرح آپ نے جرم وسزا کے باب میں بھی بعض اصلاحات فرمائیں مثلاً آپ سے پہلے شرابی کو سزا تو دی جاتی تھی مگر اس کی حد مقرر نہیں تھی ہر حاکم یا قاضی حسب ضرورت کوڑوں کی تعداد مقرر کر دیتا تھا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس جرم کی سزا کے طور پر اسی کوڑوں کی حد مقرر فرمادی۔(کتاب الخراج صفحہ 99)

بغاوتوں کا قلع قمع:

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہر معاملے میں کامیاب وسرخرو دیکھ کر حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خیال آیا کہ اب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو استحکام حاصل ہو رہا ہے اور اگر ان کی قوت اسی طرح بڑھتی گئی تو وہ مجھے شام پر برقرار نہیں رہنے دیں گے چنانچہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاقوں کو تاراج کرنے کا منصوبہ بنایا اور اپنے جرنیلوں کو فوجیں دے کر بصرہ یمن مدینہ اور مکہ کی طرف بھیجا۔ان میں سے عبداللہ بن الحضرمی نے بصرہ پہنچ کر پہلے تو

Marfat.com

سازشیں کر کے لوگوں کو اپنے ساتھ ملایا۔ اور پھر بصرہ کے بیت المال پر قابض ہو گیا رفتہ رفتہ سارے بصرہ پر اس کا تسلط قائم ہو گیا۔ جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو آپ نے فوراً امدادی فوج بھیجی اور ایک یا دو دن کی جنگ کے بعد عبداللہ بن الحضرمی کو شکست ہوئی اور وہ مارا گیا۔ اس طرح بصرہ پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قبضے میں آ گیا۔

(تاریخ ابن خلدون جز ثانی حصہ دوم صفحہ 182، 183)

پھر حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نعمان بن بشیر کو عین التمر پر سفیان بن عوف کو مدائن پر اور بسر بن ارطاط کو مکہ مدینہ اور یمن پر قبضہ کرنے کے لئے بھیجا مگر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جرنیلوں نے نعمان بن بشیر اور سفیان بن عوف کو شکست دے کر ان علاقوں سے نکال دیا البتہ بسر بن ارطاط نے مکہ اور مدینہ پر قبضہ کر کے لوگوں سے جبراً حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت لی اور یمن جا کر وہاں کے گورنر ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دو فرزندوں کو قتل کر دیا جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان واقعات کی خبر ہوئی تو آپ نے فوراً جاریہ بن قدامہ اور وہب بن مسعود کو چار ہزار کا لشکر دے کر ابن ارطاط کی سرکوبی کے لئے بھیجا۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ان دونوں جرنیلوں نے ابن ارطاط کو ہر جگہ شکست دی اور حجاز سے نکال دیا۔ اس طرح عراق اور حجاز دونوں میں جہاں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فوجی دستوں نے قتل وغارت برپا کر رکھی تھی پوری طرح امن قائم ہو گیا جو آخر تک برقرار رہا۔

(حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خانہ جنگی میں الجھا ہوا دیکھ کر) فارس کے لوگوں نے اپنے عامل سہیل بن حنیف کو نکال دیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جاریہ بن قدامہ کے مشورے پر زیاد کو فارس کا گورنر مقرر کیا چنانچہ زیاد ایک زبردست لشکر لے کر فارس پہنچا اور جنگ کر کے سب کو شکست دی پھر کرمان جا کر وہاں کے لوگوں کو بھی مغلوب کیا اور اصطخر کے قلعہ میں آ کر فروکش ہوا۔

(تاریخ ابن خلدون جز ثانی حصہ دوم صفحہ 183)

ایک روایت کے مطابق زیاد نے سارے فارس کو مطیع وفرمانبردار کر کے ایسا امن وامان قائم کیا اور اس کے ذریعہ سے عدل وانصاف کا ایسا دور دورہ ہوا کہ اہل فارس بے ساختہ پکار اٹھے کہ واللہ اس عربی نے نوشیروان عادل کی یاد تازہ کر دی ایک اور مورخ لکھتا ہے کہ۔

Marfat.com

"کابل اور سجستان کے علاقے میں امیر بن احمر ایشکری حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں قائم مقام گورنر تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگ جمل سے کامیاب ہو کر واپس آئے تو آپ کو معلوم ہوا کہ امیر کو خارج البلد کر دیا گیا ہے چنانچہ آپ حسکہ بن عتاب الحبطی اور عمران بن الفصیل البرجمی کو لے کر روانہ ہوئے اور زالق (سجستان و کابل کے درمیان میں ایک مقام جہاں بڑا مستحکم قلعہ تھا) میں خیمہ زن ہوئے اس علاقے کے غیر مسلم لوگ باغی ہو گئے تھے چنانچہ آپ نے ان سب کو شکست دے کر مغلوب کیا یہاں سے کثیر مال غنیمت ہاتھ آیا۔"

(فتوح البلدان البلاذری صفحہ 395)

اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہدایت فرمائی کہ سجستان کی بغاوت فرو کرنے کے لئے کسی شخص کو چار ہزار کی جمعیت کے ساتھ روانہ کر دو چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ربعی بن الکاس العنبری کو چار ہزار کا لشکر دے کر سجستان بھیجا ربعی نے باغیوں سے جنگ کر کے انہیں مطیع کیا اور ہر طرف امن وامان قائم کر دیا۔ (فتوح البلدان البلاذری صفحہ 395)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت:

خوارج میں سے جو لوگ زندہ بچ کر فرار ہوئے تھے ان میں سے تین افراد عبدالرحمٰن بن ملجم، عمرو بن بکر تمیمی اور برک بن عبداللہ تمیمی نے باہمی طور پر سازش کی کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کر دیا جائے چنانچہ ابن ملجم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عمرو بن بکر تمیمی نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور برک بن عبداللہ تمیمی نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کرنے کی حامی بھری چنانچہ اس مقصد کے لئے 16 یا 19 رمضان المبارک بروز جمعہ نماز فجر کا وقت مقرر ہوا۔

مقررہ تاریخ کو نماز فجر کے وقت عمرو بن بکر تمیمی مصر کی اس مسجد میں پہنچا جہاں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ امامت کرایا کرتے تھے اتفاق سے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ علیل تھے اور انہوں نے امامت کے لیے حضرت خارجہ بن ابی حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو

Marfat.com

بھیج دیا عمرو بن بکر نے ان کو حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سمجھ کر تلوار سے حملہ کیا اور قتل کر دیا۔

دوسری طرف دمشق میں برک بن عبداللہ تمیمی نے فجر کے وقت حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر مسجد میں حملہ کیا تلوار کے اس وار سے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ زخمی ہو گئے حملہ آور کو گرفتار کر لیا گیا ادھر کوفہ کی مسجد میں عبدالرحمٰن بن ملجم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر حملہ کیا اس کے ساتھ اس کے دو ساتھی وردان اور شبیب بھی تھے سب سے پہلے وردان نے آپ پر تلوار کا وار کیا آپ اس وقت مسجد میں داخل ہو رہے تھے یہ وار خطا ہو گیا اور دروازے کی چوکھٹ پر یا دیوار پر پڑا اسی دوران ابن ملجم نے اپنی تلوار سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیشانی پر وار کیا جو بہت کاری تھا۔ وردان نے بھاگ کر اپنے آپ کو بچانا چاہا مگر لوگوں نے اس کا تعاقب کر کے اسے پکڑ لیا اور قتل کر دیا جبکہ شبیب کو ایک شخص حضرمی نے پکڑ لیا مگر وہ چھڑا کر بھاگ گیا۔ ابن ملجم بھاگنے میں ناکام رہا اس کو گرفتار کر لیا گیا۔

ابن ملجم کو گرفتار کر کے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے پیش کیا گیا تو آپ نے حکم فرمایا اگر اس زخم سے میری وفات ہو جائے تو تم بھی اسے قتل کر دینا اور اگر میں ٹھیک ہو گیا تو خود جو مناسب سمجھوں گا کروں گا پھر آپ نے بنو عبدالمطلب کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا کہ۔

”میرے قتل کو مسلمانوں کی خونریزی کا بہانہ نہ بنانا صرف یہی ایک شخص جو میرا قاتل ہے اس کو قصاص میں قتل کرنا۔“

اس کے بعد اپنے صاحبزادے حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا۔

”اے حسن (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! اگر اس زخم کی تاب نہ لاتے ہوئے میرا انتقال ہو جائے تو تم بھی اس کی تلوار سے ایک ہی وار میں اسے قتل کرنا اور مثلہ ہرگز نہ کرنا کیونکہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مثلہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔“

اگلے روز آپ وفات پا گئے آپ کی وفات سے قبل حضرت جندب بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حاضر ہو کر عرض کی کہ اگر آپ کی وفات ہو جائے تو کیا ہم حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لیں۔ آپ نے فرمایا میں اس بارے میں کوئی بات نہیں کرتا تم لوگ جو مناسب سمجھنا کرنا پھر آپ نے حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے فرمایا۔

Marfat.com

"میں تمہیں اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرنے اور دنیا میں مبتلا نہ ہونے کی وصیت کرتا ہوں اگر کوئی چیز حاصل نہ ہو سکے تو اس پر افسوس نہ کرنا ہمیشہ حق بات کہنا یتیموں پر رحم اور بے کسوں کی مدد کرنا ظالم کے دشمن اور مظلوم کے مددگار رہنا قرآن حکیم پر عمل کرنا اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں ملامت کرنے والوں کی ملامت سے نہ ڈرنا۔"

اس کے بعد اپنے بیٹے محمد بن حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ میں تمہیں بھی ان باتوں کی اور دونوں بھائیوں کی تعظیم کرنے کی وصیت کرتا ہوں تم پر ان کا حق زیادہ ہے ان کی مرضی کے خلاف تمہیں کوئی کام نہیں کرنا چاہیے پھر حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے فرمایا کہ تمہیں بھی محمد بن حنفیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ساتھ اچھا سلوک کرنا چاہیے۔ (تاریخ اسلام)

اختلاف ختم نہ ہو سکا:

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد اہالیان کوفہ نے حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دست اقدس پر بیعت کر لی حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ تقریباً چھ ماہ تک مسند خلافت پر فائز رہے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مخالفت کی اور لشکر کشی کر دی حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ایک لشکر کے ساتھ نکلے مگر اُمت کے باہم کشت وخون سے بچنے کے لیے خلافت سے دستبرداری کا ارادہ کر لیا آپ نے بڑے تحمل سے اس مسئلے کے ہر پہلو پر غور کیا اور بالآخر اس نتیجے پر پہنچے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت سے لے کر اس وقت تک جنگ وجدل اور باہمی خونریزی کا ایک سیلاب ہے جو تھمنے کا نام ہی نہیں لیتا۔ ہزاروں مسلمان تلواروں کے گھاٹ اتر چکے ہیں نفاق اور بغض وحسد کی آہنی دیواریں حائل ہوتی چلی جا رہی ہیں ان حالات میں مناسب یہی ہے کہ جنگ سے احتراز کیا جائے کیونکہ جنگ مقصد نہیں اس سے تو اسلام کے مقاصد کا خون ہو رہا ہے یہ بھی واضح تھا کہ جن اہم مقاصد کے لئے مجبوراً جنگ شروع کی گئی تھی وہ وقت گزرنے کے ساتھ بڑی حد تک نظروں سے اوجھل ہو گئے تھے اور مختلف گروہ ایک دوسرے سے ذاتی انتقام لینے کے لئے سرگرم عمل تھے یہ سوچ کر حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلافت سے دست بردار ہو گئے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلاشرکت غیرے دنیائے اسلام کے حکمران بن گئے۔

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مابین درج

Marfat.com

ذیل صلح کی شرائط طے ہوئیں۔

(1) مدینہ منورہ عراق اور حجاز کے باشندوں سے مزید کوئی ٹیکس نہیں لیا جائے گا بلکہ صرف وہی ٹیکس وصول کیا جائے گا جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے سے لیا جارہا ہے۔

(2) حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذمے جو قرض ہے اس کی تمام تر ادائیگی امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کریں گے۔ (تاریخ الخلفاء)

بعض مورخین نے لکھا ہے کہ ان شرائط پر صلح ہوئی۔

(1) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صوبہ اہواز کا خراج حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہنچاتے رہیں گے۔

(2) کوفہ کے بیت المال میں جو کچھ ہے وہ سب امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیا جائے گا وہ اپنے اختیار سے اس پر جس طرح چاہیں تصرف کریں گے (چنانچہ کوفہ کے بیت المال میں پچاس لاکھ درہم تھے وہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دے دیے گئے)

(3) حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے متعلقین کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے اور یہ دونوں بھائی اور ان کے متعلقین جس شہر اور آبادی میں چاہیں گے اپنی رہائش رکھیں گے امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے عاملوں یا کارندوں کو یہ حق نہ ہوگا کہ وہ ان کو اپنا محکوم سمجھ کر اپنے کسی ذاتی حکم کی تعمیل کے لیے مجبور کریں۔

(تاریخ طبری، تاریخ اسلام، تاریخ الکامل، ناسخ التواریخ جلد نہم ص 102)

بلاشبہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمانوں کو مزید خونریزی سے بچانے کی غرض سے خلافت سے دستبردار ہوئے تھے اگرچہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس معاہدے پر رضامند نہ تھے مگر جب حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے معاہدہ کر لیا تو حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اس کی پوری پابندی کی عراق کے لوگ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خوش نہ تھے اور وہ ان کی حکومت کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتے تھے چنانچہ انہوں نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو متعدد بار تحریک کی کہ آپ ہماری بیعت لیجیے مگر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہر بار ان کی درخواست کو اس خیال

Marfat.com

سے رد کر دیا کہ اول تو آپ کے برادر بزرگ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے معاہدہ کر چکے تھے اور اس معاہدے کی پابندی حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اپنے لئے ضروری سمجھتے تھے دوسرے ایک قائم شدہ حکومت کے خلاف جس کا سربراہ کبیرہ گناہوں کا ارتکاب نہ کرتا ہو بغاوت کرنا آپ کے نظریات کے خلاف تھا۔

خلافت سے دست برداری کے بعد حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور باقی عمر وہیں بسر کر دی۔ انتقال کے وقت آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وصیت کی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اجازت لے کر مجھے حجرۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں دفن کرنا لیکن مجھے اندیشہ ہے کہ بنوامیہ ایسا نہیں کرنے دیں گے اگر یہ صورت پیدا ہو جائے تو پھر مجھے جنت البقیع میں دفن کر دینا۔ (مروج الذہب جلد سوم صفحہ 380)

آخر وہی ہوا جس کا اندیشہ تھا یعنی مروان بنوامیہ کی ایک جماعت کے ساتھ آپہنچا اور کہنے لگا کہ یہ نہیں ہو سکتا کہ عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو بقیع کے قبرستان میں دفن ہوں اور حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ جوار رسول میں جگہ پائیں مجبوراً حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی قبرستان بقیع میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ (تاریخ اسلام)

قسطنطنیہ کی مہم:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے دور امارت میں مختلف ممالک کی طرف مہمات بھیجا کرتے تھے چنانچہ 49 ہجری میں قسطنطنیہ کی طرف ایک مہم جناب سفیان بن عوف کی کمان میں بھیجی اس مہم میں حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی شمولیت فرمائی اس ضمن میں ایک عیسائی مورخ تحریر کرتا ہے کہ۔

"حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے برادر خورد حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے باپ کی شجاعت و بسالت سے بطور ورثہ حصہ پایا تھا چنانچہ قسطنطنیہ میں عیسائیوں کے خلاف جو جنگ ہوئی اس میں حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امتیازی کارنامے انجام دیئے۔"

(زوال روما از گبن صفحہ 286)

......☆☆☆......

Marfat.com

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حکمرانی

حق حکمرانی کی دلیل:

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ مکرمہ میں آئے (یا مدینہ طیبہ کی مسجد میں) تو وہاں پر حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف فرما تھے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان حضرات کے پاس آ کر بیٹھے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے منہ پھیر لیا یہ دیکھ کر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اس منہ پھیرنے والے اور اس کے بھتیجے سے زیادہ خلافت کا حقدار میں ہوں یہ سُن کر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ وہ کس طرح؟ کیا اسلام قبول کرنے میں سبقت کی وجہ سے یا رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سب سے پہلے ساتھ دینے کی وجہ سے یا رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قرابت رکھنے کی وجہ سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا نہیں بلکہ اپنے برادر عم زاد حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقتول ہونے کے باعث۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اس صورت میں تو ابن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ زیادہ حقدار ہیں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ان کے والد محترم کا انتقال تو خود اپنی موت سے ہوا۔ اس پر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تو پھر ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ زیادہ حقدار ہیں۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا نہیں ان کے والد محترم کو تو ایک کافر نے شہید کیا۔ اس پر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اس تو جہت سے تو آپ کی دلیل ہی باطل ہو گئی کیونکہ آپ کے برادر عم زاد (حضرت عثمان غنی رضی اللہ

Marfat.com

تعالیٰ عنہ) پر تو خود مسلمانوں نے چڑھائی کی اور ان کو خود مسلمانوں نے شہید کیا۔
(تاریخ الخلفاء)

اسلام میں سب سے پہلے بادشاہ:

علامہ ابن جریر طبری اپنی کتاب میں تحریر کرتے ہیں کہ۔

''جس نے بھی حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیعت کی انہوں نے اس پر اس سے قسمیں لیں۔ سب سے پہلے جس نے قسم کھائی اور ان کے پاس آیا وہ سعد بن مالک تھے انہوں نے کہا۔ ''السّلام علیکم یاایها الملک'' (اے بادشاہ تم پر سلام ہو) حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ غضب ناک ہوئے اور کہا تم نے السلام علیک یا امیر المومنین کیوں نہیں کہا سعد نے جواب دیا کہ یہ تو جب ہوتا کہ ہم لوگوں نے تم کو امیر بنایا ہوتا تم تو محض جھپٹ پڑنے والے ہو۔''
(تاریخ طبری)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رو پڑے:

اس ضمن میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب میں تحریر فرماتے ہیں کہ۔

''حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ضرار اسدی سے کہا کہ مجھے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صفات بتاؤ انہوں نے معذرت کی کہ مجھے اس خدمت سے معاف رکھیئے۔ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بولے کہ تمہیں علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صفات بیان کرنا پڑیں گی۔ اس پر ضرار نے بیان کیا کہ خدا کی قسم وہ (حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بڑے صاحب قوت تھے فیصلہ کرتے وقت عدل وانصاف کے تقاضوں کو پیش نظر رکھتے تھے ان کی زبان سے علم کے چشمے پھوٹتے تھے ان کے ہر عضو سے حکمت کا ظہور ہوتا تھا۔ وہ دنیا اور اس کی آسائشوں سے پرہیز کرتے تھے رات اور اس کی وحشت سے انہیں اُنس تھا (خوف خدا سے) بے حد روتے اور متفکر رہتے تھے معمولی لباس اور معمولی کھانا انہیں مرغوب تھا وہ ہم لوگوں کے ساتھ اس طرح زندگی گذارتے تھے جیسے ایک معمولی آدمی دوسرے معمولی آدمی کے ساتھ وقت گذارتا ہے۔ جب ہم ان سے کوئی بات دریافت کرتے تو وہ اس کا جواب دینے میں تامل نہ فرماتے اور جب ہم چاہتے کہ وہ ہمارا انتظار کریں

Marfat.com

انتظار کرتے۔ باوجودیکہ ہمیں ان کا اس قدر قرب حاصل تھا مگر (ان کے رعب و دبدبہ کی وجہ سے) ہمیں ان سے بات کرنے کی جرات نہ ہوتی تھی۔ وہ دینی لوگوں کا احترام کرتے اور مساکین کو اپنا قرب عطا کرتے زبردست (یہاں مراد ظالم ہے) اُن سے کسی اعانت کی امید نہ رکھتا اور کمزور اُن کے انصاف سے نا امید نہ ہوتا میں شہادت دیتا ہوں کہ میں نے کبھی کبھی ایسا بھی دیکھا ہے کہ ہر طرف رات کی تاریکی چھائی ہوئی ہے ستارے جھلملا رہے ہیں اور وہ اپنی داڑھی پکڑے اس طرح بے چین ہیں جیسے کسی کو سانپ نے کاٹ لیا ہو اور گریہ وزاری کرتے ہوئے کہہ رہے ہیں کہ اے دنیا کسی اور کو فریب دے...... میں تجھ کو تین طلاقیں دے چکا اب رجعت ممکن نہیں تیری عمر کم اور تو حقیر ہے ہائے زادِ راہ کم ہے سفر طویل ہے راستہ دہشتناک یہ سن کر حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رو پڑے اور کہا کہ خدا ابوالحسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے بخدا وہ ایسے ہی تھے پھر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ضرار سے پوچھا کہ تمہیں ان کی وفات کا کس قدر غم ہے۔ ضرار نے کہا جتنا غم اس عورت کو ہوتا ہے جس کا پہلوٹھی کا بیٹا اس کی گود میں قتل کر دیا گیا ہو۔

(ازالۃ الخفا جلد دوم ص 266)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ شیر خدا تھے:

جناب محمد بن محمود آملی اپنی کتاب ''نفائس الفنون'' میں لکھتے ہیں کہ۔

ایک مرتبہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) شیر خدا تھے علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) چودہویں کا چاند تھے اور علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) رحمت الٰہی کی بارش تھے حاضرین میں سے کسی نے پوچھا کہ آپ افضل ہیں یا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ؟ تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے پاؤں کے نشان بھی ابوسفیان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی آل سے بہتر ہیں۔ (الناھیہ للفر ہاروی ص 28)

وہ بڑے عالم ہیں:

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے ''مسند احمد'' میں روایت بیان کی ہے کہ ایک شخص نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کوئی مسئلہ دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ مسئلہ

Marfat.com

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھو کیونکہ وہ بڑے عالم ہیں۔اس نے کہا آپ ہی بتا دیں مجھے آپ کا جواب ان کے جواب سے زیادہ پسند ہے۔حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تم نے بہت بُری بات کہی ہے تم ان سے نفرت کرتے ہو جن کی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عزت کرتے تھے جن سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تم میرے لیے ایسے ہو جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے ہارون علیہ السلام۔

اس کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسئلہ پوچھنے والے سے فرمایا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظمت کا یہ حال ہے کہ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کوئی مشکل مسئلہ درپیش ہوتا تو وہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حل کراتے تھے اتنا فرمانے کے بعد آپ نے اس شخص سے فرمایا کہ میرے پاس سے اُٹھ جا اللہ تعالیٰ تیرے پاؤں کو قیام نصیب نہ کرے وہ شخص آپ سے وظیفہ لیا کرتا تھا لیکن حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں اس بے ادبی کی وجہ سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کا نام وظیفہ پانے والے رجسٹر سے نکال دیا۔(الناہیہ ص 27)

یزید کی ولی عہدی:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب اپنے بیٹے یزید کو ولی عہد بنانے کا فیصلہ کیا تو اس بارے میں رائے عامہ کو اپنے حق میں کرنے کے لیے کوششیں بھی شروع کیں چنانچہ اس مقصد کے لیے مدینہ منورہ کے حاکم مروان بن حکم اور بصرہ کے والی زیاد بن ابی سفیان کے نام خطوط روانہ کیے جن میں یزید کی ولی عہدی کے لیے رائے عامہ ہموار کرنے کے لیے کہا گیا بصرہ کے والی زیاد بن ابی سفیان کے پاس جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خط پہنچا تو انہوں نے اس پر مشورے کی غرض سے بصرہ کے ایک رئیس عبید بن کعب نمیری کو بلایا اور ان کو خط کے مضمون سے آگاہ کرتے ہوئے کہا کہ میرے خیال میں امیر المومنین نے اس معاملہ میں جلد بازی کی ہے اور اچھی طرح غور نہیں فرمایا علامہ ابن اثیر لکھتے ہیں کہ۔

”زیاد نے عبید بن کعب نمیری کو بلایا اور اس سے کہا کہ ہر مشورہ لینے والے کا کوئی نہ کوئی قابل اعتماد ساتھی ہوتا ہے اور ہر راز کا ایک امین لوگوں میں دو عادتیں پائی جاتی ہیں۔ایک تو راز

Marfat.com

کا فاش کر دینا اور دوسرے ایسے شخص کو نصیحت کرنا جو اس کا اہل نہ ہو۔ اس نصیحت پانے کے اہل دو شخص ہو سکتے ہیں ایک وہ جو صرف آخرت پر نگاہ رکھتا ہو اور دوسرا وہ جو دنیوی شرف وجاہت ظاہری اور عقل وفہم سے بہرہ مند ہو تم میں یہ سب خصوصیات پائی جاتی ہیں میں تم سے ایک ایسے راز میں مشورہ کرنا چاہتا ہوں جو ابھی تک سربستہ ہے اور وہ یہ کہ امیر (معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے مجھے خط لکھ کر یزید کی ولی عہدی کے بارے میں مشورہ طلب کیا ہے ان کی کیفیت یہ ہے کہ وہ ایک طرف تو اس امر سے خوفزدہ ہیں کہ لوگ یزید سے نفرت کرتے ہیں۔ اور (دوسری طرف) یہ بھی چاہتے ہیں کہ لوگ اس معاملے میں یزید کی جانشینی تسلیم کرنے میں ان کے احکام کی تعمیل کریں لیکن مجھے مسلمانوں کا اس فیصلے سے اتفاق کرنا بہت مشکل نظر آتا ہے۔ یزید ایک آوارہ منش اور بے ہودہ بددیانت اور نااہل شخص ہے میرے خیال میں تم امیر المومنین (معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے پاس جاؤ اور انہیں یزید کی ان حرکات سے مطلع کرنے کے بعد صاف الفاظ میں کہدو کہ یہ کام انجام نہیں پاسکتا۔" (الکامل ابن اثیر جلد سوم صفحہ 252)

ابن اثیر ہی کا بیان ہے کہ اس گفتگو کے بعد زیاد نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک خط لکھ کر انہیں ان کے ارادے سے باز رہنے کی تلقین کی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ہوشیار آدمی تھے اور زیاد کی طاقت سے خوب واقف تھے جانتے تھے کہ جب اتنی بڑی شخصیت اس معاملے میں مجھ سے اختلاف رکھتی ہے تو یہ کام پایہ تکمیل کو نہیں پہنچ سکتا چنانچہ جب تک زیاد زندہ رہا معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یزید کو جانشین بنانے کا نام بھی نہ لیا۔

مگر کچھ عرصے بعد جب زیاد کا انتقال ہو گیا تو امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یزید کو اپنا جانشین بنانے کی مہم بھی شروع کر دی۔ (الکامل ابن اثیر جلد سوم صفحہ 252)

جناب احنف بن قیس کی مخالفت:

ابن اثیر ہی لکھتے ہیں کہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے گورنروں کے نام فرمان بھیجا کہ تم اپنے اپنے علاقوں میں یزید کی مدح وتوصیف بیان کرو اور لوگوں کے وفود میرے پاس بھیجو جو یزید کی جانشینی کی درخواستیں میرے سامنے پیش کریں۔

(الکامل بن اثیر جلد سوم صفحہ 252)

Marfat.com

امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس فرمان کی تعمیل میں اطراف و جوانب سے وفود پر وفود آنا شروع ہو گئے۔ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک جلسہ منعقد کیا جس میں ان وفود نے پہلے سے سوچی سمجھی اسکیم کے مطابق یزید کو جانشین بنائے جانے کے متعلق تقریریں کیں لیکن اس احتجاع میں ایسے لوگ بھی موجود تھے جن کا حق گوئی میں جواب نہیں تھا ایسے ہی افراد میں حضرت احنف بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔

چنانچہ جب اراکین وفود تقریریں کر چکے تو امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے احنف بن قیس سے مخاطب ہو کر کہا کہ آپ بھی اپنی رائے ظاہر کیجئے احنف نے بڑے جچے تلے الفاظ میں امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس اقدام سے اختلاف کرتے ہوئے کہا کہ۔

اگر میں تمہاری بات کی تردید کروں تو تم سے خوف آتا ہے اور اگر اس کی تائید کروں تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں۔ اے امیر المومنین تم یزید کے افعال و کردار کو خوب جانتے ہو اگر تمہارے خیال میں یزید کو جانشین بنانے میں امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بہتری ہے تو لوگوں سے مشورہ کرنے کی کیا ضرورت اور اگر تم اس کے خلاف رائے رکھتے ہو تو دنیا کے مقابلے میں عقبیٰ کی فکر کرو کیوں کہ اب تمہارے کوچ کا وقت قریب آ چکا ہے۔ جہاں تک ہمارا معاملہ ہے ہم تو اپنا فرض یہی سمجھتے ہیں کہ جو کچھ تم کہو اس کی تائید کیے جائیں۔

(الکامل ابن اثیر جلد سوم صفحہ 253)

حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مخالفت:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یزید کی ولی عہدی کے بارے میں خط جب مدینہ طیبہ کے حاکم مروان کو ملا تو مروان نے اہل مدینہ کو جمع کر کے خطبہ دیا اس میں یزید کا ذکر کر کے اس کی بیعت کرنے کی لوگوں کو دعوت دی اور کہا اللہ تعالیٰ نے امیر المومنین (حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو یزید کے بارے میں اچھی رائے سمجھائی ہے اب اگر وہ اس کو خلیفہ بنا رہے ہیں تو ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی خلیفہ بنا چکے ہیں۔

مروان کی اس غلط بیانی پر حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے ٹوکتے ہوئے فرمایا یہ تو ہرقل کا طریقہ ہے واللہ ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اپنی اولاد میں کسی کو خلافت

Marfat.com

نہیں سونپی اور نہ اپنے خاندان میں سے کسی کو خلیفہ بنایا۔ مروان کو آپ کا اس طرح ٹوکنا اچھا نہ لگا اور وہ آگ بگولا ہو گیا اور آپ کو گرفتار کرنے کا حکم دیا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی بہن اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرہ میں گھس گئے اور مروان کی پولیس کا ان پر قابو نہ چل سکا۔

مروان نے کہا یہ تو وہی شخص ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی تھی (ترجمہ) اور جس شخص نے اپنے ماں باپ کو کہا میں بیزار ہوں تم سے کیا تم مجھ کو وعدہ دیتے ہو اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے (مروان کی غلط بیانی سن کر) پردے کے پیچھے سے ہی جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری مذمت میں تو قرآن مجید میں کچھ نازل نہیں فرمایا البتہ اللہ تعالیٰ نے میری برات اور پاکدامنی کی آیات ضرور نازل فرمائی ہیں۔

مسند ابویعلیٰ میں ہے کہ اس کے بعد مروان منبر سے نیچے اُترا اور اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سخت کلامی کرنے لگا مگر آپ نے بھی اس کو ویسے ہی جواب دیے اور بالآخر وہ واپس چلا گیا۔

(صحیح بخاری جلد دوم ص 715 فتح الباری جلد ہشتم ص 442، 443 مسند ابویعلیٰ)

اس واقعہ کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں ایک لاکھ درہم بھیجے لیکن حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ کہہ کر لینے سے انکار کر دیا کہ کیا میں اپنی دنیا کے بدلے میں اپنے دین کو فروخت کر دوں۔

(البدایہ والنہایہ جلد ہشتم ص 88، 89)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انکار:

51 ہجری کے آخری دنوں میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حج کی غرض سے آئے سب سے پہلے مدینہ طیبہ پہنچے ان کے آنے کی اطلاع سن کر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کی طرف چلے گئے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چند روز مدینہ طیبہ میں قیام کیا اس دوران مروان اور دیگر سرکردہ افراد سے ملاقاتیں لیکن لوگوں

Marfat.com

کو بلاوجہ انعام واکرام سے نواز کران کی حمایت حاصل کرنے کی کوشش کی مروان بن حکم کو تاکید کی کہ اہل مدینہ کے روزینے میں اضافہ کر دو اگر ان کو قرض کی ضرورت ہو تو انہیں بیت المال سے قرض دو اور قرض وصولی کے لیے تقاضہ نہ کرو جس کی طرف سے مخالفت کرنے کا زیادہ خدشہ ہو اس پر احسان کا بوجھ ڈالو۔ اس کے بعد جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ مکرمہ پہنچے تو مذکورہ چاروں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بلا بھیجا اور یزید کی بیعت اور حمائیت کے بارے میں بات چیت کی۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انکار کرتے ہوئے کہا کہ میں صرف یہ کرسکتا ہوں کہ تمہارے اور جس شخص کی خلافت پر لوگ اتفاق کرلیں گے تو میں بھی اس کو خلیفہ تسلیم کرلوں گا اگر لوگ ایک حبشی غلام کو بھی خلیفہ منتخب کرلیں گے تو میں اس کی بھی اطاعت کروں گا اور جماعت کا ساتھ نہیں چھوڑوں گا۔

اس ضمن میں علامہ ابن اثیر لکھتے ہیں کہ۔

(حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے) پہلے تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس نذر کے طور پر ایک ہزار درہم بھیجے جنہیں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قبول کرلیا اس کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ آپ یزید کے ہاتھ پر جانشینی کی بیعت کر لیجئے۔ یہ سن کر ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں اپنا دین دنیا کے بدلے میں کبھی فروخت نہ کروں گا۔ کیا معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک ہزار درہم کے عوض میرا دین خریدنا چاہتے ہیں؟ یہ کہا اور درہم امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو واپس بھیج دیئے اور بیعت یزید سے انکار کردیا۔ (الکامل ابن اثیر جلد سوم صفحہ 252)

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انکار:

"حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یزید کی حمایت اور بیعت کے بارے میں گفتگو کی تو حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اس معاملے میں آپ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں سے کسی ایک کی سنت کی پیروی کیجئے ان میں سے جس کا طریقہ آپ اختیار کرلیں گے ہم بھی اس سے اتفاق کریں گے اوّل یا تو اس طرح کیجئے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا کہ اپنی وفات

Marfat.com

تک کسی کو خلیفہ مقرر نہیں فرمایا۔"

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ آپ نے سچ فرمایا لیکن یہ بھی تو دیکھئے کہ آج ہم لوگوں میں ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح کون ہے جسے سب لوگ بہ اتفاق خلیفہ مان لیں۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اچھا پھر آپ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سنت کی پیروی کیجئے کہ انہوں نے خلیفہ تو مقرر کیا لیکن ایسے شخص کو جوان کا رشتہ دار بھی نہ تھا یا پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا طریقہ اختیار کیجئے کہ انہوں نے چھ افراد کی ایک کمیٹی بنا کر امر خلافت کو ان کے لئے مختص کر دیا ان میں سے کوئی شخص حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں سے نہ تھا۔

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لاجواب ہو کر پوچھا کہ اس کے علاوہ بھی کوئی صورت ہے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ اس کے علاوہ کوئی صورت ممکن نہیں۔ (الکامل ابن اثیر جلد سوم صفحہ 422)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یزید کو وصیت:

رجب المرجب 60 ہجری کے آغاز میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیمار ہو گئے جب بیماری کا شدید غلبہ ہو گیا تو آپ نے یزید کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا۔

"اے میرے فرزند! میں نے تیرے راستے کی ساری مشکلیں آسان کر دی ہیں اور بڑے بڑے سرکشوں کی گردنیں تیرے سامنے جھکا دی ہیں اور میں نے تیرے لئے وہ چیزیں جمع کر دیں جو کسی نے نہ کی ہوں گی مجھے اس بات کا اندیشہ ہے کہ ان اشخاص کے سوا اور کسی سے تیرے ساتھ نزاع ممکن نہیں ہے حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان میں سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما عبادت گذار آدمی ہیں اور انہیں دنیا سے کوئی غرض نہیں جب وہ دیکھیں گے سب نے تیری بیعت کر لی ہے تو وہ بھی کر لیں گے البتہ اہل عراق حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تیرے خلاف خروج پر آمادہ کئے بغیر نہ رہیں گے اگر وہ تیرے خلاف نکلیں تو قابو پانے کے بعد ان کے ساتھ درگذر سے کام لینا کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت دار ہیں اور ان کا ہم پر بڑا حق ہے۔ اگر ان جیسا کوئی شخص میرے

Marfat.com

خلاف کچھ کرتا تو میں بھی اسے معاف کر دیتا ہاں جو شخص لومڑی کی طرح تیری گھات میں رہے گا اور شیر کی طرح حملہ کرے گا وہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے اگر وہ تیرے مقابلے میں آئے اور تو اس پر قابو پا جائے تو اس کے ٹکڑے اڑا دینا''

(الکامل ابن اثیر جلد چہارم ص 4 تاریخ طبری حصہ اول جلد دوم)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ 75 یا 78 برس کی عمر میں یکم یا چار یا پانچ رجب المرجب 60 ہجری کو وفات پا گئے۔ آپ کی نماز جنازہ ضحاک بن قیس نے پڑھائی اور دمشق میں باب جابیہ اور باب صغیر کے درمیان دفن کیئے گئے۔

(تاریخ اسلام۔ تاریخ الخلفاء)

......☆☆☆......

Marfat.com

یزید کی حکمرانی

یزید 25 ہجری میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں دمشق میں پیدا ہوا اس کی ماں کا نام میسون بنت بحدل تھا جو قبیلہ بنو کلب کے سردار بحدل بن انیف کی بیٹی تھی اس کے بارے میں حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ۔

"میسون بنت بحدل حُسن و جمال عقل و دانش اور دین متین کے لحاظ سے ایک دور اندیش خاتون تھیں۔" (البدایہ والنہایہ)

میسون بنت بحدل دیہاتی ماحول میں رہنے کی عادی تھیں ان کی جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے شادی ہوئی تو پھر شہر میں آ گئیں۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی بیوی میسون بنت بحدل سے بڑا پیار کرتے تھے لیکن میسون بنت بحدل کو دیہات میں گزارا ہوا وقت اور بچپن کی یادیں نہیں بھولتی تھیں اپنے بچپن کے دن ان کو شدت سے یاد آتے اس لیے اکثر اپنے میکے والوں ان کی سادہ صاف ستھری زندگی کو اور ان سے دوری کو یاد کر کے رو دیا کرتی تھیں ان کو خوبصورت محلات عمدہ اور نفیس پلنگ راہداریوں میں رکھے گئے آبخورے دیوار تا دیوار بچھے ہوئے قالین ترتیب سے لگے ہوئے تکیے شہر کے دلکش مناظر شہری تمدن اور شہر میں رہنا بالکل پسند نہ تھا میسون بنت بحدل ان آسائشوں اور خوبصورتیوں کو قطعاً اہمیت نہیں دیتی تھی اور اپنے دیہاتی ماحول کو یاد کرتے اکثر اشعار کہا کرتی تھیں ان کے چند مشہور اشعار یہ ہیں۔

لبیت تخفق الارواح فیہ

احب الی حتی من قصر منیف

"ایسا گھر جس میں ہوائیں پھڑ پھڑاتی ہوں مجھے بلند و بالا محل سے زیادہ پیارا لگتا ہے۔"

وبکر یتبع الاظعان سقباً

احب الی من بغل زفوف

Marfat.com

''نوجوان اونٹ جس کو ہانکنے کے لیے چھڑی استعمال کی جاتی ہے مجھے تیز رفتار خچر سے زیادہ اچھا لگتا ہے۔''

وکلب ینبح الطراق عنی

احب الی من قط الیف

''اور وہ کتا جو راہگیروں کو مجھ سے دور رکھنے کے لیے بھونکتا ہے مجھے مانوس بلے سے زیادہ اچھا لگتا ہے''

ولبس عباءۃ و تقر عینی

احب الی من لبس الشفوف

''ایسا چوغہ پہننا جو میری آنکھ کو ٹھنڈا کرے مجھے باریک لباس سے زیادہ پیارا لگتا ہے''

واکل کسیرۃ فی کسر بیتی

احب الی من اکل الرغیف

''اپنے گھر کے خستہ کونے میں روٹی کا ٹکڑا کھانا، چپاتی کھانے سے مجھے زیادہ مرغوب لگتا ہے''

واصوات الریاح بکل فج

احب الی من نقر الدفوف

''ہر راستے سے ہواؤں کی آوازیں مجھے ڈھول کی گنگناہٹ سے زیادہ پیاری لگتی ہیں''

وخرق من بنی عمی نحیف

احب الی من علج علیف

''میرے چچازاد کمزور اور خرقہ پوش بھائی مجھے تومند اور پیٹو، لوگوں سے زیادہ اچھے دکھائی دیتے ہیں۔''

خشونۃ عیشی فی البدو اشھی

الی نفسی من العیش الطریف

Marfat.com

"دیہاتی کھردری زندگی میرے دل کو نادرو پر کیف زندگی سے زیادہ، دلفریب دکھائی دیتی ہے۔"

فما ابغی سوی وطنی بدیلاً

فحسبی ذاک من وطن شریف

"میں اپنے دیس کے بدلے کچھ نہیں چاہتی۔ وہ مجھے ہر شریف وطن سے زیادہ محبوب دکھائی دیتا ہے۔"

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھر تشریف لائے اور انھوں نے خود یہ اشعار اپنے کانوں سے سنے آپ اس صورت حال کو دیکھ کر اس نتیجے پر پہنچے کہ یہ خاتون اس ماحول میں خوش نہیں یہ ابھی تک دیہاتی فضاؤں میں گم ہے۔ یہ آسائش یہ محلات یہ آسودہ حالی اس کے دل کو نہیں لبھا سکتی یہ سب رعنائیاں اس کے نزدیک پرکاہ کی حیثیت نہیں رکھتیں۔ لہٰذا آپ نے مناسب یہی سمجھا کہ اسے طلاق دے دی جائے۔ آپ نے یہ کہتے ہوئے طلاق دی کہ اس محل میں جو کچھ بھی تھا سب اس کا ہے اس کے سپرد کر دیا جائے اور اسے بحفاظت اس کے دیہات میں پہنچا دیا جائے۔ لہٰذا ایسے ہی ہوا وہ اس فیصلے سے بہت خوش ہوئیں اور اپنا بیٹا یزید ہمراہ لیا اور اپنے دیہات میں جا بسیں اس طرح یزید نے اپنے نہال میں پرورش پائی اور اس کے نہال کا قبیلہ شام وحجاز کی سرحد پر ایک صحرا میں آباد تھا صحرائی آب وہوا کا بھی اثر تھا کہ یزید کے مزاج میں اکھڑ پن پایا جاتا تھا۔

یزید کا مزاج:

یزید کے مزاج میں سخت گیری کا مادہ بہت زیادہ تھا اور کمزوروں پر ظلم کرنا اس کی فطرت کا خاصہ تھا اپنے غریب ملازموں کو بھی زدوکوب کرنے سے باز نہ آتا تھا چنانچہ ایک روز اپنے کسی ملازم یا غلام کو مار رہا تھا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آ گئے انہوں نے اس کی یہ حرکت دیکھ کر سرزنش کی اور کہا کہ۔

"خدا تیرا برا کرے تو اس پر ظلم کرتا ہے جو تجھ سے مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔"

(البدایہ والنہایہ جلد ہشتم صفحہ 227)

Marfat.com

یزید کا کردار:

بلاشبہ یزید ایک بدکردار شخص تھا اور قص و سرود سے دلچسپی رکھتا تھا شراب نوشی بھی کرتا تھا۔ اس کی شراب نوشی کے متعلق مشہور مورخ علامہ بلاذری حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یزید پر تنقید و تنقیص کی اور بیان کیا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ شام کو شراب پیتا ہے اس حالت میں کہ صبح ہو جاتی ہے اور صبح کو شراب پیتا ہے اس حالت میں کہ شام ہو جاتی ہے۔'' (انساب الاشراف جلد چہارم صفحہ 21)

وہ سیر و شکار کا بھی دلدادہ تھا اور شکاری کتوں کی کثیر تعداد اس کے پاس تھی مشہور ہے کہ اکثر اوقات نماز بھی قضا کر دیا کرتا تھا اس کے علاوہ اس پر شہوانی خیالات کا بھی غلبہ رہتا تھا۔

حافظ ابن کثیر تحریر کرتے ہیں۔

''اس کی طبیعت شہوت کی طرف مائل رہتی تھی اور کبھی کبھی نمازیں بھی ترک کر دیتا تھا۔''

(البدایہ والنہایہ جلد ہشتم صفحہ 230)

یزید کی تخت نشینی:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقال کے بعد یزید رجب 60 ہجری میں مسند حکومت پر براجمان ہو گیا حکومت سنبھالتے ہی اس نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ مدینہ کے گورنر ولید بن عقبہ کو ایک خط کے ذریعہ اپنے والد گرامی کے انتقال اور اپنی مسند نشینی کی اطلاع دی اور ہدایت کی کہ جتنی جلد ہو سکے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیعت لے لو۔ ولید بن عقبہ فطرتاً صلح جو آدمی تھا اور کشت وخوں ریزی کو پسند نہ کرتا تھا۔ دوسرے اس کے دل میں اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا احترام بھی تھا اس لئے وہ یزید کا یہ حکم نامہ پڑھ کر عجب کشمکش وپنج میں پڑ گیا۔ اس نے مروان بن الحکم کو مشورے کے لئے بلایا اور یزید کا فرمان سنا کر پوچھا کہ تمہاری رائے میں مجھے کیا کرنا چاہیے مروان نہایت مفسد بد باطن اور بڑا سخت گیر آدمی تھا اس نے مشورہ دیا کہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ دونوں کو بلا کر بیعت کا مطالبہ کرو اور ان میں سے جو بھی انکار یا کوئی

Marfat.com

عذر کرے اس کی فی الفور گردن اڑا دو کیونکہ اگر انہیں امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موت کا علم ہو گیا تو دونوں اپنے اپنے حلقوں میں مدعی خلافت بن جائیں گے اگر ایسی صورت پیدا ہوئی تو بڑی مشکل کا سامنا کرنا پڑے گا۔

گورنر مدینہ کا بلاوا:

مروان بن الحکم کا مشورہ سُن کر ولید بن عقبہ سوچ میں پڑ گیا کہ یزید کی بیعت ان حضرات سے کس طرح لی جائے ولید کے لیے سوائے اس کے اور کوئی چارۂ کار نہ تھا کہ جس طرح بھی ہو دونوں حضرات کو بلا کر بیعت کا مطالبہ کرے۔ چنانچہ اس کا آدمی حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچا اس وقت دونوں حضرات مسجد نبوی میں بیٹھے ہوئے تھے چونکہ یہ رات کا وقت تھا دوسرے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی علالت کی اطلاعات مدینہ طیبہ پہنچ چکی تھیں اس لئے ان دونوں حضرات نے اپنی ذہانت سے اندازہ کر لیا کہ اس بے وقت کی طلبی کا مطلب یہی ہے کہ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوت ہو گئے ہیں اور ہم سے بیعت کا مطالبہ ہو گا چنانچہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد سے گھر آئے اور مسلح نوجوانوں کی ایک جماعت کو لے کر ولید کے مکان پر پہنچے انہوں نے اپنے ساتھیوں کو دروازے پر متعین کر دیا اور ہدایت کر دی کہ اگر اندر تند و تلخ گفتگو کی آوازیں سنو تو فوراً مکان میں داخل ہو جانا ورنہ یہیں ٹھہرے رہنا۔

اندر پہنچ کر وہی ہوا جس کا اندیشہ تھا یعنی ولید نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقال اور یزید کی تخت نشینی کی اطلاع دی اور مطالبہ کیا کہ آپ یزید کی بیعت کر لیجئے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقال کی خبر سُن کر انّا للہ وانّا الیہ راجعون پڑھا اور اظہار افسوس فرمایا لیکن بیعت یزید کے بارے میں معذرت کی اور فرمایا اے ولید! تُو جانتا ہے کہ ہم کون ہیں۔

ہم وہ ہیں کہ اللہ نے کوثر ہمیں بخشا — سرداری فردوس کا افسر ہمیں بخشا
قوت دی ہمیں زور ہمیں زر ہمیں بخشا — اقبال علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلق پیمبر ہمیں بخشا
ہم نور ہیں گھر طور تجلی ہے ہمارا

Marfat.com

تخت بن داؤد مصلیٰ ہے ہمارا

کونین میں اگر سابق ایمان ہیں تو ہم ہیں   والا گہر قلزم عرفان ہیں تو ہم ہیں
بھیجا ہے جسے خالق نے وہ قرآن ہیں تو ہم ہیں   محسن ہیں تو ہم صاحب انسان ہیں تو ہم ہیں

گھر علم خدا کا ہے سفینے میں ہمارے
تفسیر میں کب ہے جو ہے سینے میں ہمارے

اس کے بعد حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تیزی سے اٹھ کر باہر آ گئے آپ کے جانے کے بعد مروان نے ولید سے کہا کہ تم نے میرا مشورہ نہ مانا اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بغیر بیعت لیے چلا جانے دیا۔ اب یاد رکھو جب تک تم میں اور ان میں اچھی طرح خوں ریزی نہ ہو لے تم ان پر قابو نہ پا سکو گے۔

ولید نے جواب دیا کہ تم پر ہزار افسوس ہے کہ مجھے بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند کو قتل کرنے کا مشورہ دیتے ہو خدا کی قسم حشر کے روز وہ شخص سب سے زیادہ خسارے میں رہے گا جس سے خون حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی باز پرس ہو گی۔

(اخبار الطوال صفحہ 241 وابن اثیر جلد چہارم)

محمد بن حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مشورہ:

ولید کے دربار سے واپس آنے کے بعد حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صورتحال پر غور و خوض کیا اور اس ضمن میں اپنے بھائی حضرت محمد بن الحنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مشورہ کیا اور ان کو تمام حالات سے آگاہ کیا معاملے کی سنگینی کے پیش نظر حضرت محمد بن الحنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مشورہ دیتے ہوئے کہا۔

"بھائی جان! ساری مخلوق میں آپ سے بڑھ کر مجھے کوئی عزیز نہیں اور آپ سے بہتر اور کوئی نہیں کہ میں جس کے حق میں کلمہ خیر کہوں میرا خیال تو یہ ہے کہ آپ فی الحال نہ تو یزید کی بیعت کیجئے اور نہ اسکے کسی شہر کی طرف جایئے بلکہ اپنے داعیوں کو بھیج کر لوگوں کو اپنی بیعت کی دعوت دیجئے اگر آپ کی بیعت ہو جائے تو یہ خدا کا احسان ہو گا اور اگر لوگ کسی اور کی بیعت پر متفق ہو جائیں تو اس سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دین عقل اور فضیلت کو کوئی نقصان نہ پہنچے گا لیکن اگر آپ کسی ایسے شہر کی طرف گئے جہاں کوئی جماعت آپ کے حامیوں کی موجود ہو تو مجھے اندیشہ

Marfat.com

ہے کہ اس طرح اختلاف کی صورت نہ پیدا ہو جائے کچھ لوگ آپ کے ساتھ ہو جائیں اور کچھ آپ کے خلاف اس طرح بڑی کشت وخون ریزی ہو گی برچھیوں کے رُخ سب سے پہلے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف ہوں گی اور آپ جیسی شخصیت جو خاندانی اور ذاتی عزوشرف کے اعتبار سے افضل خلائق ہے خاک وخون میں نہائے گی اور اس کے اہل وعیال پر سخت تباہی آ جائے گی۔"

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دوراندیش اور دانشمند بھائی سے دریافت کیا کہ تمہارے خیال میں پھر مجھے کہاں جانا چاہیے حضرت محمد بن الحنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ "آپ مکہ مکرمہ چلے جائیے۔ اگر وہاں سکون خاطر حاصل ہو جائے تو بہت ہی اچھا ہے۔ اگر پریشانی کی کوئی صورت پیدا ہو تو صحراؤں اور پہاڑوں کی طرف چلے جائیے ایک مقام سے دوسرے مقام کی طرف منتقل ہوتے رہیے۔ یہاں تک کہ حالات کا اونٹ کسی کروٹ بیٹھ جائے اس وقت آپ جو رائے قائم کریں گے وہ زیادہ صحیح ہو گی۔" (الکامل ابن اثیر جلد چہارم صفحہ 8)

"حضرت محمد بن الحنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ رائے سن کر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ بھائی! تم نے کلمہ خیر خواہی کہا اور تمہاری رائے درست ہے" (طبری جلد ہفتم صفحہ 220)

روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضری:

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب مدینہ منورہ چھوڑ کر مکہ مکرمہ کی طرف جانے کا ارادہ کر لیا تو مدینہ طیبہ سے روانگی سے قبل رات کے وقت نانا جان رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضہ انور پر حاضر ہوئے اور روتے ہوئے اپنا حال عرض کیا پھر روضہ اقدس سے لپٹ کر وہیں سو گئے خواب میں دیکھا کہ نانا جان تشریف لائے ہیں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چوما اور سینہ انور سے لگا لیا اور فرمایا بیٹا حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) عنقریب ظالم تجھے کربلا میں بھوکا پیاسا قتل کر دیں گے تیرے ماں باپ اور بھائی تیرے انتظار میں ہیں جنت تیرے لیے آراستہ ہو رہی ہے اس میں ایسے درجات عالیہ ہیں جو شہید ہوئے بغیر تجھے نہیں مل سکتے جاؤ بیٹا! صبر وشکر سے جام شہادت پی کر میرے پاس آ جاؤ۔

اس کے بعد آنکھ کھل گئی اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے روضہ انور سے رخصت ہوئے۔

بلاتے کوئی ہیں لو دیکھو میں چلا نانا　　تمہاری مرقد انور سے ہو جُدا نانا

Marfat.com

تمہاری اُمت عاصی پہ ہوں فدا نانا ‏ دُعا کرو کہ ہو حافظ مرا خدا نانا

مدینہ چھوڑ نہیں آپ سے میں جاتا ہوں

لٹا کے اپنا وطن کر بلا بساتا ہوں

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا روئے اقدس آنسوؤں سے تر تھا روضہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے واپس آتے ہوئے بار بار پلٹ کر روضہ انور کی طرف دیکھتے تھے۔

کیا قلق ہوگا مدینہ نہ ملے گا جس دم ‏ آپ کی مرقد انور سے بچھڑنا ہے ستم

نانا جی مجھے جینے نہیں دینے کا یہ غم ‏ موت در پے ہے پر اُٹھتے نہیں اس جا سے قدم

دیکھیے کون سی بستی کو بسانا ہوگا

پھر کے اس قبر پہ اب کا ہے کو آنا ہوگا

آجکل ہی مجھے درپیش ہے کوفہ کا سفر ‏ یہ وہ دن ہیں کہ پرندے بھی نہیں چھوڑتے گھر

ہے کہیں قتل کا سامان کہیں لوٹ کا ڈر ‏ ساتھ بچوں کا ہے اے بادشاہ جن و بشر

تنگ جینے سے ہوں پاس اپنے بلالو نانا

اپنی تربت میں نواسے کو سُلا لو نانا

والدہ ماجدہ کی تربت پر حاضری:

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے بعد اپنی والدہ ماجدہ سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی قبر انور پر حاضر ہوئے اور عرض کیا اے اماں جان! یہ نازوں کا پالا تمہارا حسین آج تم سے جدا ہونے آیا ہے اور آخری سلام عرض کرتا ہے قبر انور سے آواز آئی وعلیکم السلام اے مظلوم آپ کچھ دیر تک وہاں روتے رہے پھر کہا اماں جان! مجھے الوداع کہو اور مجھے رخصت کرو۔
(تذکرہ حسین ص 27)

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب والدہ ماجدہ کی قبر انور سے روتے ہوئے اُٹھے تو دیکھا کہ قبر انور کی ایک طرف آپ کی بہن سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیٹھی ہوئی رو رہی ہیں۔

واں سے وداع ہو کے گئے ماں کی قبر پر

دیکھا کہ بیٹھی روتی ہے زینب برہنہ سر

کہتی ہے اپنے لال کی تم کو خبر نہیں

Marfat.com

بھائی میرا مدینہ سے ہے عازم سفر
ملتی نہیں پناہ شہ دیں پناہ کو
سب چاہتے ہیں قتل کریں گے بے گناہ کو

یہ دیکھ کر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگے بڑھے اور بہن کو تھامتے ہوئے اُٹھایا بہن کو روتا ہوا دیکھ کر آپ کی آنکھوں سے پھر آنسو رواں ہو گئے۔

زینب کو روتا دیکھ کر روئے بہت امام
رخصت کا ماں کی قبر کو جھک کر کیا سلام
شب بھر تو گھر میں روتے رہے شاہ خاص و عام
وقت سحر وطن سے چلے سید انام
رستے میں شہر کے تو سواری کا شور تھا
اہل وطن کے نالہ وزاری کا زور تھا

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر اقدس پر حاضری:

اس کے بعد حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی بہن سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ اپنے بڑے بھائی حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر انور پر حاضر ہوئے اور کلمات رخصت زبان پر لائے۔

پہلو میں تھی جو فاطمہ کے تربت شبر
اس قبر سے لپٹے یہ محبت شہ صفدر
چلائے کہ شبیر کی رخصت ہے برادر
حضرت کو تو پہلو ہوا اماں کا میسر
قبریں بھی جدا ہیں تہ افلاک ہماری
دیکھیں ہمیں لے جائے کہاں خاک ہماری

مدینہ طیبہ سے روانگی:

اس کے بعد حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روانگی کی تیاری کی جو ساتھ جانا چاہتے

Marfat.com

تھے وہ سب اکٹھے ہو گئے اور اہل بیت اطہار کا یہ مختصر سا قافلہ اپنے چند اعوان وانصار کے ہمراہ شعبان 60 ھ میں مدینہ طیبہ سے مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہو گیا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ روانگی کے وقت یہ آیت مبارکہ تلاوت فرما رہے تھے۔

فخرج منها خائفا يترقب قال

رب نجني من القوم الظالمين

"(موسیٰ علیہ السلام) امید و بیم کے عالم میں شہر سے نکلے کہا اے میرے رب! مجھے ظالم قوم سے نجات دیجئے۔"

مکہ مکرمہ میں داخلے کے وقت حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس آیت مبارکہ کی تلاوت فرما رہے تھے۔

فلما توجه تلقاء مدين قال

عسى ربي ان يهديني سواء السبيل

"جب (موسیٰ علیہ السلام) مدین کی طرف متوجہ ہوئے تو کہا کہ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے راہ راست پر لگا دے گا۔"

گورنر مدینہ کی تبدیلی:

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ یکے بعد دیگرے مدینہ طیبہ سے مکہ مکرمہ کی طرف چلے گئے اور یزید کی بیعت کرنا قبول نہ کیا گورنر مدینہ ولید بن عقبہ نے اس معاملے میں کسی پر سختی نہ کی حالانکہ ولید بن عقبہ کو یزید کی طرف سے یہ فرمان موصول ہو چکا تھا کہ حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہمکو بیعت کے لیے سختی کے ساتھ پکڑو اور جب تک یہ لوگ بیعت نہ کر لیں ان کو ذرا ڈھیل نہ دو۔ (البدایہ والنہایہ جلد ہشتم ص 146-147)

چونکہ ولید بن عقبہ نے اس معاملے میں یزید کے فرمان کی پرواہ نہ کی تھی اور جب حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ

Marfat.com

چلے گئے تو یزید کو تمام صورتحال لکھ بھیجی جس پر یزید بہت آگ بگولا ہوا اور اس نے ولید بن عقبہ کو ان کے عہدہ سے معزول کر کے ان کی جگہ پر عمرو بن سعید بن العاص کو مدینہ طیبہ کا گورنر مقرر کر دیا۔
(تاریخ اسلام)

مکہ مکرمہ پر چڑھائی:

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب مدینہ طیبہ سے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو مکہ مکرمہ کے شرفاء میں سے سب سے پہلے آگے بڑھ کر عبداللہ بن صفوان بن امید نے ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی اس کے بعد مکہ کے دیگر عمائدین جن کی تعداد تقریباً دو ہزار تھی انہوں نے بھی ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی اس طرح مکہ مکرمہ میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حامیوں کی ایک بہت بڑی تعداد جمع ہو گئی۔ یزید کی طرف سے حارث بن حر مکہ مکرمہ کا عامل تھا حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم پر حارث بن حر کو گرفتار کر کے قید کر دیا گیا اس طرح مکہ مکرمہ کی حکومت پر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قبضہ ہو گیا۔

مکہ مکرمہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی موجود تھے ان حضرات میں سے کسی نے بھی حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی اور نہ ہی حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی بیعت کے لیے ان سے کہا مورخین کا کہنا ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں سے خلافت کی بیعت نہیں لی تھی بلکہ ان کا بیعت لینے کا مقصد صرف یہ تھا کہ یزید کی خلافت کو تسلیم نہ کیا جائے اور جب تک عالم اسلام کے لیے کسی خلیفہ کا متفقہ طور پر تعین نہیں ہو جاتا اُس وقت تک امن وامان اور انتظام قائم رکھنے کی غرض سے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مکہ مکرمہ کا حاکم تسلیم کیا جائے۔

یزید کو جب مکہ مکرمہ پر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قبضے کی اطلاع ملی تو یزید نے مدینہ منورہ کے حاکم عمرو بن سعید کو لکھا کہ وہ مکہ مکرمہ پر حملہ کر کے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گرفتار کر کے اور زنجیروں میں جکڑ کر میرے پاس روانہ کرے اس پر عمرو بن سعید نے مکہ مکرمہ پر چڑھائی کے لیے فوری طور پر تیاری کی حضرت عبداللہ زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حرم مکہ میں وقت عبادت وریاضت میں مصروف رہا کرتے تھے۔

Marfat.com

رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ایک صحابی حضرت ابوشریح خزاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب یہ پتہ چلا کہ عمرو بن سعید مکہ مکرمہ پر چڑھائی کے لیے فوج کے دستے بھیج رہا ہے تو اُس کے پاس گئے اور اس سے فرمایا کہ مجھے اجازت دیجئے کہ میں آپ کے سامنے وہ حدیث بیان کروں جس کو رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دوسرے روز کھڑے ہو کر بیان فرمایا تھا اور جس کو میرے دونوں کانوں نے سُنا اور دل نے یاد رکھا اور جس وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کو بیان فرما رہے تھے تو میری دونوں آنکھیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھ رہی تھیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرمہ کو حرم بنایا اور لوگوں نے اس کو حرم نہیں بنایا لہذا جو شخص بھی اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس کے لیے یہ حلال نہیں کہ مکہ مکرمہ میں کسی کا خون بہائے اور نہ وہاں کا کوئی درخت کاٹے اور پھر اگر کوئی شخص رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وہاں قتال کرنے کی وجہ سے اس امر کی رخصت چاہے تو اُس کو بتا دو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو تو اس کی اجازت دی تھی مگر تم کو اس کی اجازت نہیں دی اور مجھے بھی گھڑی بھر دن کی اجازت تھی پھر آج اس کی حرمت اسی طرح عود کر آئی جس طرح کہ کل اس کی حرمت تھی اور جو شخص یہاں حاضر ہے اس کو چاہیے کہ جو شخص غائب ہے اس تک یہ بات پہنچا دے۔

حضرت ابوشریح رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا کہ پھر عمرو بن سعید نے کیا جواب دیا فرمایا کہ اس نے کہا اے ابوشریح رضی اللہ تعالیٰ عنہ! مجھے تم سے زیادہ علم ہے مکہ نہ تو کسی گنہگار کو پناہ دیتا ہے اور نہ کسی ایسے شخص کو جو خون کر کے وہاں بھاگ جائے اور نہ اس شخص کو جو چوری کر کے وہاں پر بھاگ جائے۔

عمرو بن سعید نے ایک زبردست فوج مکہ مکرمہ کی طرف روانہ کی مکہ مکرمہ میں لڑائی ہوئی حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ڈٹ کر مقابلہ کیا اور عمرو بن سعید کی بھیجی ہوئی فوج کے سپہ سالار کو گرفتار کر لیا گیا باقی فوج واپس چلی گئی حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کامیابی حاصل ہوئی۔ (صحیح بخاری شریف کتاب العلم۔ تاریخ اسلام)

......☆☆☆......

Marfat.com

امام عالی مقام مکہ مکرمہ میں

3 شعبان المعظم 60 ہجری کو حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ مکرمہ پہنچے تھے اور شعب ابی طالب میں اترے جہاں کسی زمانے میں قریش مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور بنو ہاشم کو محصور ہونے پر مجبور کر دیا تھا۔ جب اہل مکہ کو آپ کے آنے کی اطلاع ملی تو وہ جوق در جوق آپ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔ ادھر کوفہ میں بھی یہ خبر پہنچ گئی کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیعت یزید سے انکار کر دیا ہے اور مدینہ طیبہ سے مکہ مکرمہ چلے گئے ہیں چنانچہ کوفہ کے بعض سربر آوردہ لوگ سلیمان بن صرد کے مکان میں جمع ہوئے اور باہمی مشورے کے بعد فیصلہ کیا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کوفہ تشریف لانے کی دعوت دی جائے اور جب وہ آجائیں تو ان کے ہاتھ پر بیعت کر کے ان کی فتح و نصرت کی کوشش کی جائے۔

اہل کوفہ کے خطوط:

اس مشاورت کے بعد مندرجہ ذیل خط حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں لکھا گیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

"حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں سلیمان بن صرد مسیتب بن نجبہ رفاعہ بن شداد حبیب بن مظاہر اور کوفہ کی جماعت مومنین کی طرف سے ہم اس معبود حقیقی کی حمد کرتے ہیں کہ جس کے سواء اور کوئی پرستش کے قابل نہیں ہے اس کے بعد اللہ تعالےٰ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ جس نے آپ کے دشمن سے آپ کو نجات دیدی۔ ہمیں اب کوئی ہدایت دینے والا نہیں ہے آپ تشریف لے آیئے کہ آپ کے ذریعہ ہمیں حق پر جمع کر دے نعمان بن بشیر (اگرچہ) کوفہ کے گورنر ہیں (مگر) ہم نہ ان کے پیچھے نماز جمعہ پڑھتے ہیں اور نہ نماز عید ہمیں

Marfat.com

صرف اتنی خبر مل جائے کہ آپ ہمارے پاس تشریف لا رہے ہیں تو ہم انہیں نکال باہر کردیں۔" والسلام علیک

(الکامل ابن اثیر جلد چہارم صفحہ 10)

کوفہ والوں کا خط عبداللہ بن مسمع ہمزانی اور عبداللہ بن وال لے کر عازم مکہ ہوئے اور رمضان کی دس تاریخ کو حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں پیش کیا اس کے دو روز بعد ایک اور خط قیس بن مسہر صیداوی عبدالرحمٰن بن شداد ارجی اور عمارہ بن عبید سلولی کے ہاتھ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں بھیجا گیا جس میں جلد تشریف لانے کی درخواست کی گئی تھی دو روز توقف کرنے کے بعد پھر ایک خط اور بھیجا گیا یہ خط ہانی بن ہانی سبیعی اور سعید بن عبداللہ الحنفی لے کر گئے تھے اس میں بھی جلد پہنچنے کی درخواست کی گئی تھی اس کے چند روز بعد ایک اور خط شبث بن ربعی،

حجار بن ابجر یزید بن حارث یزید بن رویم عزرہ بن قیس عمرو بن حجاج زبیدی اور محمد بن عمر تمیمی کے ہاتھ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں بھیجا گیا جس میں لکھا تھا کہ۔

کوفہ کے نواح لہلہا رہے ہیں میوے پک چکے ہیں چشمے جھلک رہے ہیں جس وقت جی چاہے آ جایئے آپ کی مدد کے لئے لشکر تیار ہیں۔

بصرہ کے وفد کی آمد:

اہل کوفہ کے علاوہ اہل بصرہ کو بھی حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انکار بیعت یزید اور مدینہ طیبہ سے مکہ مکرمہ چلے آنے کی اطلاع مل چکی تھی چنانچہ بصرہ کے بعض معززین نے بھی ماریہ بنت سعد کے گھر میں جمع ہو کر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کے متعلق گفتگو کی اور یہاں سے بھی ایک وفد جو یزید بن بنیط۔ عبداللہ بن یزید اور عبیداللہ بن یزید پر مشتمل تھا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اس وفد کی حاضری کا مقصد بھی حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اہل بصرہ کی حمایت کا یقین دلانا تھا اور اس امر پر آمادہ کرنا کہ یزید کی غیر اسلامی حکومت کے بجائے آپ خلافت الٰہیہ کا احیاء کیجئے اہل بصرہ آپ کی بیعت کے خواہشمند ہیں۔

Marfat.com

امام عالی مقام کا اہل بصرہ کے نام خط:

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اہل کوفہ کے وفد کی طرح اہل بصرہ کے وفد کی عرضداشت کو بھی توجہ سے سنا۔ اور اہالیان بصرہ کو مندرجہ ذیل خط لکھا۔ آپ کا آزاد کردہ غلام سلیمان یہ خط لے کر بصرہ گیا۔

''اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کل خلائق عالم میں بزرگ ترین بنایا ان کو نبوت کے لئے منتخب فرما کر انہیں اکرام عطا فرمایا اور جب آپ اللہ تعالیٰ کا پیغام اس کے بندوں تک پہنچا کر ان کی خیر خواہی کر چکے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے حضور میں بلا لیا ہم ان کے اہل بیت اور وارث تھے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قوم کے لوگوں نے اپنے بعض کو ہمارے بعض پر ترجیح دی ہم نے بھی بہ رضا و رغبت اس (ان کی خلافت) سے اتفاق کر لیا ہم نے تفرقہ اندازی سے نفرت کی اور امن و عافیت کو اچھا جانا۔ انہوں (خلفائے ثلاثہ) نے حسن و احسان کا مظاہرہ کیا اصلاح امت کے کام کئے اور طالب حق رہے اللہ ان پر رحم فرمائے اور ہماری اور ان کی خطاؤں کو معاف کرے۔''

''میں تمہارے پاس اپنے قاصد کو یہ خط دے کر روانہ کر رہا ہوں میں تمہیں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی دعوت دیتا ہوں۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مٹائی جا رہی ہے اور بدعت زور پکڑ رہی ہے اگر تم لوگ میری بات مان کر میری اطاعت کرو گے تو میں تمہیں ہدایت کے راستے پر لگا دوں گا والسلام علیکم ورحمۃ اللہ۔''

اہل بصرہ کا جوش و خروش:

عرب کے ایک مشہور مصنف جناب عمر ابو النصر اپنی کتاب میں تحریر کرتے ہیں کہ جس وقت یہ خط معززین بصرہ کے پاس پہنچا تو انہوں نے بصرہ کے قبائل بنو تمیم بنو حنظلہ اور بنو سعد کو جمع کر کے حمایت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ابھارا اور مشہور سردار یزید بن مسعود نے ایک پر جوش و ولولہ انگیز تقریر کی پہلے اس نے قبیلہ بنو تمیم سے سوال کیا۔

اے بنو تمیم! تمہارے خیال میں میرا مرتبہ اور حسب کیا ہے؟ انہوں نے یک زبان ہو کر کہا۔

''اے ہمارے سردار! یہ کوئی پوچھنے کی بات ہے کون نہیں جانتا کہ عز و شرف اور حسب میں

Marfat.com

آپ لاثانی ہیں۔"

اس کے بعد یزید بن مسعود نے کہا کہ۔

"تمہیں یہاں جمع کرنے سے میرا مقصد یہ ہے کہ بعض امور کی بابت تم سے تبادلہ خیال کروں اور امداد طلب کرلوں۔"

حاضرین نے کہا آپ بڑے شوق سے فرمایئے ہم آپ کی ہر نصیحت اور ہر رائے کو قبول کریں گے اس کے بعد یزید بن مسعود نے حاضرین سے خطاب کرتے ہوئے کہا۔

معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یزید کو خلیفۃ المسلمین بنانیکی کوشش کی لیکن یہ کوشش ناکام ثابت ہوئی انہوں نے مشورہ بھی کیا لیکن مشورہ بھی انہیں راس نہ آیا ان کے انتقال کے بعد ایک شرابی اور فاسق وفاجر نے دعویٰ خلافت کیا ہے اور مسلمانوں کو ان کی خلاف منشا اپنا محکوم بنانا چاہتا ہے نہ اس میں تحمل و بردباری ہے اور نہ وہ زیور علم سے آراستہ ہے۔ بخدا اس کے خلاف علم جہاد بلند کرنا مشرکین کے ساتھ جہاد کرنے سے بہتر ہے دیکھو یہ امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے اور رسول خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نواسے حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خط ہے جن سے زیادہ صاحب عز وشرف اور کوئی نہیں ہے ان کے علم وفضل کو بیان کرنا سورج کو چراغ دکھانے کے برابر ہے اپنی شرافت فضیلت عمر اسلام کے لئے قربانیاں دینے اور قرابت رسول کے اعتبار سے صرف وہی خلافت کے مستحق ہیں وہ چھوٹوں کے ساتھ لطف وکرم اور بڑوں کے ساتھ عزت کا سلوک کرتے ہیں تم اس نور حق سے حصہ لینے میں پیش قدمی کرو اور باطل کی گمراہیوں میں مبتلا ہو کر اپنی بربادی کے سامان نہ پیدا کرو تم جنگ جمل میں صخر بن قیس کے پیچھے لگ کر میدان جنگ سے علیحدہ ہوگئے تھے اب اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہیں ایک موقع اور میسر آگیا ہے اس موقع سے فائدہ اٹھاؤ اور فرزند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت کے لیے میدان میں آجاؤ اور اس طرح بدنامی کے گذشتہ داغوں کو دھوڈالو اللہ کی قسم جو حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امداد نہیں کریگا اللہ اس کی آل اولاد کو ذلیل ورسوا کردے گا اور اس کے گھرانے کو برباد کرے گا میں جنگ کے لئے تیار ہو چکا ہوں اب جو شخص جنگ سے پہلو تہی کرے گا وہ سن رکھے کہ وہ اپنے آپ کو ہلاک کیے بغیر نہ رہے گا۔

(الحسین ص 59۔60)

Marfat.com

اس تقریر نے حاضرین کی رگ وپے میں بجلیاں بھر دیں اور ان میں سے بنو حنظلہ نے جوش وخروش کے عالم میں کہا کہ۔

"اے ابو خالد! ہم آپ کے ترکش کے تیر ہیں ہم آپ کے قبیلے کے گھوڑے ہیں اگر آپ ہمارے ذریعہ سے جہاد کریں گے تو فتح یاب ہوں گے۔ ہم ہر جگہ آپ کے ساتھ جائیں گے اور ہم ہر اس جنگ میں آپ کے پہلو بہ پہلو لڑیں گے جس میں آپ حصہ لیں گے ہماری تلواریں آپ کی امداد کیلئے بے نیام ہوں گی اور ہم آپ کی حفاظت کے لئے اپنی جانیں تک قربان کر دیں گے۔"

اس کے بعد بنو سعد اور پھر بنو تمیم نے تقریر کی انہوں نے کہا۔

"اے ابو خالد! ہم تیرے معاون اور حلیف ہیں ہم تیرے غصے اور ناراضگی کی تاب نہیں لا سکتے تو ہمیں بلائے گا تو ہماری زبانیں لبیک لبیک کہیں گی اور ہم تیری جانب دوڑ کر آئیں گے تو ہمیں جو حکم دے گا ہم اس کی پوری پوری تعمیل کریں گے۔"

سردار قبیلہ بنو تمیم کا خط:

سب لوگوں کا جوش وخروش دیکھ کر بنو تمیم قبیلہ کے سردار یزید بن مسعود نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو درج ذیل خط تحریر کیا۔

امابعد فقدوصل الی کتابك وفهمت مائد بتنی الیه ودعوتنی له من الاخذها فجطی من طاعتك والفوز بنصیبی من نصرتك و ان اللّٰه لم یخل الارض قط من عاملٍ علیها بخیر ودلیل علیٰ سبیل نجاة و انتم حجة اللّٰه علی خلقه وودیعته فی ارضه تفرعتم من زیتو نة احمدیة هواصلها وانتهم فرعها فاقدم سعدت باسعد طائر فقدذللت لك اعناق بنی تمیم وتر کتهم اشدتتا بعانی طاعتك من الابل الظمان لوردو الماء یوم خمسهاوقد ذللت لك بنی سعد وغسلت دون

Marfat.com

قلو بھا بماء سحاب مزن حین استحصل برقھا فلمع"

(الحسین ص 60-61)

ترجمہ:

امابعد آپ کا خط ملا جس بات کی آپ نے مجھے دعوت دی ہے اسے میں نے سمجھ لیا آپ کی فرمانبرداری واعانت کرنا میں اپنی خوش بختی سمجھتا ہوں اللہ تعالےٰ نے روئے زمین کو نیک دل حکمران سے کبھی خالی نہیں رکھا۔ موجودہ زمانے میں آپ خلق خدا پر حجۃ اللہ اور امانت الٰہی ہیں آپ ایک ایسے زیتون کی شاخ ہیں۔ جونہایت خوبصورت ہے۔ اور جس کی جڑ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ بے خوف وخطر تشریف لے آیئے۔ بنو تمیم اپنی گردنیں جھکا کر آپ کی اطاعت کریں گے۔ اور اس پیاسے اونٹ سے بھی زیادہ جو پانچویں دن چشمے پر پہنچتا ہے اسی طرح بنو سعد بھی آپ کے مددگار ثابت ہوں گے۔

امام عالی مقام کا کوفہ والوں کو خط:

کوفہ والوں نے متفق ہو کر کافی تعداد میں پے در پے خطوط حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں بھیجنا شروع کرر کھے تھے جن میں جوش وخروش کے ساتھ اس امر کا اظہار کیا گیا تھا کہ ہم اپنی جان اور مال آپ پر قربان کر دیں گے آپ یہاں کوفہ میں تشریف لائیں تا کہ ہم آپ کی بیعت کر کے آپ کے حکم سے ظالموں کا مقابلہ کریں ہم ہر حال میں آپ کا ساتھ دیں گے اس طرح کے خطوط کا اہل کوفہ کی طرف سے ایک سلسلہ شروع ہو گیا تھا تقریباً ڈیڑھ سو یا اس سے بھی زائد خطوط حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں پہنچے اہل کوفہ کے مسلسل اصرار پر آپ نے اُن کو ایک خط تحریر کیا کہ۔

"جو کچھ تم نے مجھے لکھا ہے اس سے میں مطلع ہوا فی الحال میں اپنے چچازاد بھائی مسلم بن عقیل کو بھیج رہا ہوں ...... اگر تمہارے امراء نے اپنی تحریروں کے مطابق عمل کیا تو میں بھی جلد ہی آجاؤں گا بلاشبہ امام وہی شخص ہو سکتا ہے جو قرآن پر عمل کرے عادل ہو اور دین حق پر قایم ہو۔"

(الکامل ابن اثیر جلد چہارم ص 10 وجلا العیون صفحہ 431)

اس کے بعد آپ نے اپنے چچازاد بھائی حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عقیل رضی اللہ

Marfat.com

تعالیٰ عنہ کو تحقیق حال کے لئے کوفہ بھیجا اور انہیں ہدایت کر دی کہ جب اہل کوفہ میری بیعت پر متفق ہوں اور حالات سازگار پاؤ تو مجھے اطلاع دے دینا میں بھی آ جاؤں گا۔

حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفہ میں:

حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے دو کمسن بچوں محمد اور ابراہیم کو ساتھ لے کر کوفہ کی طرف روانہ ہو گئے حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عقیل حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہدایت کے مطابق کوفہ پہنچ گئے اور شہر کے ایک رئیس مختار بن ابی عبید ثقفی کے مکان میں اترے آپ کی آمد کی خبر مشہور ہوتے ہی لوگ جوق در جوق حاضر خدمت ہوئے۔ اور آپ کے ہاتھ پر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کرنے لگے۔ ایک روایت کے مطابق اٹھارہ ہزار اور دوسری کے مطابق تیس ہزار آدمیوں نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کی ایک بڑے مجمع میں حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وہ خط پڑھ کر سنایا جو آپ نے اہل کوفہ کے نام لکھا تھا یہ خط سن کر مجمع میں عجیب جوش و خروش پیدا ہو گیا اور کوفہ کے بعض سرکردہ لوگوں نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حمایت میں بڑی پر اثر تقریریں کیں عابس بن ابی شبیب نے کہا۔

''اور لوگوں کے متعلق تو میں کچھ نہیں کہہ سکتا کیونکہ مجھے کیا معلوم کہ ان کے دلوں میں کیا ہے واللہ میں ان کی طرف سے آپ کو دھوکے میں نہیں رکھوں گا میں تو آپ سے وہ بات کہوں گا جس پر میرا دل آمادہ ہو چکا ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ کی قسم جب آپ مجھے آواز دیں گے تو میں لبیک کہتا ہوا دوڑوں گا آپ کے ساتھ ہو کر آپ کے دشمن سے جنگ کروں گا اور اس وقت تک شمشیر زنی کرتا رہوں گا جب تک کہ اللہ تعالیٰ سے نہ جا ملوں اور یہ خدمت میں صرف رضائے الٰہی کے لئے انجام دوں گا۔'' (طبری حصہ اوّل جلد دوم)

''اس کے بعد حبیب بن مظاہر کھڑے ہوئے اور عابس بن ابی شبیب کی تائید کرتے ہوئے کہا کہ۔''

''تم پر اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہو کہ تم نے اپنا مافی الضمیر بڑے سلیقے سے بیان کیا اس پروردگار کی قسم جس کے سوا اور کوئی لائق عبادت نہیں میرے بھی یہی خیالات ہیں جو تم نے بیان کئے۔''

Marfat.com

(طبری حصہ اوّل جلد دوم)

بعض اور لوگوں نے بھی حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حمایت میں تقریریں کیں اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تشریف آوری کا انتظار کرنے لگے۔ چونکہ اہل کوفہ حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ غیر معمولی شیفتگی کا اظہار کر رہے تھے اور روزانہ ہزاروں آدمی آپ کے ہاتھ پر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کر کے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حمایت کی قسمیں کھا رہے تھے۔ اس لئے حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھا کہ فضا سازگار ہے آپ فوراً تشریف لے آئیں تاکہ بندگان خدا یزید کے شر سے جلد از جلد محفوظ ہو سکیں اور دین حق کی تائید و سربلندی ہو۔

حاکم کوفہ کی معزولی:

کوفہ میں حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ بغیر کسی رکاوٹ کے لوگوں سے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں بیعت لے رہے تھے اور کوفیوں کا جوش و خروش بھی دیدنی تھا لوگ اپنی محبت چاہت اور عقیدت کا بڑھ چڑھ کر اظہار کر رہے تھے یہ حقیقت تھی کہ حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تشریف لانے کے بعد اہل کوفہ نے یزید کے خلاف کھلم کھلا جس نفرت وحقارت کا اظہار شروع کر دیا تھا وہ ایسی نہ تھی کہ اراکین حکومت سے پوشیدہ رہتی چنانچہ رفتہ رفتہ کوفہ کے گورنر نعمان بن بشیر کو بھی ان حالات کا علم ہو گیا چنانچہ ایک روز وہ جامع مسجد کوفہ میں آئے اور لوگوں کو انقلاب سے باز رکھنے کے لئے مندرجہ ذیل تقریر کی۔

"اے اللہ کے بندو! فساد سے دور رہو کہ اس میں ہلاکت کے سامان پوشیدہ ہیں اس کے نتیجے میں بڑی خوں ریزیاں ہوتی ہیں اور زبردست مالی نقصان کا سامنا کرنا پڑتا ہے جو شخص مجھ سے جدال و قتال نہیں کرے گا میں بھی اس پر تلوار نہیں اٹھاؤں گا میں تم پر کسی قسم کی سختی نہیں کروں گا نہ بہتان طرازی و بدگمانی کی بنا پر کسی کو پکڑوں گا ہاں اگر تم نے عہد شکنی کی اور مخالفت امام پر آمادہ ہو گئے تو اس اللہ کی قسم جس کے سوائے اور کوئی لائق عبادت نہیں میں اس وقت تک تم پر اپنی تلوار برساتا رہوں گا جب تک اس کا قبضہ میرے ہاتھ میں رہے گا امید ہے کہ تم میں حق پرست لوگ بہ

Marfat.com

نسبت ان لوگوں کے زیادہ ہوں گے جو باطل کی پیروی کر کے تباہ ہو رہے ہیں۔''

(الکامل ابن اثیر جلد چہارم ص 9 و تاریخ طبری)

چونکہ نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی اور نہایت نیک نفس و نرم دل آدمی تھے اس لئے وہ حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف جدال و قتال کو سخت ناپسند کرتے تھے یہی وجہ ہے کہ انہوں نے مصالحانہ رنگ کی تقریر کی چونکہ ان کی اس تقریر میں بعض جملے ایسے تھے جن سے ان کی نرم دلی ظاہر ہوتی تھی اس لیے یزید کے خیر خواہوں نے یہ تقریر پسند نہ کی اور ان میں سے بعض نے نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ ایسے نازک موقع پر آپ کو ایسی نرم تقریر نہیں کرنی چاہئے تھی یہ بہت کمزور طریق کار ہے اس موقع پر سختی سے پیش آنے کی ضرورت تھی اس اعتراض کے جواب میں نعمان نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں رہتے ہوئے کمزور کہلوانا مجھے اللہ تعالےٰ کا گنہگار بن کر طاقت ور کہلوانے سے زیادہ پسند ہے مطلب یہ تھا کہ میں طاقت ور کہلوانے کی خاطر مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھیوں کا خون نہیں بہاؤں گا اور ایسا کوئی گناہ نہیں کروں گا۔

یہ بات کر کے جناب نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ منبر سے اترے اور قصر امارت کے اندر چلے گئے یزید کے خیر خواہ لوگوں میں سے عبداللہ بن مسلم عمرو بن سعد اور عمارہ بن الولید بن عقبہ نے یزید کو ایک خط لکھا جس میں اسے حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سرگرمیوں کے بارے میں آگاہ کیا اور ساتھ ہی جناب نعمان بن بشیر کی کمزور پالیسی کی شکایت کرتے ہوئے تحریر کیا کہ۔

''کوفہ میں مسلم بن عقیل (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے لوگوں سے حسین بن علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی خلافت کے لیے بیعت لینا شروع کر رکھی ہے اور لوگ بکثرت ان کے ہاتھ پر بیعت کر رہے ہیں جبکہ حسین بن علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کی آمد کی بھی خبر ہے اور نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ اس معاملے میں بہت کمزوری دکھا رہے ہیں اگر آپ کوفہ پر اپنا قبضہ رکھنا چاہتے ہیں تو کسی مضبوط حاکم کو بنا کر بھیجئے تاکہ وہ آ کر مسلم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو گرفتار کرے اور لوگوں سے بیعت فسخ کرائے اور حسین بن علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کی کوفہ میں آمد کو سختی سے روکے اگر اس کام میں دیر

Marfat.com

ہوئی تو پھر سمجھ لیں کہ کوفہ آپ کے ہاتھ سے نکل گیا۔"

اس خط کو پڑھتے ہی یزید نے اپنے قریبی ساتھیوں سے مشورہ کیا تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آزاد کردہ غلام سرجون نے مشورہ دیا کہ عراق کی موجودہ صورتحال سے معلوم ہوتا ہے کہ عراق پر آپ کی گرفت کمزور پڑ رہی ہے اور عراق کسی بھی وقت ہاتھ سے نکل سکتا ہے اگر عراق پر قبضہ برقرار رکھنا چاہتے ہیں تو مجھے عبیداللہ بن زیاد کے علاوہ کوئی ایسا شخص دکھائی نہیں دیتا جو اس کام میں آپ کا معاون ہو سکے ہو سکتا ہے کہ آپ کو میرا یہ مشورہ اچھا نہ لگے لیکن اگر آپ عبیداللہ بن زیاد کے سوا جس کو بھی کوفہ کا حاکم بنا کر بھیجیں گے وہ کوفہ کو بچا نہ پائے گا اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ جس طرح امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عبیداللہ کے باپ زیاد کو بصرہ اور کوفہ کی حکومتیں سپرد کر دی تھیں اور وہ کامیاب رہے تھے اسی طرح بصرہ کے ساتھ ساتھ کوفہ کی حکومت بھی عبیداللہ بن زیاد کے حوالے کر دی جائے۔

یزید اس مشورے کو سن کر شش و پنج میں پڑ گیا کیونکہ وہ عبیداللہ بن زیاد سے پرخاش رکھتا تھا مگر چونکہ اس کے باپ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عبداللہ کو بصرہ کا حاکم نامزد کیا تھا اس لیے کھل کر مخالفت مول لینا نہیں چاہتا تھا لیکن اس کا ارادہ تھا کہ کسی طرح عبیداللہ بن زیاد کو بصرہ کی حکومت سے علیحدہ کر دے اب صورتحال کی نزاکت کو دیکھ کر اس نے اپنے ارادے کو فی الحال بدل دیا اور فوری طور پر عبیداللہ بن زیاد کو ایک فرمان بھیجا جس میں تحریر کیا کہ۔

"کوفہ سے میرے حامیوں نے مجھے اطلاع دی ہے کہ وہاں مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عقیل مسلمانوں میں نفاق پیدا کر رہے ہیں اس لیئے میرا خط پڑھتے ہی کوفہ چلے جاؤ اور وہاں پہنچ کر مسلم کو اس طرح تلاش کرو جیسے نگینہ کو تلاش کیا جاتا ہے جب انہیں پالو تو یا شہر سے نکال دینا یا قتل کر دینا۔"

(تاریخ طبری حصہ اول جلد دوم)

بعض مورخین کا کہنا ہے کہ یزید نے عبیداللہ بن زیاد کو لکھے گئے خط میں یہ بھی تحریر کیا کہ۔

"بصرہ کے ساتھ کوفہ کی حکومت بھی تمہارے سپرد کی جاتی ہے لہذا میرا فرمان ملتے ہی بصرہ میں کسی کو اپنا نائب بنا کر چھوڑ دو اور خود فوری طور پر کوفہ روانہ ہو جاؤ۔"

(تاریخ ابن خلدون تاریخ اسلام)

Marfat.com

یہ خط پڑھ کر ابن زیاد نے اپنے بھائی عثمان کو بصرہ میں اپنا نائب مقرر کیا اور خود کوفہ روانہ ہو گیا جب ابن زیاد کوفہ میں داخل ہوا تو اس نے اپنا منہ ایک کپڑے سے چھپا رکھا تھا اور اس کے ساتھ بصرہ کے بعض عمائدین بھی تھے چونکہ انہیں دنوں کوفہ میں حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تشریف آوری کی توقع کی جارہی تھی اس لئے لوگوں نے ابن زیاد کو دیکھ کر یہی سمجھا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لا رہے ہیں چنانچہ وہ جس طرف سے گذرا اس طرف خوشی کی ایک لہر دوڑ گئی اور لوگ "مرحبا یا ابن رسول اللہ" کے نعرے لگاتے ہوئے اس کے پیچھے پیچھے چلنے لگے جب وہ کوفہ کے قصر امارت کے دروازے پر پہنچا تو لوگوں کا ایک جم غفیر اس کے ساتھ تھا امیر کوفہ نعمان بن بشیر بھی یہی سمجھے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لے آئے ہیں اور قصر امارت میں داخل ہوا چاہتے ہیں چنانچہ انہوں نے حکم دیا کہ دروازہ بند کر دیا جائے اور خود چھت پر چڑھ کر ابن زیاد کو امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سمجھ کر یوں خطاب کیا۔

"بخدا قصر امارت جو میرے پاس ایک امانت کے طور پر ہے ہرگز آپ کے حوالے نہیں کروں گا میں آپ سے جنگ کرنا نہیں چاہتا اس لیئے خدا کا واسطہ دے کر کہتا ہوں آپ یہاں سے چلے جایئے اور قصر امارت میں داخل ہونے کی کوشش نہ کیجئے۔"

یہ سن کر ابن زیاد نے نعمان سے قدرے درشت لہجے میں کہا کہ "تمہاری خرابی ہو اُٹھو بہت دیر سو چکے۔" اس کی آواز سنتے ہی نعمان اور ان لوگوں نے جو ابن زیاد کو امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سمجھ کر ساتھ ہو لئے تھے پہچان لیا چنانچہ ادھر نعمان بن بشیر نے قصر امارت کا دروازہ کھولا اور اُدھر لوگوں کا مجمع چھٹ گیا اور سب لوگ واپس چلے گئے۔

اہل کوفہ کو ابن زیاد کی دھمکی:

عبیداللہ بن زیاد کو صورتحال کی سنگینی کا پہلے سے ہی اندازہ تھا وہ بڑا شاطر اور بے رحم انسان تھا۔ آج کے سارے حالات بھی وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا تھا اور اسے معلوم ہو گیا تھا کہ عوام پر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کس قدر اثر ہے اور وہ اُن کے کیسے گرویدہ ہیں چنانچہ اس نے شہر میں منادی کرادی کہ لوگ جامع مسجد میں جمع ہو جائیں تھوڑی دیر کے بعد مسجد حاضرین سے بھر گئی ابن زیاد مسجد میں آیا اور حمد وثنا کے بعد یوں خطاب کیا۔

Marfat.com

"امیر المومنین نے مجھے تمہارے شہر اور اس کی حدود کا والی بنا کر بھیجا ہے انہوں نے مجھے حکم دیا کہ میں تمہارے شہر کے مظلوموں اور محروموں کے ساتھ لطف و کرم اور عطاو بخشش کا سلوک کروں جو اطاعت و فرمانبرداری دکھائے اس کے ساتھ احسان سے پیش آوں جو سرکشی و نافرمانی کرے اس پر سختی کروں میں تم پر ان کا حکم نافذ کر کے رہوں گا جو شخص اچھے کردار اور اطاعت کا مظاہرہ کرے گا اس کے ساتھ میرا سلوک پدر مہربان و مشفق کا سا ہوگا۔ اور جو شخص عدول حکمی و نافرمانی کرے گا۔ اس کی گردن پر میری تلوار اور پیٹھ پر میرا تازیانہ برسے گا لوگوں کو اپنی جان کی خیر منانا چاہیے راست بازی مصیبت کو ٹالتی ہے دھمکی کوئی فائدہ نہیں پہنچاتی۔" (تاریخ طبری جلد ششم صفحہ 201)

اس کے بعد اس نے منبر سے اتر کر اکابر شہر کو ہدایت کی کہ اپنے اپنے علاقوں اور علاقوں کے لوگوں پر کڑی نظر رکھو اور مجھے مطلع کرو کہ تمہارے علاقوں میں کون کون لوگ یزید کے مطیع و فرماں بردار ہیں اور کون کون لوگ ان کے مخالف و بدخواہ یاد رکھو کہ اگر کسی نے ہماری مخالفت کی تو نہ صرف مخالفت کرنے والے کا خون ہمارے لئے مباح ہوگا بلکہ وہ تم میں سے جس کا دوست ہوگا ہم اسے بھی پھانسی پر چڑھا دیں گے اور اس کا وظیفہ بھی بند کر دیں گے۔

......☆☆☆......

Marfat.com

حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اُن کے بچے

عبید اللہ بن زیاد جب کوفہ میں داخل ہوا تو اُس وقت تک تقریباً چالیس ہزار افراد حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر چکے تھے مگر جب ابن زیاد نے اہل کوفہ کو دھمکی آمیز تقریر کی اور حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز مغرب پڑھانے کی غرض سے کوفہ کی جامع مسجد میں تشریف لائے تو اس وقت آپ کے ہمراہ صرف پانچ سو افراد تھے آپ نماز مغرب کی امامت کے لیے کھڑے ہوئے یہ پانچ سو افراد پیچھے جماعت کی صورت میں کھڑے تھے آپ نے اللہ اکبر کہا اور نماز پڑھانی شروع کی اسی اثناء میں باہر سے ابن زیاد کے ایک منادی نے پکار کر کہا جو شخص مسلم بن عقیل (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ساتھ پکڑا گیا اس کے ٹکڑے اڑا دیے جائیں گے اس کا گھر بار لوٹ لیا جائے گا نمازیوں کے کان میں جب یہ آواز پڑی تو وہ تمام کے تمام نماز توڑ کر بھاگ نکلے جب حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سلام پھیرا تو دیکھا کہ سوائے ان کے دو معصوم بچوں محمد اور ابراہیم کے اور کوئی بھی موجود نہیں ہے یہ صورتحال دیکھ کر حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت دل برداشتہ ہوئے آپ کو کوفیوں کی بے وفائی اور بد عہدی کا بہت دکھ ہوا۔

بچوں کی حفاظت کا خیال:

حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان حالات میں سب سے زیادہ فکر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تھی کہ جن کو آپ خط لکھ چکے تھے کہ کوفہ تشریف لے آئیں حالات سازگار ہیں حالات نے ایک دم پلٹا کھا لیا تھا اور ایسی صورتحال میں حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کوفہ میں تشریف لانا خطرناک ہو سکتا تھا اس لیے آپ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آمد کے تصور سے لرز جاتے سوچنے لگے کہ کیا کروں کدھر جاؤں پھر اپنے معصوم بچوں کا خیال آیا آپ نے سوچا کہ میرے ساتھ تو جو ہوگا سو ہوگا سب سے پہلے ان معصوم بچوں کو کسی محفوظ

Marfat.com

جگہ پر پہنچا دوں کہیں یہ معصوم بچے بھی ظالموں کے ظلم کا نشانہ نہ بن جائیں چنانچہ آپ مسجد سے اُٹھے اور اپنے بچوں کو ساتھ لے کر مسجد سے باہر نکلنا چاہتے تھے کہ دروازے پر پہرے بیٹھے ہوئے نظر آئے واپس لوٹے اور مسجد کے عقبی دروازے سے باہر نکل کر غیر معروف راستے سے ہوتے ہوئے اپنے ایک پرانے دوست قاضی شریح کے گھر پہنچے۔

قاضی شریح نے حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رات کے اس وقت اپنے ہاں دیکھا تو حیران ہو کر ماجرا دریافت کیا آپ نے فرمایا میں تمہارے دروازے پر پناہ لینے کی غرض سے آیا ہوں تم جانتے ہو کہ آج سارا کوفہ میری جان کا دشمن بن گیا ہے جو لوگ کل تک میری اقتداء میں نماز پڑھنا سعادت سمجھتے تھے آج وہ میرے خون کے پیاسے ہو گئے ہیں میں تم پر زیادہ بوجھ نہیں ڈالنا چاہتا صرف اتنا کہتا ہوں کہ میرے معصوم بچوں کو چند روز کے لیے اپنے پاس رکھ لو اگر کوئی قافلہ مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوا تو ان معصوموں کو اس قافلے کے ساتھ ملا دینا اگرچہ یہ معصوم ہیں کمسن ہیں راستے کی صعوبتوں سے ناواقف اور سفر کی تکلیف سے ناآشنا ہیں کوئی ساتھی ہمنوا نہیں راستہ دکھانے والا نہیں لیکن اگر قسمت اچھی ہوئی تو شاید منزل تک پہنچ ہی جائیں قاضی شریح نے بڑی عقیدت اور محبت سے بچوں کو سینے سے لگایا اور حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ آپ ان بچوں کے بارے میں کسی قسم کا فکر نہ کریں یہ میری سعادت ہے کہ میں اہل بیت اطہار کے کچھ کام آسکوں۔

حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ بچوں کو وہاں پر چھوڑ کر رخصت ہونے لگے تو آپ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور اپنے معصوم بچوں کی طرف حسرت بھری نظروں سے دیکھا۔ بچوں نے حیران ہو کر پوچھا ابا جان آپ اس طرح ہمیں کیوں دیکھ رہے ہیں آپ نے فرمایا بیٹا! مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے کہ شاید اب حوض کوثر پر ہی ملاقات ہو یہ سن کر دونوں معصوم بچے بھی رو پڑے اور کہا ابا جان! ہمیں اپنے سے جدا نہ کیجئے ہمیں اپنے ساتھ ہی لے جایئے۔ حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بچوں کو تسلی و دلاسہ دیا اور فرمایا میرے بچو! اللہ بہتر کرے گا تم کوئی فکر نہ کرو جس طرح بھی ممکن ہو مکہ مکرمہ پہنچنے کی کوشش کرنا اور اپنے چچا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہنا کہ وہ یہاں تشریف نہ لائیں کیونکہ حالات تبدیل ہو چکے ہیں یہ کہہ کر آپ نے بچوں کو سینے سے لگایا

Marfat.com

اور قاضی شریح کے گھر سے باہر نکل گئے۔

حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پناہ گاہ:

جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے کہ حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوفہ میں تشریف لانے کے بعد مختار بن ابی عبید ثقفی کے گھر قیام فرمایا تھا چونکہ ان کی قیام گاہ پر بکثرت لوگوں کا آنا جانا تھا اس لیے موجوہ تشویشناک صورتحال کے پیش نظر اس جگہ پر رہنا خطرے سے خالی نہ تھا اس لیے حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مختار بن ابی عبید کے مکان کو چھوڑا اور قبیلہ مذحج کے سردار حضرت ہانی بن عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ صحابی رسول اور محب اہل بیت اطہار تھے کے پاس تشریف لائے اور ان سے فرمایا اے ہانی! اہل کوفہ کے حالات آپ کے سامنے ہیں میں آپ کی پناہ میں آیا ہوں مجھے اپنے گھر میں پناہ دیں حضرت ہانی بن عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قبول کیا اور اپنے گھر کا ایک حجرہ آپ کے قیام کے لیے دے دیا اور کہا آپ جب تک چاہیں میرے گھر میں تشریف رکھیں میں آپ کی حفاظت کی پوری پوری کوشش کروں گا۔

حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہانی کے گھر میں پناہ گزیں ہوئے کچھ ہی دن ہوئے تھے کہ ہانی بیمار ہو گئے جب ابن زیاد کو ہانی کی علالت کا حال معلوم ہوا تو اس نے انہیں اطلاع بھیجی کہ آج شام کو میں آپ کی عیادت کے لئے آؤں گا اس موقع پر عمارہ بن سلول نے ہانی سے کہا کہ اگر آپ اجازت دیں تو جب ابن زیاد آپ کی عیادت کے لئے آئے تو میں اسے قتل کر دوں مگر ہانی نے گھر آئے ہوئے مہمان کو قتل کرنا شرافت سے بعید سمجھتے ہوئے اس کی اجازت نہیں دی اسی طرح ایک اور موقع پر جب ابن زیاد کے متعلق اطلاع ملی کہ وہ ہانی کے یہاں آ رہا ہے تو حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مشورہ دیا گیا کہ جب ابن زیاد باتوں میں مصروف ہو جائے تو آپ کمرے سے نکل کر اس کا سر اڑا دیجئے گا لیکن حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس خیال سے اتفاق نہ کیا اور فرمایا کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث سنی ہے کہ کوئی مسلمان چھپ کر یا اچانک دوسرے مسلمان پر حملہ نہ کرے ہانی نے بھی حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تائید کی اور اس بات کو اچھا نہ سمجھا۔

(تاریخ طبری۔ تاریخ اسلام)

Marfat.com

عبیداللہ بن زیاد کا جاسوس:

حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حضرت ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر موجودگی کا علم سوائے چند خاص لوگوں کے اور حضرت ہانی بن عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قریبی ساتھیوں کے علاوہ اور کسی کو نہیں تھا۔ عبیداللہ بن زیاد کوشش کے باوجود حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سُراغ لگانے میں ناکام رہا تھا مگر اس نے اپنی کوشش جاری رکھی اس مقصد کے لیے اس نے بنو تمیم کے ایک آزاد کردہ غلام معقل کو تین ہزار درہم دے کر سراغ رسانی پر متعین کیا معقل ابن زیاد کی ہدائیت پر اس کام کے لیے نکل کھڑا ہوا وہ جامع مسجد کوفہ میں آیا وہاں پر اس نے دیکھا کہ ایک شخص مسجد کے کونے میں نفل نمازیں پڑھنے میں مصروف ہے معقل نے اس کو خشوع و خضوع سے عبادت الٰہی میں مصروف دیکھا تو اسے خیال ہوا کہ ہو نہ ہو یہ شخص ضرور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا محبّ ہے چنانچہ وہ شخص جب نماز سے فارغ ہوا تو معقل اس کے پاس گیا وہ شخص جناب مسلم بن عوسجہ اسدی تھے جو محبّ اہل بیت اطہار تھے۔

معقل نے ان کے پاس جا کر بڑے ادب سے سلام کیا اور کہا کہ میں ایک شامی ہوں اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں اہل بیت اطہار کی محبت کا جذبہ پیدا کر دیا ہے مجھے معلوم ہوا ہے اہل بیت نبوت میں سے کوئی بزرگ کوفہ میں تشریف لائے ہوئے ہیں میں چاہتا ہوں کہ ان کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ تھوڑی سی رقم کا ہدیہ پیش کروں جناب مسلم بن عوسجہ اس کی باتوں میں آ گئے اور اسے لے کر حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس چلے آئے معقل نے آتے ہی حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قدموں میں گر کر رونا شروع کر دیا اور بڑی محبت اور عقیدت کا اظہار کیا آپ کے ہاتھوں کو بوسہ دیتا پھر آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور جو درہم اس کے پاس تھے آپ کی خدمت میں ہدیے کے طور پر پیش کیے۔

حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے معقل کی باتوں سے متاثر ہو کر اُسے اپنا ہمدرد اور محبّ سمجھا مگر وہ بدبخت عبداللہ بن زیاد کا بھیجا ہوا جاسوس تھا تین دن تک وہ آپ کی خدمت میں رہا لیکن چوتھے روز غائب ہو گیا۔ حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اب شک ہوا اور حضرت ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ معقل کو گئے ہوئے سارا دن گزر گیا ہے ابھی تک

Marfat.com

واپس نہیں آیا حضرت ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہو سکتا ہے کہ اسے کوئی کام پڑ گیا ہو مگر حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی چھٹی حس کسی انجانے خطرے کو محسوس کر رہی تھی۔ (تاریخ طبری ۔تاریخ اسلام)

حضرت ہانی کو گرفتار کر لیا گیا:

حضرت ہانی بن عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شمار کوفہ کے رئیس اور سربرآوردہ افراد میں ہوتا تھا اور آپ تقریباً روزانہ ہی عبید اللہ بن زیاد سے ملنے کے لیے قصر امارت میں جایا کرتے تھے لیکن جب سے حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے گھر میں پناہ گزین ہوئے تھے انہوں نے ابن زیاد کے پاس آنا جانا چھوڑ دیا تھا اور بہانہ یہ رکھا کہ وہ بیمار ہیں اور بیماری کے باعث کہیں آنے جانے سے قاصر ہیں۔ ابن زیاد نے کچھ عرصہ تو حضرت ہانی کی بیماری کا سن کر توجہ نہ دی مگر جب اسے معقل کی زبان سے یہ اطلاع ملی کہ حضرت ہانی نے حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پناہ دی ہوئی ہے اور ان کے گھر میں اہل بیت کے مداحوں کا اجتماع بھی ہوتا ہے۔ نیز دوسری طرف یہ معلوم ہوا کہ اب وہ صحت یاب ہو چکے ہیں۔ مگر پھر بھی قصر امارت میں نہیں آتے تو اسے یقین ہو گیا کہ حضرت ہانی مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جماعت میں شامل ہو گئے ہیں اور میرے پاس نہ آنے کی یہی وجہ ہے چنانچہ اس نے اسماء بن خارجہ اور محمد بن اشعث کو بلا کر تاکید کی کہ تم دونوں ہانی کے پاس جاؤ اور انہیں میرے پاس لے آؤ اگر وہ آنے سے انکار کریں تو ان سے کہو کہ تمہیں امان دی جاتی ہے۔

ادھر حضرت ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ معقل کا انتظار کر رہے تھے ساری رات گزر گئی اور اذان فجر کا وقت ہو گیا معقل کا کوئی پتہ نہیں تھا کہ کہاں چلا گیا ہے جب صبح کا سورج طلوع ہوا تو دروازے پر دستک ہوئی حضرت ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مطمئن ہوئے کہ آنے والا آ گیا مگر جب دروازہ کھولا تو دیکھا کہ دروازے پر معقل کی بجائے اسماء بن خارجہ محمد بن اشعث اور فوج کے چند سپاہی کھڑے ہیں بہت حیران ہوئے اور اس وقت آنے کا مقصد پوچھا تو انہوں نے آپ کو ابن زیاد کے دربار میں حاضر ہونے کا حکم سنایا یہ سن کر حضرت ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ماتھا ٹھنکا اور دل میں طرح طرح کے خیالات آنے لگے مگر ان

Marfat.com

کے ساتھ چل پڑے تھوڑی دیر کے بعد اسماء بن خارجہ اور محمد بن اشعث ہانی کو لے کر ابن زیاد کے پاس آ گئے ابن زیاد نے حضرت ہانی سے پوچھا کہ کیوں ہانی! میں نے سنا ہے کہ تم نے مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے گھر میں پناہ دی ہے اور امیر المومنین یزید کے مخالف تمہارے گھر میں جمع ہو کر ان کے خلاف سازشیں کرتے ہیں حضرت ہانی نے حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جان بچانے کی غرض سے جواب دیا کہ آپ کو غلط اطلاع دی گئی ہے ابن زیاد نے کہا کہ میری اطلاع صحیح ہے اور یہ اطلاع اس شخص نے دی ہے جو تمہاری محفلوں میں شریک ہوتا رہا ہے حضرت ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پھر اپنے پہلے الفاظ پر اصرار کیا آخر ابن زیاد نے معقل کو بلایا اور اس کی طرف اشارہ کر کے حضرت ہانی سے پوچھا کہ اسے پہچانتے ہو معقل کو دیکھتے ہی ہانی معاملے کی تہہ تک پہنچ گئے اور انہوں نے اقرار کیا کہ میں نے مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پناہ ضرور دی ہے لیکن میں انہیں بلانے نہیں گیا بلکہ وہ خود میرے دروازے پر آئے اور مجھ سے پناہ چاہی میری مروت نے گوارا نہ کیا کہ کوئی شخص مجھ سے پناہ طلب کرے اور میں اس کی درخواست کو رد کر دوں مگر اس واقعہ سے پہلے میر اسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا ان کی جماعت سے کوئی تعلق نہ تھا۔

اس پر ابن زیاد نے کہا کہ اچھا اگر یہی بات ہے تو مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو میرے حوالے کر دو حضرت ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ یہ نہیں ہو سکتا کہ میں اپنے مہمان کو اس شخص کے حوالے کر دوں جو اسے قتل کرنے کے درپے ہے اس میں میری بڑی ذلت ہے جب تک میرے بازوؤں میں طاقت ہے اور ایک بڑی جماعت میرے ساتھ ہے ایسا نہیں کروں گا اور اگر بفرض محال ایک شخص بھی میرے ساتھ نہ ہو جب بھی میں اپنے مہمان کو اس کے دشمن کے سپرد نہیں کر سکتا۔

حضرت ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ جرات مندانہ جواب ابن زیاد کو بہت ناگوار گزرا اور اس نے غضبناک ہو کر کہا ہانی! اگر تم نے مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو میرے سپرد نہ کیا تو یاد رکھو میں تمہارا سر اڑا دوں گا حضرت ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ اگر تم نے ایسا کیا تو ہزاروں آدمی تمہارے قصر امارت پر ٹوٹ پڑیں گے اور اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے۔

حضرت ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس جواب سے ابن زیاد آگ بگولا ہو گیا اور اس نے اپنا

Marfat.com

عصا ان کے چہرے پر مارا جس سے ان کی ناک کی ہڈی ٹوٹ گئی اور ابرو کا گوشت کٹ کر لٹک گیا اس کے بعد انہیں ایک کمرے میں قید کر دیا۔ (اخبار الطوال صفحہ 251)

قصر امارت کا گھیراؤ:

چونکہ حضرت ہانی بن عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قبیلہ بنی مذحج کے سردار اور سرکردہ بزرگ تھے کوفہ میں آپ کا ایک مقام و مرتبہ تھا لوگوں میں عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے جبکہ ان کے اپنے قبیلے والے بھی ان کے زبردست جانثار تھے عبیداللہ بن زیاد نے جب ان کو اپنے قصر امارت میں بلایا اور وہاں پر جو معاملات اور تلخی ہوئی اُن کے بارے میں چہ میگوئیاں قصر امارت سے نکل کر کوفہ شہر میں بھی ہونے لگیں۔

"اور پھر تھوڑی ہی دیر میں سارے شہر میں مشہور ہو گیا کہ حضرت ہانی قتل کئے جا رہے ہیں حضرت ہانی کے قبیلے بنی مذحج کو بھی اس کی اطلاع ہو گئی اس قبیلے کا ایک سردار عمرو بن حجاج قبیلے والوں کو لے کر آ گیا اور قصر امارت کا محاصرہ کر لیا۔ اس نے بلند آواز سے پکار کر کہا کہ میرا نام عمرو بن حجاج ہے اور بنی مذحج کے شرفا میرے ہمراہ آئے ہیں ہم نے نافرمانی نہیں کی ہے اور نہ جماعت مسلمین سے الگ ہوئے ہیں مگر ہمیں معلوم ہوا ہے کہ ہمارے امیر کو قتل کیا جا رہا ہے اور یہ بات ہمارے لیے کسی طرح قابل برداشت نہیں ہے۔"

جب ابن زیاد کو اس شورش کا علم ہوا تو اس نے قاضی شریح کو بلا کر کہا کہ بنو مذحج والوں کو کسی نے غلط اطلاع دی ہے کہ ان کے رئیس ہانی بن عروہ کو قتل کیا جا رہا ہے آپ جا کر انہیں دیکھ لیجئے کہ وہ زندہ ہیں یا نہیں اور پھر بنو مذحج کو بتا دیجئے کہ ہانی زندہ ہیں البتہ امیر کوفہ نے انہیں کچھ پوچھ گچھ کے لئے روک لیا ہے ایک روایت کے مطابق قاضی شریح کو حضرت ہانی دور سے دکھا دیئے گئے اور انہوں نے قبیلہ بنو مذحج والوں کو یقین دلایا کہ حضرت ہانی زندہ ہیں یہ سن کر حضرت ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قبیلے والے واپس چلے گئے۔

قصر امارت پر دھاوا:

حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی ان واقعات کی اطلاع ہو گئی اور ان کی غیرت و شرافت نے گوارا نہ کیا کہ ان کا میزبان و پناہ دہندہ قید کر لیا جائے اور وہ اس کی

Marfat.com

مدد نہ کریں چنانچہ انہوں نے اپنے معتقدین کو حکم دیا کہ شہر کے گلی کوچوں میں پھیل جاؤ اور یا منصور امت یا منصور امت کی ندا دو چنانچہ ایسا ہی کیا گیا یہ آواز سنتے ہی لوگ مسلح ہو کر اپنے گھروں سے نکل پڑے اور تھوڑی ہی دیر میں وہ ہزاروں آدمی جو حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کر چکے تھے حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو گئے حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سب کو منظم و مرتب کیا اس لشکر میں سوار اور پیادے دونوں تھے دستوں کی ترتیب اس طرح قائم کی گئی تھی کہ بنی کندہ و بنی ربیعہ کا علم عبیداللہ بن عمرو کندی کو دیا گیا اور انہیں سواروں کے آگے آگے چلنے کی ہدایت کی گئی قبیلہ مذحج و بنی اسد کا علم مسلم بن عوسجہ کو دیا گیا اور انہیں پیادوں کے آگے آگے چلنے کی ہدایت کی گئی بنو تمیم و بنو ہمدان کا علم ابن ثمامہ صائدی کو دیا گیا۔ اس کے بعد یہ لشکر ابن زیاد کے محل پر حملہ کرنے کے لئے روانہ ہو گیا۔ یہ 8 ذی الحج 60ھ کا واقعہ ہے اس وقت ابن زیاد اپنے خدام حفاظتی دستے اور روسائے شہر کے ساتھ جامع مسجد کے منبر پر بیٹھا ہوا لوگوں کو متنبہ کر رہا تھا کہ نافرمانی و بغاوت نہ کرو کہ اسی اثنا میں بازار کوفہ کے کھجور فروش گھبرائی ہوئی حالت میں مسجد میں داخل ہوئے اور انہوں نے اطلاع دی کہ ابن عقیل آ گئے۔ اتنا سنتے ہی ابن زیاد منبر سے اتر کر بھاگا اور اپنے محل میں گھس گیا چند منٹ میں لشکر قصر امارت کے سامنے پہنچ گیا۔ تکبیر کے نعروں سے کان پڑی آواز نہ سنائی دیتی تھی اور ابن زیاد کے خدام محل کی چھت پر چڑھے ہوئے یہ منظر دیکھ رہے تھے امید ہی نہیں یقین ہے کہ انقلاب کی یہ کوشش بار آور ہو جاتی اور کوفہ پر حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا علم لہرانے لگتا مگر عین وقت پر ابن زیاد کو ایک ترکیب سوجھی۔ اس نے اُن روسائے شہر کو جو اس وقت اس کے ہمراہ تھے ہدایت کی تم محل کی چھت پر چڑھ کر اپنے زیر اثر علاقوں کے لوگوں سے کہو کہ یزید کا لشکر کوفہ کے قریب پہنچا ہی چاہتا ہے۔ یہ بڑا زبردست لشکر ہے اور تم اس کے مقابلے کی تاب نہ لا سکو گے اس لئے اپنے آپ کو ہلاک نہ کرو اور اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ اگر تم نے ایسا کیا تو نہ صرف یہ کہ تم سے باز پرس نہ ہو گی بلکہ انعام و اکرام سے مالا مال کر دیئے جاؤ گے اس کے ساتھ ہی اس نے اپنے بعض اصحاب کو شہر کے مختلف علاقوں میں بھیجا تاکہ وہ محاصرین کے والدین بیویوں اور بھائیوں کو ان کے پاس بھیج کر انہیں واپسی پر آمادہ کریں چنانچہ یہ تدبیریں کارآمد ثابت ہوئیں محاصرین کی بیویاں مائیں اور

Marfat.com

بہنیں آتیں اور انہیں خدا کا واسطہ دے دے کر اوران کے دلوں میں طرح طرح کے خدشات پیدا کر کے انہیں اپنے ہمراہ واپس لے جاتیں کچھ روسائے شہر کی ہدایت وتلقین نے بھی اثر کیا اور اس طرح رفتہ رفتہ حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھیوں کی کثیر تعداد ان سے جدا ہوگئی صرف چند سو آدمی ان کے ساتھ رہ گئے اس دوران میں ابن زیاد نے فوج کی کافی جمعیت اکٹھی کر لی اس فوج نے حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے باقی ماندہ ہمراہیوں پر حملہ کر دیا ایک خون ریز اور شدید جنگ ہوئی جس میں طرفین کے بہت سے آدمی کام آئے اور حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ لڑتے لڑتے زخموں سے چور ہو گئے۔ آخر کار میدان ابن زیاد کی فوج کے ہاتھ رہا۔

(سر الشہادتین۔ تذکرہ حسنین)

حضرت ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید کر دیے گئے:

مورخین لکھتے ہیں کہ عبید اللہ ابن زیاد حضرت ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بہت زیادہ آگ بگولا تھا کیونکہ انہوں نے حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پناہ دی تھی ابن زیاد نے حضرت ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا اور جلاد کو حکم دیا کہ ان کی گردن اڑا دو جب جلاد آپ کو پکڑ کر لے چلا تو ابن زیاد نے آپ سے مخاطب ہو کر کہا اے ہانی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ذرا سوچو کہ جان بڑی چیز ہے آپ نے فرمایا ایمان بڑی چیز ہے ابن زیاد بولا اگر جان بچ گئی تو دنیا مل جائے گی آپ نے فرمایا اے بدبخت! ایمان بچ گیا تو آخرت مل جائے گی یہ سن کر ابن زیاد خاموش ہو گیا۔

اس کے بعد حضرت ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ طیبہ کی طرف منہ کر کے مسکرانے لگے جلاد حیران ہوا اور کہنے لگا بھلا یہ مسکرانے کا کون سا موقع ہے؟ اے ہانی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! تم بڑے بہادر ہو بوڑھے ہو کر بھی تمہارا دل نوجوانوں سے زیادہ قوی ہے اس مقام پر تو بڑے بڑے دلداروں کا دم گھٹ جاتا ہے آپ نے فرمایا او ظالم! میں کیوں نہ مسکراؤں جو میں دیکھ رہا ہوں کیا وہ تمہیں نظر نہیں آتا وہ سامنے دیکھ سیدنا رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجھے پکار رہے ہیں اور فرمارہے ہیں کہ میرے بیٹے پر قربان ہونے والے فوراً آ اور جام کوثر پی کر میرے دامن رحمت میں داخل ہو جا یہ سنتے ہی جلاد کے جسم پر رعشہ طاری ہو گیا اور وہ دہشت زدہ ہو کر الٹے قدموں واپس بھاگا۔ یہ دیکھ کر ابن زیاد نے ایک دوسرے جلاد کو بلوایا جس نے آپ کو شہید کر دیا۔

Marfat.com

بعض مورخین نے تحریر کیا ہے کہ حضرت ہانی بن عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد شہید کیا گیا اس ضمن میں راوی کہتے ہیں کہ جب حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید کر دیے گئے تو عبید اللہ بن زیاد نے حضرت ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بازار میں لے جا کر قتل کرنے کا حکم دیا چونکہ حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد اہل کوفہ خوفزدہ ہو چکے تھے۔ اور کوئی بھی ابن زیاد کے خلاف آواز بلند نہیں کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ ابن زیاد کے حکم پر حضرت ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بکر منڈی کے ایک بازار میں لے جایا گیا ان کو رسیوں سے جکڑا ہوا تھا اور سپاہی ان کو پکڑے لیے جاتے تھے۔

حضرت ہانی بن عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حالات کا اندازہ لگا لیا تھا کہ اب یہ لوگ ان کے ساتھ کیا سلوک کریں گے اس لیے بار بار یہ کہتے جاتے تھے کہ آج بنی مذحج کہاں چلے گئے میری مدد کے لیے کیوں نہیں آتے جب انہوں نے کسی کو بھی مدد کے لیے آتے نہ دیکھا تو خود ہی مزاحمت کی اور اپنے ہاتھ کو کھینچ کر رسی میں سے نکال لیا اور اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے بولے کوئی عصا نہیں کوئی چھری نہیں کوئی پتھر نہیں اور اونٹ کی کوئی ہڈی بھی نہیں کہ آدمی اپنی جان بچانے کے لیے اسی کو ہی لے کر کوشش کرے سپاہیوں نے جب آپ کو اس طرح مزاحمت کرتے ہوئے دیکھا تو ان کو پھر رسی سے باندھ دیا اور جلاد نے کہا کہ اپنی گردن آگے کی طرف کرو تا کہ تمہارا سر تن سے جدا کریں یہ سن کر دلیری اور بے خوفی سے بولے میں ایسا بھی سخی نہیں ہوں کہ اپنا سر خود ہی آگے بڑھا دوں اپنی جان لینے میں میں تمہارے لیے سہولت پیدا نہیں کروں گا۔

اسی اثناء میں ابن زیاد کے ایک ترکی غلام رشید نے آپ پر تلوار سے وار کیا مگر یہ وار کارگر نہ ہوا اُس ترکی غلام نے دوسرا وار کر کے آپ کو شہید کر دیا۔ (تاریخ طبری جلد پنجم ص 205)

حضرت ہانی بن عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفہ کے بہت بڑے رئیس اور اپنے قبیلے کے نامور سردار تھے اس کے علاوہ سب سے بڑھ کر یہ کہ آپ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابی تھے عبید اللہ ابن زیاد کے ساتھ آپ کے ذاتی مراسم تھے اور دونوں کے مابین تعلقات کی نوعیت ایسی تھی کہ تقریباً روزانہ شام کو ابن زیاد سے ملنے کے لیے اس کے محل میں جاتے تھے جب آپ بیمار ہوئے تو ابن زیاد خود آپ کی عیادت کی غرض سے آپ کے گھر پر آیا اس قدر تعلق کے باوجود

Marfat.com

جب آپ نے حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے گھر میں پناہ دی تو اس کے ساتھ ہی ابن زیاد سے قطع تعلقی اختیار کر لی۔

حضرت ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوفہ میں اہل بیت کی حمائیت میں جس بلند کردار کا مظاہرہ کیا تاریخ عالم میں اس کی بہت ہی کم مثالیں ملتی ہیں آپ نے حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اُس وقت پناہ دی جب ابن زیاد جیسا ظالم شخص حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خون کا پیاسا ہو رہا تھا اور ان کے حمائیتیوں میں کوئی کھل کر سامنے نہ آتا تھا آپ نے ان کو صرف اس لیے پناہ دی کہ ان کی جان کو خطرہ تھا اور انہوں نے آپ سے پناہ مانگی تھی آپ نے خود اپنی جان کو خطرے میں ڈالا لیکن آپ کی مروت نے گوارا نہ کیا کہ پناہ مانگنے والے کو پناہ نہ دیں۔ آپ کی اصول پسندی اور کردار کی خوبی کا اظہار اُس وقت بھی ہوتا ہے کہ جب ابن زیاد آپ کے گھر آپ کی عیادت کے لیے آتا ہے اور آپ سے اس کے قتل کی اجازت مانگی جاتی ہے مگر اس موقع پر آپ ایک شریف النفس انسان کی طرح اس اقدام کی مخالفت کرتے ہیں اور اپنے گھر آئے ہوئے مہمان کو قتل کرنا بزدلی اور دھوکہ دہی قرار دیتے ہیں حالانکہ اس وقت آپ کے ایک معمولی اشارے سے ابن زیاد کو قتل کیا جا سکتا تھا۔

حضرت ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کردار کی عظمت کا اُس وقت بھی پتہ چلتا ہے جب ابن زیاد کی طرف سے آپ کو کہا جاتا ہے کہ مسلم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو ہمارے حوالے کر دو۔ اس صورت میں آپ کی جان بچ جانے کا قوی امکان تھا۔ لیکن آپ اپنی جان دینا قبول کر لیتے ہیں آپ کی شرافت اور غیرت اپنے مہمان کو اس کے دشمن کے حوالے کرنا گوارا نہیں کرتی باوجود اس کے کہ آپ کو حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی معیت میں رہ کر میدان کربلا میں شہید ہونے کی سعادت حاصل نہیں ہوئی لیکن آپ نے جس جرات مردانگی اور دلیری سے جان دی اور شہادت کے جس عظیم مرتبے پر فائز ہوئے وہ شہدائے کربلا میں ایک منفرد اور ممتاز مقام رکھتا ہے۔

کوفیوں نے ساتھ چھوڑ دیا:

ابن زیاد کی فوج کے ساتھ لڑائی کے وقت کوفیوں کی ایک بہت بڑی تعداد جو کہ ہزاروں

Marfat.com

میں تھی حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھی۔ آپ کو چھوڑ کر تتر بتر ہو چکی تھی آپ زخموں سے نڈھال اور پیاس کی شدت سے بے حال ہو کر کوفہ سے باہر نکلنے کے لیے راستے کی تلاش میں تھے چاہتے تھے کہ کسی طرح مکہ مکرمہ کی راہ پر جا کر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کوفہ آنے سے روک دوں مگر سمجھ نہیں آتی تھی کہ دشمنوں سے بچ کر کس طرح کوفہ سے نکلوں آپ شام کے اندھیرے میں گلیوں سے ہوتے ہوئے چلے جا رہے تھے کہ راستے میں آپ کی ملاقات ایک جانثار سعید بن احنف بن قیس سے ہو گئی اس نے عرض کی یا سید! آپ کہاں جا رہے ہیں اور کس طرف جانے کا ارادہ ہے کوفہ کا بچہ بچہ آپ کا دشمن اور آپ کے خون کا پیاسا ہے ابن زیاد ظالم نے شہر کے ناکوں پر پہرے بٹھائے ہوئے ہیں آپ کا شہر سے نکلنا بالکل ناممکن ہے میرے ساتھ آیئے میں آپ کو کسی محفوظ جگہ پر ٹھہرا دوں۔

حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت تھک چکے تھے کوئی محفوظ راستہ دکھائی نہ دیتا تھا نہ کوئی رہبر تھا کہ جو راستے کا پتہ بتاتا سعید بن احنف بن قیس کے کہنے پر اس کے ساتھ چل پڑے وہ آپ کو محمد بن کثیر کے گھر لے گیا محمد بن کثیر اہل بیت کے محبین میں سے تھے انہوں نے آپ کی بہت خاطر تواضع کی اور آپ کو ایک تہہ خانے میں چھپا دیا۔

اس بات کا علم کسی طرح عبید اللہ بن زیاد کو ہو گیا اور اس نے یہ اطلاع پا کر کہ حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ محمد بن کثیر کی پناہ میں ہیں اپنی فوج کو حکم دیا کہ فوری طور پر محمد بن کثیر کے گھر کا محاصرہ کر کے مسلم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو گرفتار کر لیا جائے اس پر فوج نے محمد بن کثیر کے گھر کا محاصرہ کر لیا گھر میں ہر طرف تلاش کیا مگر حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہ ملے انہوں نے محمد بن کثیر اور ان کے بیٹے کو گرفتار کر لیا اور ابن زیاد کے پاس لے گئے ابن زیاد نے ان سے کہا اے ابن کثیر! تمہیں اپنی جان عزیز ہے یا مسلم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی؟ اگر خیریت چاہتے ہو تم مسلم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو میرے حوالے کر دو ورنہ تمہارا حشر بھی ہانی بن عروہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) جیسا ہو گا اس بات پر محمد بن کثیر اور ابن زیاد میں تلخ کلامی ہو گئی اور نوبت لڑائی تک پہنچ گئی۔ محمد بن کثیر اس کے سپاہیوں کے ساتھ بے جگری سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے جبکہ محمد بن کثیر کے بیٹے نے چاہا کہ لڑتے ہوئے محل سے باہر نکل آئے اور اپنے قبیلے والوں کو امداد کے لیے

Marfat.com

بلائے مگر وہ اکیلا کیا کرسکتا تھا چنانچہ جو سامنے آتا گیا اُس پر تلوار کے وار کر کے زخمی یا ہلاک کر دیتا آخر کار ایک بد بخت نے نیزے کا وار کیا اور جناب محمد بن کثیر کا بیٹا بھی شہید ہو گیا

کوفہ میں بے یار و مددگار:

جب عبید اللہ بن زیاد نے جناب محمد بن کثیر اور ان کے بیٹے کو بے دردی سے شہید کر دیا تو اس کے بعد ابن زیاد نے اعلان کرا دیا کہ جو شخص مسلم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا سر لائے گا اسے ایک گھوڑا ایک عمدہ لباس اور ایک ہزار اشرفیاں انعام کے طور پر دی جائیں گی۔ شہر کی گلی گلی میں فوج متعین تھی ہر شخص چاہتا تھا کہ وہ حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر کاٹ کر انعام حاصل کرے کوفے کی گلیوں اور بازاروں میں آپ کو تلاش کیا جا رہا تھا آپ کو محمد بن کثیر اور ان کے بیٹے کی شہادت کا علم ہو چکا تھا اس لیے آپ نے اس طرح چھپ کر ان کے گھر میں رہنا پسند نہ کیا اور اپنی تلوار لے کر گھر سے باہر نکل پڑے اور چھپتے چھپاتے ایک ویران مسجد میں جا کر بیٹھ گئے بار بار آپ کو یہ فکر کھائے جا رہی تھی کہ کہیں حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرا خط ملنے پر کوفہ میں نہ آ جائیں اگر ایسا ہوا تو اچھا نہ ہو گا چاروں طرف دیکھتے تھے کہ کوئی ہمدرد اہل بیت کا محب نظر آ جائے جس سے کہیں کہ وہ امام عالی مقام کو کوفہ آنے سے روک دے مگر کوئی دکھائی نہیں دیتا تھا۔ ایک مرتبہ پھر کوفہ سے نکلنے کا ارادہ کر کے اُٹھے بڑی کوشش کی کہ کسی محفوظ راستے سے نکل سکیں مگر جدھر بھی قدم بڑھاتے تھے پہرے لگے ہوئے نظر آتے تھے پریشانی کے عالم میں اِدھر اُدھر پھرتے تھے کوفہ میں بالکل بے یار و مددگار ہو کر رہ گئے تھے۔

مسلم سا بھی مظلوم زمانے میں نہ ہو گا
دشمن تو ہزاروں تھے وہ بیکس وتنہا
دم لیں کہیں اتنا نہ روا دار کوئی تھا
کچھ امن کی صورت نظر آتی تھی نہ اصلا
اس پر بھی نہ کچھ غم تھا اپنا نہ الم تھا
کوفہ کو چلے آئیں نہ شبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ غم تھا

حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ جائے پناہ ڈھونڈتے ہوئے بنی جبلہ کندہ کے محلے

Marfat.com

میں پہنچے دیکھا کہ ایک مکان کے دروازے پر ایک خاتون کھڑی ہوئی ہے آپ اس کے قریب آئے اسے سلام کیا اور پانی مانگا۔ اس نے پانی لا کر حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پلایا اور برتن رکھنے گھر میں چلی گئی جب واپس آئی تو دیکھا کہ حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے دروازے پر بیٹھے ہیں اس نے پوچھا کہ ''کیا تم نے پانی نہیں پیا؟'' حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ ہاں پانی تو پی لیا ہے۔ عورت نے کہا کہ پھر تمہیں جہاں جانا ہے وہاں جاؤ۔ اس پر حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بولے کہ خدا کی نیک بندی میں اجنبی ہوں یہاں نہ میرا گھر بار ہے اور نہ کنبہ کے لوگ ہیں اگر تم میرے ساتھ نیکی کرو تو شاید کسی وقت میں اس کا صلہ دے سکوں میرا نام مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عقیل ہے لوگوں نے میرے ساتھ فریب کیا اور مجھے دھوکا دیا۔

عورت نے حیرانی سے پوچھا کہ کیا مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عقیل آپ ہی ہیں؟ حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہاں میں ہی مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عقیل ہوں یہ سن کر عورت جس کا نام طوعہ تھا حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے مکان میں لے گئی اور ایک کمرے میں چھپا دیا اسی دوران میں طوعہ کا بیٹا بھی آ گیا جب اس نے دیکھا کہ اس کی ماں بار بار ایک ہی کمرے میں آتی جاتی ہے تو اس نے اس کی وجہ پوچھی مگر طوعہ ٹال گئی آخر بیٹے کے اصرار سے مجبور ہو کر اس نے اصل حقیقت اسے بتا دی مگر پہلے قسم لے لی کہ اس بات کا ذکر کسی سے نہ کرنا۔ (تاریخ طبری جلد دوم)

ظالموں نے پیچھا نہ چھوڑا:

حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شکست ابن زیاد کے لئے جس قدر باعث اطمینان تھی اس سے زیادہ تشویشناک حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بچ نکلنا تھا۔ چنانچہ وہ حفاظتی پولیس کے زبردست پہرے میں جامع مسجد کوفہ میں داخل ہوا اور اپنے خادموں کو حکم دیا کہ شہر میں منادی کر دو کہ بوڑھا جوان تجارت پیشہ سرکاری اور غیر سرکاری ملازم غرض کوئی نہ رہے جو آج عشا کی نماز جامع مسجد میں ادا نہ کرے۔ تھوڑی ہی دیر میں مسجد حاضرین سے بھر گئی ابن زیاد منبر پر گیا اور پولیس کے افسروں کو حکم دیا کہ میرے چاروں طرف اس طرح کھڑے ہو جاؤ کہ میں ہر جانب سے محفوظ رہوں اس کے بعد اس نے تقریر شروع کی۔

Marfat.com

"نادان ابن عقیل نے جو بغاوت و نافرمانی کی وہ تم دیکھ چکے اب وہ جس کے گھر میں بھی پایا جائے گا اس کے لئے خدا کی طرف سے امان ممنوع ہے اور جو شخص اسے گرفتار کر کے لائے گا اسے ابن عقیل کا خون بہا ملے گا اے خدا کے بندو! خدا سے ڈرو۔ اطاعت گذاری کرتے رہو عہد شکنی نہ کرو اپنی جان کے دشمن نہ بنو۔ اے حصین بن تمیم (پولیس کا ایک افسر) تمہیں کوفہ کا نگران مقرر کیا جاتا ہے سارے شہر کے ناکے بند کر دو اور صبح تک کسی کو گھر سے باہر مت نکلنے دو اگر اس دوران میں کوئی شخص بچ کر کوفہ سے نکل گیا تو یاد رکھو تمہیں قتل کر دیا جائے گا صبح ہوتے ہی گھروں کی تلاشی لو اور جس طرح بھی ہو مسلم بن عقیل کو ڈھونڈ کر میرے سامنے پیش کرو" (تاریخ طبری حصہ اول جلد دوم)

دوسرے دن صبح کو طوعہ (جس کے گھر میں حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ روپوش تھے) کے لڑکے نے ابن زیاد کے ایک معتمد محمد بن اشعث کے بیٹے کو بتا دیا کہ مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے گھر میں چھپے ہوئے ہیں۔ اس نے ابن زیاد کو اطلاع دی ابن زیاد نے اسی وقت عمرو بن عبید اللہ سلمی کی قیادت میں بنو قیس کے ستر 70 افراد کی ایک جماعت محمد بن اشعث کے ساتھ بھیجی اور حکم دیا کہ جس طرح بھی ہو مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گرفتار کر کے لے آؤ یہ لوگ گھوڑوں پر سوار طوعہ کے مکان کی طرف تیزی سے بڑھے۔ گھوڑوں کے ٹاپوں کی آوازوں سے حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سمجھ گئے کہ یہ ابن زیاد کی جمعیت ہے اور میری گرفتاری کے لئے آئی ہے چنانچہ وہ بھی تلوار لے کر مقابلہ کے لئے تیار ہو گئے ابن زیاد کی جمعیت نے مکان کا محاصرہ کر لیا اور کچھ لوگ مکان کے اندر داخل ہو گئے حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑی بہادری سے ان کا مقابلہ کیا اور تلواریں مار مار کر انہیں گھر سے باہر نکال دیا۔ آخر کچھ لوگ مکان کی چھت پر چڑھ کر پتھر برسانے لگے۔

جانے کی کہیں راہ نہ تھی بند تھے رستے
کوفی چلے آتے تھے کمر ظلم پہ کستے
گھیرے تھے سواران ستمگار کے دستے
یہ نیچے تھے اور چھتوں سے پتھر تھے برستے

Marfat.com

جب وار نہ چلتا تھا کوئی شیر ژیاں پر
انگارے لعین پھینکتے تھے سوختہ جان پر

ظالموں کی طرف سے آنے والا ایک پتھر آپ کی پیشانی پر لگا اور پیشانی سے خون بہنے لگا اُس وقت آپ نے مکہ مکرمہ کی طرف اپنا چہرہ کرتے ہوئے فرمایا۔

"اے حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کچھ آپ کو اپنے بھائی خستہ جگر کی بھی خبر ہے کہ اس پر کیا گزری اور اس کے ساتھ کوفیوں نے کیا کیا افسوس میرے حال زار کی خبر آپ کو کون پہنچائے اور کون آپ کو یہاں آنے سے روکے۔"

اسی اثناء میں ایک پتھر آ کر آپ کے لبوں پر لگا دانتوں سے خون جاری ہو گیا داڑھی مبارک خون سے بھر گئی اتنی دیر میں چند افراد پھر تلواریں لے کر آگے بڑھے آپ نے ان کا مقابلہ کیا بکیر بن حمران احمری نے آپ پر وار کرنا چاہا وار کارگر نہ ہوا مگر اس وار سے آپ کے دونوں ہونٹ کٹ گئے اور سامنے کے دو دانت بھی ٹوٹ گئے حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے سر اور کندھے پر تلوار سے وار کیا اور اس کو ہلاک کر دیا یہ صورتحال دیکھ کر جو لوگ آپ پر چڑھ دوڑے تھے وہ گھر سے باہر نکل گئے اور فرمایا اے اللہ! میں اس وقت پیاسا ہوں آپ کی آواز سن کر وہ بڑھیا طوعہ آپ کے لیے پیالے میں پانی لے کر آئی اور آپ کو دیا جب آپ نے پانی کا پیالہ منہ سے لگایا تو سارے کا سارا پانی خون آلودہ ہو گیا آپ نے وہ پانی پھینک دیا بڑھیا نے دوبارہ پانی لا کر دیا اُس میں بھی آپ کے منہ سے بہنے والا خون مل گیا جب تیری مرتبہ اُس نے پیالے میں پانی لا کر دیا تو اس میں آپ کے دانت نکل کر گر گئے اور پانی میں پھر خون شامل ہو گیا اس پر آپ نے پیالہ ہاتھ سے رکھ کر فرمایا اللہ کو منظور ہی نہیں ہے۔

یہ دیکھ کر بڑھیا طوعہ نے کہا حضور کیا بات ہے پیالے میں خون کے قطرے گرتے ہیں تو آپ پانی نہیں پیتے آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے۔

اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ

"بے شک اللہ تعالیٰ نے تم پر مردار اور خون اور خنزیر حرام کر دیا ہے۔"

چونکہ پانی میں خون شامل ہو گیا اس لیے میں نے پانی پھینک دیا۔

Marfat.com

دشمنوں کی طرف سے جب سنگ باری بند نہ ہوئی تو آپ مجبوراً تلوار۔ لے کر گھر سے باہر نکل آئے اور ڈٹ کر مقابلہ کرنے لگے مگر جب زخموں سے نڈھال ہو گئے اور مزید لڑنے کی سکت نہ رہی تو مکان کی دیوار سے ٹیک لگا کر کھڑے ہو گئے۔ یہ دیکھ کر محمد بن اشعث اور اس کے چند ساتھی آگے بڑھے اور آپ سے ابن اشعث نے کہا اے مسلم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہم سے کیوں لڑتے ہو ابن زیاد چاہتا ہے کہ آپس میں مصالحت ہو جائے اس وجہ سے تمہیں اپنے دربار میں بلایا ہے اس کے ساتھ ہی محمد بن اشعث نے آپ سے جان بخشی کا وعدہ کیا اور کہا کہ تمہارے لیے امان ہے۔

حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت نڈھال ہو چکے تھے ابن اشعث کی امان قبول کر لی اور ابن زیاد کے دربار کی طرف چل پڑے راستے میں جب آپ سے تلوار چھین لی گئی۔ تو آپ نے فرمایا یہ پہلا دھوکہ ہے پھر محمد بن اشعث سے فرمایا۔

"تم لوگ اب میری امان سے عاجز ہو رہے ہو کیا یہ ممکن نہیں کہ اپنی طرف سے ایک قاصد کو حسین ابن علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے پاس بھیج دو اور ان کو میرے حالات سے مطلع کرتے ہوئے تحریر کرو کہ خدا کیلئے وہ اپنے اہل وعیال سمیت واپس چلے جائیں اور ان کوفیوں کے دام فریب میں مبتلا نہ ہوں یہ وہی لوگ ہیں جو ان کے والد بزرگوار کے بڑے محب تھے مگر ان کی جان لے کر رہے"

محمد بن اشعث نے آپ سے وعدہ کیا کہ خدا کی قسم! میں آپ کا پیغام ضرور پہنچا دوں گا چنانچہ اس نے اپنے وعدہ کے مطابق ایک خط میں تمام حالات تحریر کر کے ایک شاعر ایاس بن عثل طائی کو اس کام پر مامور کیا کہ وہ مکہ مکرمہ جا کر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک جلد سے جلد یہ خط پہنچا دے اس مقصد کے لیے اس نے خط لے جانے والے کو زادراہ بھی دیا۔

(تاریخ طبری جلد 5۔ تاریخ اسلام)

موت کا گھیرا:

ظالموں نے حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چاروں طرف سے گھیر رکھا تھا یوں محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے آپ کے گرد موت نے گھیرا ڈال رکھا ہو تھوڑی دیر بعد آپ کو قصر امارت

Marfat.com

میں عبیداللہ ابن زیاد کے سامنے پیش کر دیا گیا۔محمد بن اشعث نے ابن زیاد کے پاس جا کر کہا کہ میں مسلم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو امان دے چکا ہوں اس لیے آپ ان کے قتل کا حکم جاری نہ کریں ابن زیاد نے ابن اشعث کی دی ہوئی امان کو تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہوئے کہا کہ تم کو امان دینے کا حق کس نے دیا ہے تمہیں تو صرف ان کو گرفتار کرنے کے لیے بھیجا تھا۔ابن زیاد کو غضبناک حالت میں دیکھ کر ابن اشعث نے چپ رہنے میں ہی اپنی عافیت سمجھی۔

حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابن زیاد کے سامنے پیش ہوتے وقت اُسے رواج کے مطابق سلام نہ کیا تو ایک سپاہی نے آپ سے کہا کہ تم نے امیر کو سلام کیوں نہیں کیا؟ آپ نے فرمایا اس کا ارادہ مجھے قتل کرنے کا ہے جو میری سلامتی نہیں چاہتا اُسے میرا سلام نہیں یہ سُن کر ابن زیاد نے تکبر سے کہا اب تم قتل ہونے سے نہیں بچ سکتے آپ نے فرمایا مجھے صرف اتنا وقت دے دو کہ میں کچھ وصیت کر سکوں اُس نے کہا ٹھیک ہے اسی اثناء میں آپ کو لوگوں کے ہجوم میں عمرو بن سعد دکھائی دیا اُس سے مخاطب ہو کر فرمایا اے عمرو بن سعد! (تم قبیلہ قریش سے ہو) میں تمہیں تین وصیتیں کرتا ہوں اور خواہش رکھتا ہوں کہ میرے قتل کے بعد تم اسے پورا کرو گے پہلی وصیت یہ ہے کہ اس شہر میں میں نے فلاں شخص سے سات سو درہم قرض لیا تھا جب میں قتل کر دیا جاؤں ۔تو میرے گھوڑے اور ہتھیار کو فروخت کر کے وہ قرض ادا کر دینا میرا گھوڑا فلاں کے پاس ہے۔

عمرو بن سعد نے کہا دوسری وصیت کیا ہے آپ نے فرمایا کہ میرے بھائی امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھ بھیجنا کہ وہ یہاں تشریف نہ لائیں اور جو واقعات یہاں میرے ساتھ گزرے ہیں وہ بھی لکھ دینا ابن سعد نے کہا اگر حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے ہم سے کوئی تعرض نہ کیا تو ہمیں بھی ان سے تعرض کی کوئی ضرورت نہیں ہے لیکن ہم مجبور ہیں کہ یہ وصیت پوری نہیں ہو سکتی اب تیسری وصیت بیان کرو۔آپ نے فرمایا جب مجھے قتل کر دیا جائے تو یقین ہے کہ میرا سر شام کی طرف بھیجا جائے گا اور جسم یہیں پڑا رہے گا اس لیے میں چاہتا ہوں کہ میرا جسم تجہیز و تکفین کے بعد کسی اچھی جگہ پر دفن کر دیا جائے عمرو بن سعد نے کہا جسم کے ساتھ ابن زیاد جو کچھ مناسب سمجھیں گے کریں گے ہمیں اس بارے میں کوئی اختیار نہیں ہے۔

Marfat.com

بعض مورخین کا کہنا ہے کہ حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمرو بن سعد کو یہ وصیتیں علیحدگی میں بلا کر رازداری سے کی تھیں مگر اُس ظالم نے ساری باتیں بلند آواز سے ابن زیاد کو بتادیں جسے سُن کر ابن زیاد نے ابن سعد سے کہا کہ مسلم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے قرض کی ادائیگی کے متعلق تو تمہیں اختیار ہے تم جو چاہو کرو۔ دوسری بات جو حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے بارے میں کی گئی ہے اگر وہ ہماری طرف نہیں آئیں گے تو ہمیں ان سے کوئی سروکار نہیں اور اگر وہ آئیں گے تو ہم انہیں بھی نہیں چھوڑیں گے اور لاش کے متعلق جو وصیت کی گئی ہے قتل کے بعد ہمیں اس سے کوئی مطلب نہیں تم جو چاہو کرنا ایک روایت میں ہے کہ ابن زیاد نے کہا اے عمرو بن سعد! جس شخص نے ہماری مخالفت کی اور لوگوں میں اس قدر انتشار پیدا کیا اس کی لاش کے ساتھ کسی طرح کی رعائیت نہیں ہو سکتی۔ (تاریخ طبری جلد پنجم)

ابن زیاد کا تکبر:

ابن زیاد تکبرانہ انداز میں گفتگو کر رہا تھا کہنے لگا اے ابن عقیل (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) یہاں پر سب لوگ اتفاق کے ساتھ پرامن رہ رہے تھے تم نے یہاں آ کر کوشش کی کہ لوگوں کو پریشانی میں مبتلا کیا جائے ان میں تفرقہ ڈال کر ان کے مابین فساد کرایا جائے تا کہ ایک گروہ دوسرے گروہ پر حملہ کرے اور خونریزی ہو۔ آپ نے فرمایا ایسی بات ہرگز نہیں ہے میں اس لیے نہیں آیا تھا بلکہ کوفہ والوں نے یہ کہا تھا کہ تیرے باپ نے یہاں کے نیک لوگوں کو موت کے گھاٹ اتارا ان کا خون بہایا اور اسلام کا طریقہ ترک کر کے ان کے ساتھ قیصر و کسریٰ کی طرح سلوک کیا ہم تو اس لیے آئے کہ غلط طور طریقوں کو درست کریں اور ان کو عدل و انصاف اور قرآن مجید کی تعلیمات کی طرف بلائیں۔

ابن زیاد نے تکبر سے جھوٹ بولتے ہوئے کہا جب تو مدینہ میں شراب نوشی کیا کرتا تھا اس وقت تجھے عدل و انصاف اور قرآنی تعلیمات کا خیال نہیں آیا۔ حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اللہ کو علم ہے کہ تم جھوٹے ہو اور تم خود بھی جانتے ہو کہ دروغ گوئی کر رہے ہو شراب نوشی تو وہ کرے گا جو بے گناہ مسلمانوں کا خون پیتا ہے جس کا قتل اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے اس کو قتل کرتا ہے جس نے کوئی خون نہیں بہایا اس کا خون بہاتا ہے غصے بغض حسد اور بدگمانی

Marfat.com

کے باعث قتل وغارتگری کرتا ہے۔اور پھر یوں بھول جاتا ہے جیسے کچھ کیا ہی نہیں ابن زیاد غضبناک ہوکر بولا اللہ مجھے مارے اگر میں تمہیں اس طرح نہ ماروں کہ آج تک اسلام میں کوئی اس طرح نہ مارا گیا ہوگا آپ نے فرمایا بلاشبہ آج تک جو ظلم اسلام میں نہیں ہوا اس کا ایجاد کرنے والا تجھ سے زیادہ اہل کوئی نہیں بُری طرح قتل کرنا اور بُری طرح مثلہ کرنا تیرا ہی کام ہے اور پوری دنیا میں تجھ سے بڑھ کر کوئی اس کا اہل نہیں ابن زیاد کو حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی باتوں کا جواب نہ بن پڑا اور آپ کو گالیاں دینے لگا آپ نے اس کی گالیوں کا کوئی جواب نہ دیا اور چپ سادھ لی۔(تاریخ طبری جلد پنجم)

مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کر دیا گیا:

ابن زیاد نے اپنے درباریوں کی طرف دیکھ کر کہا کہ تم میں سے کون مسلم بن عقیل (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو قتل کرے گا بکیر بن حمران کا بیٹا یہ سن کر فوراً آگے بڑھا اور کہنے لگا کہ میں یہ کام کروں گا اس سے قبل بکیر بن حمران لڑائی کے دوران حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ سے مارا جا چکا تھا۔چنانچہ اس کا بیٹا آپ کو قتل کرنے کے غرض سے لے کر چلنے لگا تو ابن زیاد نے حکم دیا ۔کہ مسلم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو چھت پر لے جاؤ اور وہاں سے سر کے بل زمین پر گرادو۔حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابن اشعث کی طرف دیکھا اور فرمایا اگر تم نے مجھے امان دینے کا وعدہ نہ کیا ہوتا تو میں کبھی بھی اس طرح اپنے آپ کو تمہارے حوالے نہ کرتا۔اب مجھے بچانے کے لیے اپنی تلوار اٹھاتا کہ بری الذمہ ہو جائے ابن اشعث پر سکوت طاری تھا اس نے کوئی جواب نہ دیا پھر آپ کو چھت پر لے جایا گیا اس وقت آپ کی زبان پر استغفار اور درود وسلام کے کلمات جاری تھے اور ساتھ ساتھ یہ بھی ارشاد فرماتے جاتے تھے کہ۔

"اے اللہ! میرے اور ان لوگوں کے درمیان تو ہی فیصلہ کرنا جنہوں نے ہمیں دھوکہ دیا۔"

اس کے بعد آپ کی گردن تلوار کے وار سے جدا کر دی گئی اور سر مبارک کے ساتھ دھڑ بھی نیچے پھینک دیا گیا اناللہ وانا الیہ راجعون آپ کی شہادت 3 ذالحجہ 60 ہجری کو ہوئی جبکہ بعض مورخین کا کہنا ہے کہ 9 ذی الحجہ 60 ہجری بروز بدھ ہوئی۔

ابن زیاد بدبخت نے حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ہانی بن عروہ رضی اللہ

Marfat.com

عالیٰ عنہ کے سروں کو یزید کے پاس دمشق بھیج دیا ان مبارک سروں کو دیکھ کر یزید نے خوشی کا اظہار
یا اور عبید اللہ بن زیاد کے اس اقدام کی تعریف کی اور اس کے نام ایک تعریفی خط لکھا۔

ن زیاد کا اعلان:

عبید اللہ ابن زیاد جب حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل سے فارغ ہو گیا تو
سے بتایا گیا۔ کہ حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دو بچے بھی کوفہ میں کہیں چھپے ہوئے ہیں اس
اس نے فوری طور پر یہ منادی کرائی کہ جو کوئی مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بچوں کو پکڑ کر لائے گا
ں کو ایک گھوڑا ایک خلعت اور پانچ سو اشرفیاں بطور انعام دی جائیں گی۔ اور جو کوئی مسلم (رضی
ر تعالیٰ عنہ) کے بچوں کو اپنے گھر میں پناہ دے گا اُس کو قتل کر دیا جائے گا۔ چونکہ حضرت مسلم بن
یل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بچے آٹھ سالہ محمد اور 6 سالہ ابراہیم کوفہ کے قاضی شریح کے گھر میں
جود تھے اس لیے قاضی شریح کو بچوں کے بارے میں فکر لاحق ہوئی اور بچوں کی جان بچانے کے
ے سوچ و بچار کرنے لگے آخر کار سوچنے کے بعد انہوں نے اس کا یہ حل نکالا کہ کسی طرح خفیہ طور
بچوں کو کوفہ سے نکال کر مدینہ منورہ پہنچا دیا جائے تا کہ یہ ظالموں کے شر سے محفوظ ہو جائیں اور
لم ان کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکیں۔

قاضی شریح نے اپنے بیٹے اسد کو بلایا اور اس سے کہا کہ آج دروازہ عراقین سے ایک قافلہ
ینہ طیبہ کی طرف جا رہا ہے تم ان بچوں کو کسی نیک آدمی کے سپرد کر آنا تا کہ وہ انہیں مدینہ طیبہ پہنچا
ے اس کے بعد قاضی شریح نے بچوں کو بلایا بچوں کو دیکھ کر بے اختیار رو پڑے بچوں کو اپنے باپ
شہادت کا کوئی علم نہ تھا قاضی صاحب کو اس طرح روتے ہوئے دیکھا تو کچھ سمجھ میں نہ آیا مگر
میں ایک کھٹکا سا لگا۔ پوچھا آج آپ اس طرح کیوں رو رہے ہیں کیا ہم دونوں یتیم تو نہیں ہو
؟ یہ سن کر قاضی شریح کے مزید آنسو نکل آئے اور بچوں کو اپنے سینے سے لگا کر کہا بچو! اللہ تعالیٰ
یں صبر عطا فرمائے تم واقعی یتیم ہو گئے ہو بچوں نے یہ سُنا تو وہ بھی رونے لگے قاضی شریح نے کہا
و چپ رہو عبید اللہ ابن زیاد کے لوگ تمہاری تلاش میں ہیں مجھے تمہاری اور اپنی جان کا خوف
میں چاہتا ہوں کہ تمہیں کسی کے ساتھ مدینہ طیبہ روانہ کر دوں بچوں نے یہ بات سنی تو ابن زیاد
خوف سے خاموشی اختیار کر لی۔ (تذکرہ حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

Marfat.com

قافلہ نکل گیا:

قاضی شریح کا بیٹا اسد دونوں بچوں محمد اور ابراہم کو لے کر خاموشی سے نکلا جب کوفہ کے دروازہ سے باہر پہنچا تو معلوم ہوا کہ مدینہ طیبہ جانے والا قافلہ ابھی ابھی کوچ کر چکا ہے کارواں کی گرد اڑتی ہوئی نظر آ رہی تھی اسد نے دونوں معصوموں سے کہا کہ دوڑے ہوئے چلے جاؤ قافلہ ابھی ابھی روانہ ہوا ہے ذرا آگے جا کر اس میں شامل ہو جانا۔ یہ سن کر دونوں بچے بھاگے اور چاہا کہ کسی طرح قافلے والوں سے مل جائیں لیکن تقدیر ان کے موافق نہ تھی وہ راستہ بھول گئے اور کہیں کے کہیں جا نکلے کوفے کے باہر کا سنسان علاقہ جہاں دور دور تک کوئی انسان دکھائی نہ دے رہا تھا بچے ادھر سے اُدھر بھٹکتے رہے ابن زیاد کے ظالم سپاہیوں کا خوف بھی دامنگیر تھا اس لیے واپس کوفہ شہر کی طرف نہ پلٹے اور مدینہ طیبہ کی طرف جانے والے راستے کی تلاش میں سرگرداں تھک چکے تھے رات ہو گئی تھی دونوں بچے سہمے ہوئے خاموش اِدھر سے اُدھر جاتے تھے آخر کار تھک کر ایک جگہ بیٹھ گئے اور رونے لگے۔

جناب خضر علیہ السلام غربت میں مدد فرمایئے اگر
کہ ہم اپنے وطن پہنچیں کدھر ہو کر کہاں ہو کر
ہزاروں قافلے سوئے مدینہ روز جاتے ہیں
ہمیں پیچھے رہے جاتے ہیں گرد کارواں ہو کر

بچوں کو گرفتار کر لیا گیا:

اسی طرح راستے کی تلاش کرتے کرتے رات بیت گئی صبح کا اجالا نمودار ہوا تو ابن زیاد کے چند سپاہیوں کو اپنی طرف آتے دیکھ کر معصوم بچوں کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی اور ڈر کے مارے کانپنے لگے ان سپاہیوں نے قریب آ کر بچوں سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ بچے ڈرے اور سہمے ہوئے تھے خوف سے خاموش رہے کوتوال شہر بھی سپاہیوں کے ہمراہ تھا اُس نے کرخت آواز میں بچوں سے پوچھا تو بچوں نے کہا ہم مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے ہیں راستہ بھول گئے ہیں ہمیں مدینہ طیبہ پہنچا دو ہم مدینہ طیبہ جانا چاہتے ہیں اس بدبخت کو بچوں پر ذرا ترس نہ آیا اس نے ان کو زبردستی کرتے ہوئے اُٹھایا اور سیدھا ابن زیاد کے پاس لے گیا ابن زیاد بچوں

Marfat.com

کو گرفتار کر لینے پر خوش ہوا اور اس نے حکم دیا کہ فی الحال ان کو قید خانے میں رکھا جائے جب تک ہیں دمشق سے یزید کا ان کے بارے میں فیصلہ اور حکم نہ لے لوں ان کی کڑی نگرانی کی جائے۔

ابن زیاد کے حکم پر دونوں بچوں کو جیل کے داروغہ کے حوالے کر دیا جاتا ہے کہ ان کو قید میں رکھا جائے داروغہ جیل کا نام مشکور تھا جو ایک خدا ترس اور نیک دل انسان تھا اسے جب معلوم ہوا کہ یہ دونوں بچے حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہیں اور اہل بیت کے پھول ہیں تو اس کے دل میں اہل بیت اطہار کی محبت بیدار ہو گئی بچے قید خانے میں بھوکے پیاسے سہمے ہوئے روئے جا رہے تھے۔ مشکور کو بچوں کی بے کسی دیکھ کر رہا نہ گیا اور بچوں کے پاس آیا ان کو پیار کیا اور محبت بھرے کلمات کہے دلاسہ اور تسلی دی روتے ہوئے۔ بچوں کو چپ کرایا اور بچوں کی۔ جو ہو سکا طرح تواضع کی بچوں کے آرام کے لیے بستر کا اہتمام کیا۔ اور ان کو اس پر لٹا دیا تاکہ بچے آرام سے سو جائیں۔ مگر بچوں کو نیند نہ آ رہی تھی۔ کبھی اس طرح کے حالات سے ان معصوموں کا واسطہ پڑا تھا۔ اس لیے رہ رہ کر رو پڑتے تھے۔

رات کافی بیت چکی تھی کہ مشکور نے ارادہ کر لیا کہ جس طرح بھی ہو بچوں کی جان بچانے کی کوشش ضرور کرے گا چنانچہ اس نے بچوں کو رات کے اندھیرے میں قید خانے سے نکالا اور اپنے گھر لے آیا ان کو کھلا پلا کر ایک انگوٹھی نشانی کے طور پر دی اور پھر ان کو ساتھ لے کر کوفہ سے باہر نکلا ان کو قادسیہ کی طرف جانے والا راستہ سمجھاتے ہوئے اس راہ پر ڈالتے ہوئے کہا۔ کہ اس راستے سے ادھر اُدھر نہ ہونا یہ راستہ سیدھا قادسیہ کی طرف جاتا ہے قادسیہ پہنچ کر وہاں کے کوتوال سے ملنا کہ میرا بھائی ہے اُس کو میری یہ انگوٹھی دکھا دینا وہ تم دونوں کو حفاظت سے مدینہ طیبہ پہنچا دے گا۔ بچوں نے مشکور کا شکریہ ادا کیا اور اس کے بتائے ہوئے رستے پر روانہ ہو گئے مشکور کافی دیر تک بچوں کو جاتے ہوئے دیکھتا رہا اور پھر واپس ہو گیا۔

مشکور کو شہید کر دیا گیا:

بہت جلد بچوں کے قید خانے سے نکل جانے کی خبر پھیل گئی اور ابن زیاد کو بھی اس کی اطلاع ہوئی داروغہ جیل مشکور کو طلب کر لیا گیا ابن زیاد نے مشکور سے پوچھا کہ تو نے یہ کیا کیا تمہیں اپنی جان کا خوف نہ تھا جو تو نے مسلم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے بچوں کو قید خانے سے رہا کر دیا۔ مشکور

Marfat.com

نے جواب دیا اے ظالم انسان تجھے شرم نہیں آئی کہ تُو نے اولاد رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دو نونہالوں کا بھی لحاظ نہیں کیا قیامت کے روز رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کیا منہ دکھائے گا اے ابن زیاد! تجھے کچھ اللہ اور اس کے رسول کا خوف بھی ہے یا نہیں حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تو بغیر جُرم کے شہید کر دیا اب ان کے بچوں نے جو بالکل معصوم ہیں تیرا کیا بگاڑا ہے جو تو ان کے قتل کے درپے ہے بے شک میں نے انہیں قید سے رہائی دے دی ہے اور صرف اس لیے کہ قیامت کے روز مجھے جہنم کی آگ سے رہائی مل جائے او ظالم! اپنے ظلم سے باز آ جا اور یاد رکھ کہ حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خون رنگ لائے گا اور تو عذاب اور مصیبت میں مبتلا ہو جائے گا تیرا انجام بڑا بھیانک ہو گا۔

ابن زیاد کو مشکور کی یہ حق گوئی بہت ناگوار گزری اور وہ غضبناک ہو گیا اس نے حکم دیا کہ مشکور کو پانچ سو کوڑے لگائے جائیں ابن زیاد کے حکم پر مشکور کو پانچ سو کوڑے لگائے گئے جس کی تاب نہ لاتے ہوئے جناب مشکور شہید ہو گئے۔

بچے راستہ بھول گئے:

دونوں معصوم بچے قادسیہ کی طرف جانے والے راستے پر چلے جا رہے تھے چلتے چلتے پاؤں تھک گئے اور ابھی رات باقی تھی اندھیرے میں راستے کا ٹھیک طرح سے پتہ نہ چلتا تھا کبھی اس سے پہلے یہ راستہ دیکھا نہ تھا اس لیے گھبرا بھی رہے تھے اپنی بے کسی پر آنسو بہانے لگے کوئی مونس و غمگسار دکھائی نہیں دیتا تھا۔ بڑے بھائی نے چھوٹے سے کہا اے بھائی! یہ راستہ خطرناک ہے لگتا ہے دشمن پیچھے لگے ہوئے ہیں ایسا نہ ہو کہ ہم پکڑے جائیں دن نکلنے والا ہے آؤ وہ سامنے ایک کھوکھلا درخت نظر آ رہا ہے اس میں چھپ کر بیٹھ جائیں جب رات ہو جائے گی تو قادسیہ کی طرف چل پڑیں گے اس پر دونوں معصوم بچے چشمے کے کنارے موجود ایک درخت کی کھوہ میں جا کر چھپ گئے۔

کچھ دیر کے بعد ایک حبشی کنیز اس چشمہ پر پانی بھرنے کے لیے آئی اُسے چشمے میں دو بچوں کے سائے دکھائی دیے تو وہ گھبرائی اور کہنے لگی یا اللہ! یہ کیا ماجرا ہے اس چشمے میں کون سی دو صورتوں کا عکس پڑ رہا ہے ادھر اُدھر حیرت سے دیکھنے لگی تو معلوم ہوا کہ درخت کی کھوہ میں دو بچے چھپے

Marfat.com

ہیں کنیز فوری طور پر بچوں کے پاس آئی اور پوچھا کہ تم کون ہو اور یہاں کیوں چھپے ہوئے ہو بچوں نے کنیز کی آواز میں اپنے لیے ہمدردی محسوس کی تو بے اختیار رو پڑے کہا۔

برگشتہ مقدر ہیں بہت خستہ جگر ہیں
معصوم ہیں ہم حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پسر ہیں

کنیز نے جب حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام سنا تو اُس کی آنکھیں بھی بھر آئیں اس نے بچوں کو پیار کیا اور انہیں تسلی و دلاسہ دیا اور دونوں کو اپنی مالکہ کے گھر لے گئی۔

بچے پھر قابو آ گئے:

کنیز کی مالکہ نے بچوں کو دیکھا تو اپنی خوش بختی پر ناز کرنے لگی کہ اسے اہل بیت کے ان پھولوں کی خدمت کی سعادت حاصل ہوئی اس نے بچوں کو کھانے کے لیے کھانا اور دودھ دیا تو بچوں نے انکار کر دیا کہ ہمارا دل کچھ بھی کھانے پینے کو نہیں چاہ رہا۔ مالکہ نے کنیز کے ساتھ حسن سلوک کرتے ہوئے اُسے آزادی کی نوید سنائی پھر اس نیک دل عورت نے بچوں کی حفاظت کی غرض سے گھر کے ایک ایسے کمرے میں بستر بچھا دیے کہ جہاں پر ان کی موجودگی کا کسی کو پتہ نہیں چل سکتا تھا یہ عورت بہت نیک دل تھی لیکن اس کا خاوند جس کا نام حارث تھا انتہائی بدبخت اور لالچی تھا اس نے ابن زیاد کے منادی کا یہ اعلان سن رکھا تھا کہ حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بچوں کو پکڑ کر لانے والے کو انعام ملے گا اس لیے وہ سارا دن ان بچوں کی تلاش کرتا رہا تھا۔

رات کے وقت حارث اپنے ہاتھ میں تلوار پکڑے گھر میں داخل ہوا نیک دل خاتون نے اپنے خاوند کو اس طرح تلوار پکڑے گھر میں آتے دیکھا تو اس کی وجہ پوچھی بدبخت نے جواب دیا کہ کیا تمہیں نہیں معلوم کہ مسلم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے دو بچوں کے پکڑنے پر ابن زیاد کی طرف سے انعام مقرر ہو چکا ہے جو ان کو پکڑ کر ابن زیاد کے پاس لے جائے گا اس کو ایک گھوڑا ایک خلعت اور پانچ سو اشرفیاں ملیں گی آج سارا دن میں ان کی تلاش میں سرگرداں رہا ہوں لیکن ان کا مجھے کہیں پتہ نہیں چلا پتہ نہیں کون خوش قسمت انہیں پکڑ کر ابن زیاد کے حوالے کر کے اس قدر انعام حاصل کرے گا میں تو چاہتا ہوں کہ کاش وہ بچے مجھے مل جائیں اور میں انعام کا حقدار قرار

Marfat.com

پا جاؤں۔

بیوی نے جب اپنے خاوند کی یہ نیت دیکھی اور اس کی باتیں سنیں تو اُس کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی کہ یہ امانت کہیں میرے پاس سے ضائع نہ ہو جائے دل ہی دل میں دعا کرنے لگی کہ اے اللہ! آج میری لاج رکھنا معصوم بچوں کو ظالم کے شر سے بچانا آدھی رات کے وقت دونوں بچے سوتے میں ایک دم گھبرا کر اُٹھ بیٹھے اور رونے لگے۔ بڑے بھائی محمد نے چھوٹے بھائی ابراہیم سے پوچھا بھائی! تم کیوں رو رہے ہو۔ چھوٹے بھائی نے جواب دیا بھائی جان پہلے آپ بتائیں کہ آپ کیوں روئے ہیں بڑے بھائی نے کہا کہ میں نے ایک ایسا خواب دیکھا ہے جسے دیکھ کر میں بے اختیار رو پڑا اگر تم کیوں روئے؟ چھوٹے بھائی ابراہیم نے کہا کہ میں نے بھی ایک خواب دیکھا ہے جس کی وجہ سے رویا ہوں بڑے بھائی نے کہا ابراہیم! ذرا تم مجھے اپنا خواب تو سناؤ ابراہیم کہنے لگا بھائی جان پہلے آپ سنائیں۔

اس پر بڑے بھائی نے کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ حوض کوثر پر ہمارے ابا جان کے ساتھ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا موجود ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابا جان سے پوچھا کہ اے مسلم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تم اکیلے چلے آئے ہو بچوں کو ساتھ کیوں نہیں لائے تو والد صاحب نے جواب دیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہ بھی میرے پیچھے پیچھے آ رہے ہیں ابراہیم نے یہ سنا تو کہا بھائی جان معلوم ہوتا ہے کہ اب ہمارا آخری وقت قریب ہے کیونکہ میں نے بھی بالکل اسی طرح کا ہی خواب دیکھا ہے یہ بات کرنے کے بعد دونوں بھائی ایک دوسرے سے لپٹ کر زار و قطار رونے لگے۔

حارث نے جب بچوں کے رونے کی آواز سنی تو اُس کی جاگ کھل گئی اور بیوی سے کہنے لگا یہ بچوں کے رونے کی آواز کہاں سے آ رہی ہے۔ اس پاکدامن بیوی نے اسے ٹالنے کی بہت کوشش کی لیکن اس پر کوئی اثر نہ ہوا وہ فوراً اٹھا۔ اور ایک ہاتھ میں تلوار لے کر دوسرے میں چراغ پکڑ کر اس کمرے کی طرف بڑھا جہاں سے بچوں کے رونے کی آواز آ رہی تھی۔ دیکھا کہ اندھیرے میں دو چودھویں کے چاند چمک رہے ہیں اس کے دل میں شک گزرا کہ کہیں یہ مسلم (

Marfat.com

رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے یتیم بچے نہ ہوں یہ سوچ کر ظالم نے تلوار اٹھائی بچے اسے دیکھ کر سہم گئے انہیں یقین ہو گیا کہ اب آخری وقت آ گیا ہے ظالم حارث نے گرجدار آواز سے پوچھا تم کون ہو؟

تیغ اُٹھا کر یہ کہا کس کے ہو تم نور نظر
ڈر کے کہنے لگے ہم دونوں ہیں مسلم کے پسر
ڈر گئے سہم گئے کانپ گئے بیچارے
اور اسی حال میں ظالم نے طمانچے مارے
سوجی ہو گئے جو پھول سے تھے رخسارے
دم بدم جوڑتے تھے ہاتھ وہ پیارے پیارے

شور سُن کر کنیز بھی بھاگی ہوئی وہاں پر آ گئی اس سے یہ ظلم برداشت نہ ہو سکا آگے بڑھ کر حارث کو اس ظلم سے باز رکھنا چاہا کہ بچوں کو طمانچے نہ مار یہ تو معصوم ہیں بے گناہ ہیں اہل بیت اطہار کے پھول ہیں ان سے نیکی کا سلوک کر کہا۔

ارے سید ہیں یہ سید طمانچے نہ لگا
ارے قرآن کے ورقوں کو زمین پہ نہ گرا

بچے خوف سے روتے جاتے تھے اور وہ ظالم ان کو طمانچے مارتے ہوئے چپ کراتا تھا کنیز نے بچوں کو بچانے کے لیے مدافعت کی تو اُس نے کنیز کو بھی مارنا شروع کر دیا ظالم لالچی کی آنکھوں میں خون اُترا ہوا تھا اس نے ایک رسی لی اور مضبوطی سے دونوں بچوں کو باندھ دیا بچے ڈر گئے اور انہوں نے خاموشی اختیار کر لی۔

بچے شہید کر دیے گئے:

ظالم حارث کی بیوی نے بھی اپنے خاوند کی بہت منت سماجت کی کہ وہ بچوں کو چھوڑ دے دنیا کی لالچ میں اپنی آخرت برباد نہ کرے ان یتیموں پر رحم کرے یہ غریب الوطن ہیں ان کا یہاں پر کوئی مددگار اور غمگسار نہیں ہے اس نے بیوی کی ایک نہ سُنی دونوں بچوں کو گھسیٹ کر گھر سے باہر لے آیا صبح کا سورج نکل رہا تھا بازاروں اور گلیوں میں چہل پہل شروع ہو چکی تھی یہ ظالم بچوں کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے لیے جا رہا تھا بچوں نے اس کے آگے ہاتھ جوڑے اور کہا ہمیں معلوم

Marfat.com

ہے کہ تو ہمیں انعام کے لالچ میں قتل کرنے کے لیے لے کر جا رہا ہے تو ہمیں چھوڑ دے اللہ کی قسم! اگر ہم صحیح سلامت مکہ مکرمہ پہنچ گئے تو ہم تمہیں اس مقررہ انعام سے کئی گنا زیادہ رقم دیں گے اُس بدبخت نے بچوں کی بات پر کوئی دھیان نہ دیا راستے میں موجود لوگ جو کل تک ان بچوں کے پاؤں کی خاک اپنی آنکھوں کا سُرمہ بنانا سعادت سمجھتے تھے آج ان پر ظلم ہوتا دیکھ کر خاموش تھے اور بہت سے تو ایسے تھے جو حارث کو خوش قسمت قرار دے کر اس پر رشک کر رہے تھے کہ اسے ابن زیاد کی طرف سے انعام کی خطیر رقم ملے گی۔

دونوں بچے لوگوں کو دیکھ کر ان سے التجا کرتے تھے کہ کوئی انہیں اس ظالم سے چھڑا لے لیکن کوئی ایسا نہ تھا جو یہ جرات کرتا اور اہل بیت کی ان معصوم کلیوں کو بچانے کے لیے آگے بڑھتا بچے روتے تھے مگر کوئی ہمدرد دکھائی نہ دیتا تھا۔

پردیس میں معصوموں کا دشمن تھا زمانہ
نہ بیٹھنے کی جا تھی نہ رہنے کا ٹھکانہ
بن باپ کئی روز سے کھایا تھا نہ کھانا
تقدیر میں غم کھانا تھا اور اشک بہانا
گیسو بھی پریشان تھے کُرتے بھی پھٹے تھے
خورشید سے منہ گرد یتیمی سے اَٹے تھے

جب حارث بچوں کو لے کر نہر فرات کی طرف جا رہا تھا تو حارث کی نیک دل بیوی نے اپنے بیٹے کو جگایا اور اسے ساری بات بتائی وہ بیٹا بھی نیک کردار تھا عورت نے اپنے بیٹے سے کہا ۔اے میرے بیٹے میں تجھے اپنا دودھ اُس وقت بخشوں گی۔ جب تو ظالم باپ سے حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دونوں یتیموں کو بچا کر لے آئے گا۔ فرمانبردار بیٹا اپنی ماں کے ساتھ گھر سے نکلا اور اپنے باپ کے پیچھے آیا اور باپ کا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگا۔ ہر باپ حرام وحلال اپنی اولاد کے لیے کماتا ہے میں تیرا اکلوتا بیٹا ہوں مجھے تیری اس دولت کی کوئی ضرورت نہیں۔ تو رحم سے کام لے اور اپنے لیے جہنم نہ خرید۔

ظالم بدبخت پر بیٹے کی باتوں کا بھی کوئی اثر نہ ہوا اُس کی آنکھوں پر دنیا کی لالچ کی پٹی

Marfat.com

بندھی ہوئی تھی اسی اثناء میں نہر فرات پر پہنچ گئے حارث کا غلام بھی ان کے پیچھے پیچھے ان تک پہنچ گیا تھا غلام کو دیکھ کر حارث نے اسے حکم دیا کہ ان دونوں بچوں کو قتل کردو یہ غلام اہل بیت کا محب تھا کہنے لگا اے حارث! کیا تجھے ان معصوموں پر رحم نہیں آتا میری اگر جان بھی چلی جائے تو میں ان پر کبھی ہاتھ نہ اٹھاؤں گا میں تو کہتا ہوں کہ انچوں کو چھوڑ دے ورنہ میں تجھے قتل کردوں گا۔ یہ کہہ کر غلام آگے بڑھا اور اس نے زبردستی کرتے ہوئے بچوں کو چھڑانا چاہا مگر چونکہ حارث اس سے طاقتور تھا اس لیے غلام بے بس ہو گیا اور غلام نے اپنی تلوار نکال لی حارث بھی غصے میں غلام پر جھپٹا اور اسے شہید کر دیا۔

حارث کے بیٹے نے جب غلام کو خاک وخون میں تڑپتے ہوئے دیکھا تو باپ کے راستے میں دیوار بن کر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا تو ایک ظالم شخص ہے یہ غلام تو میرا دودھ شریک بھائی تھا تو نے اسے بے گناہ مار دیا اب میں تجھے مزید خون بہانے نہیں دوں گا میں ان بچوں کو ہرگز تیرے ہاتھ سے قتل نہیں ہونے دوں گا۔ حارث کے سر پر خون سوار تھا اُس نے بیٹے کو روکنے کی غرض سے اس پر تلوار کا وار کر دیا وہ بھی وہیں گر کر شہید ہو گیا یہ دیکھ کر اس کی بیوی اپنے آپ پر قابو نہ رکھ سکی اور اپنے خاوند کا دامن مضبوطی سے پکڑ کر بولی ظالم یہ تُو نے کیا کیا میرا گھر تو برباد کر دیا خدا کیلئے اب تو ان معصوموں کو چھوڑ دے۔ دولت اب تیرے کس کام کی ہے۔ اللہ سے ڈر اور اس سے معافی مانگ تو اللہ ضرور تجھے معاف کر دے گا۔

اُس نے جھنجلاہٹ میں بیوی کو اپنے سے پرے کرتے ہوئے تلوار کے وار سے شدید زخمی کر دیا بیوی زمین پر گر پڑی وہ بچوں کو کھینچتا ہوا آگے بڑھا کہنے لگا اب تیار ہو جاؤ تمہاری موت کا وقت قریب آ گیا ہے بڑا بھائی محمد بولا اب ہمیں پورا یقین ہو گیا ہے کہ تو ہمیں ضرور قتل کرے گا ہم چاہتے ہیں کہ مرنے سے پہلے نماز پڑھ لیں ظالم بولا نماز پڑھنے سے تمہیں کچھ فائدہ نہ ہو گا نماز سے تمہاری جان نہیں بچ سکے گی اس لیے میں تمہیں نماز پڑھنے کی مہلت نہیں دے سکتا یہ سُن کر بڑے بھائی محمد نے حارث سے کہا۔ اے حارث! میری ایک آخری خواہش ہے کہ پہلے مجھے شہید کر اور بعد میں میرے بھائی پر وار کرنا کیونکہ چھوٹا بھائی بیٹے کی طرح ہوتا ہے میں اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے چھوٹے بھائی کو قتل ہوتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا۔

Marfat.com

کی بڑے بھائی نے قاتل کی یہ منت اس آن
سر میرا پہلے قلم کر تو بڑا ہو گا احسان
چھوٹے بھائی پہ میں قربان میرا سر قربان
کوئی حسرت نہیں باقی کہ یہ ہے اک ارمان
شوق ہے تو ہر اک صدمہ وایذا دکھلا
پر نہ بھائی کا مجھے ننھا سا لاشہ دکھلا

بڑے بھائی کی التجا سن کر حارث تلوار تھام کر اس کی طرف بڑھا اور چاہتا تھا کہ ایک ہی وار سے معصوم بچے کو قتل کر دے یہ دیکھ کر چھوٹے بھائی ابراہیم نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا اے حارث ! پہلے مجھے قتل کر مجھ سے اپنے بڑے بھائی کا تڑپنا دیکھا نہ جائے گا اسی اثناء میں ظالم حارث کی بیوی زخمی حالت میں بمشکل گرتی پڑتی وہاں پر آ پہنچی اور کہا۔

کیوں فاطمہ زہرا کو رُلاتا ہے کفن میں
دو پھول تو رہنے دے محمد کے چمن میں
وہ کہتی تھی تو ان کے عوض قتل مجھے کر
ہے ہے میرے مہماں ہیں یہ بیکس ومضطر
جس وقت ہٹانے پہ وہ لپٹی کئی باری
تلوار سے جھنجلا کے ستم گار نے ماری

حارث کو بیوی کی یہ مداخلت اچھی نہ لگی اور اس نے غضبناک ہو کر ایک وار اپنی بیوی پر کیا اور اسے شہید کر دیا اس کے بعد بچوں کی طرف بڑھا دونوں معصوم بچے ایک دوسرے کے سینے سے لگ گئے ان کی گردنیں ساتھ ساتھ ہوئیں اس ظالم نے اسی حالت میں بچوں کی گردنوں پر وار کیا اور ان کے سر تن سے جدا کر دیئے دونوں کو شہید کر کے اُن کے سر مبارک اٹھائے اور چل دیا۔
(تذکرۃ الحسنین)

ظالم حارث کا انجام:

حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بچوں کو ظالم حارث نے ایک طشت میں رکھا اور

Marfat.com

ابن زیاد کے دربار میں لے گیا تا کہ سر پیش کر کے ابن زیاد سے انعام حاصل کرے ابن زیاد نے ان ننھے اور نورانی سروں کو دیکھ کر پوچھا کہ یہ کس کے سر ہیں؟ حارث نے کہا مسلم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے معصوم بچوں کے ابن زیاد بجائے خوش ہونے کے کہنے لگا اے ملعون! میں نے تو یزید کو یہ لکھا ہے کہ وہ بچے میرے پاس قید ہیں اگر اس نے زندہ منگوائے تو میں کہاں سے لاؤں گا تو انہیں میرے پاس زندہ کیوں نہ لایا؟ حارث نے کہا اگر زندہ لاتا تو شہر والے مجھ سے چھین لیتے اور میں انعام سے محروم رہ جاتا۔ ابن زیاد نے کہا کہ تو نے مجھے خبر کی ہوتی میں خفیہ منگوا لیتا تو نے میری اجازت کے بغیر انہیں قتل کیوں کیا؟

حارث نے جب ابن زیاد کی یہ گفتگو سُنی تو اس کا رنگ اڑ گیا اس کے ہوش ٹھکانے آ گئے اس کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی خاموش ہو گیا اور اس بات کا کوئی جواب نہ دے سکا ابن زیاد نے اپنے ندیموں میں سے جناب مقاتل کو جو محب اہل بیت تھا حکم دیا کہ اس خبیث کو نہر فرات کے کنارے لے جا کر قتل کر دو اور جہاں ان بچوں کے بدن ڈالے گئے ہیں وہیں یہ دونوں سر بھی ڈال دو مقاتل فوراً اٹھا اور اس نے حارث کی مشکیں کس کر باندھیں اور اسے گھسیٹتا ہوا محل سے باہر نکلا مقاتل بہت خوش تھا راستے میں اسے اس کے چند دوست ملے تو مقاتل نے انہیں کہا اگر ابن زیاد مجھے تمام ملک دے دیتا تو تب بھی مجھے اتنی خوشی نہ ہوتی جتنی اس حکم سے ہوئی۔

مقاتل اس کو سر بازار لے کر چلا اور بچوں کے سر لوگوں کو دکھاتا جاتا تھا لوگ انہیں دیکھ کر روتے اور حارث پر لعنت کرتے جناب مقاتل نے دریائے فرات کے کنارے آ کر پہلے ان معصوم بچوں کی لاشیں دیکھ کر ان کے سر مبارک جسم کے ساتھ رکھے پھر حارث کی طرف بڑھا حارث نے اسے لالچ دیتے ہوئے اپنی جان بچانا چاہی اور کہا کہ مجھے چھوڑ دے میرے ساتھ میرے گھر چل میں تجھے اپنی ساری دولت دے دیتا ہوں۔ مقاتل نے اس کی ایک نہ سنی اور کہا اے ظالم! اسی طرح بچے بھی تیری منت سماجت کرتے ہوں گے مگر تو نے ان کی نہیں مانی تھی تو اگر مجھے زمین آسمان کے خزانے بھی دے دے تو تجھے میں کبھی نہیں چھوڑوں گا۔

مقاتل نے حارث کو طرح طرح کی اذیتیں دے کر موت کے گھاٹ اتار دیا ہاتف غیبی سے آواز آئی اے دنیا کے لالچی کتے آج تیری دنیا بھی برباد ہوئی اور آخرت بھی تباہ ہو گئی

Marfat.com

پھر مقاتل نے ظالم حارث کی لاش کو فرات میں پھینکا تو فرات نے اسے قبول نہ کیا اور باہر پھینک دیا پھر اسے زمین میں دبایا تو زمین نے بھی قبول نہ کیا اور باہر نکال پھینکا اور آخر لکڑیاں جمع کر کے اس کو جلا دیا گیا۔

بعض مورخین کا کہنا ہے کہ ظالم حارث نے دونوں بچوں کو قتل کرنے کے بعد ان کے جسموں کو نہر میں ڈال دیا تھا۔ جب مقاتل نے ان کے مقدس سروں کو نہر میں ڈالا تو اللہ تعالیٰ کی قدرت سے دونوں کے تن پانی کے اوپر آ کر سروں سے مل گئے۔ اور پھر پانی میں چلے گئے۔ جبکہ بعض کا کہنا ہے کہ حارث نے ان کے جسموں کو نہر فرات کے کنارے اسی طرح ہی چھوڑ دیا تھا چنانچہ مقاتل وہاں پر پہنچا تو ان بچوں کے سروں کو ان کے جسموں کے ساتھ دفن کر دیا اور ان کی باقاعدہ طور پر قبور بنا دی گئیں ان کے مزارات کے قریب ہی حضرت ہانی بن عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار مبارک آج بھی موجود ہے۔

(روضۃ الشہداء، سر الشہادتین، صواعق محرقہ، نور العین)

......☆☆☆......

Marfat.com

مکہ مکرمہ سے کوفہ تک

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے چچازاد بھائی حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کوفہ کے حالات کا جائزہ لینے کے لیئے بھیجا ہوا تھا جبکہ کوفہ کی صورتحال یہ تھی کہ کوفہ میں حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اُن کے معصوم بچوں کو شہید کر دیا گیا تھا ان حالات کی حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کوئی اطلاع نہ تھی۔

رجب 60ھ کے آخری ہفتے میں حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وہ خط ملا جس میں آپ سے کوفہ تشریف لانے کی درخواست کی گئی تھی چونکہ حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے مخلص ترین معتمد تھے اور کوفہ جا کر انہوں نے سارے حالات کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر کے یہ خط لکھا تھا اس لئے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سفر کی تیاری شروع کر دی مگر جب مکہ کے اکابر کو جن میں بہت سے لوگ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قریبی عزیز بھی تھے آپ کے سفر کوفہ کا علم ہوا تو انہوں نے آپ کی خدمت میں بڑے ادب سے عرض کیا کہ آپ کوفہ تشریف نہ لے جائیں۔

حضرت عمرو بن عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منع کیا:

حضرت عمرو بن عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ۔

"مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ عراق تشریف لے جا رہے ہیں اگر یہ خبر درست ہے تو آپ ایسے علاقے میں جا رہے ہیں۔ جہاں غیر کی حکومت قائم ہے اور اس کے حکام موجود ہیں بیت المال پر ان کا قبضہ ہے اور آپ جانتے ہیں کہ لوگ روپے کے لالچی ہوتے ہیں مجھے ڈر ہے کہ وہی لوگ جو آپ کی حمایت کا دم بھر رہے ہیں آپ کی مخالفت پر آمادہ نہ ہو جائیں مجھے محسوس ہوتا ہے کہ وہاں پر آپ کو جدال وقتال کا سامنا کرنا پڑے گا اور مجھے وہاں پر کوئی ایسا شخص نظر نہیں آتا جو

Marfat.com

آپ کا ساتھ دے کر اپنی جان قربان کر سکے۔" (تاریخ طبری جلد ششم۔ابن اثیر جلد چہارم)

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے اس مشورے پر ان کا شکریہ ادا کیا اور فرمایا کہ میں نے تمام حالات کا جائزہ لینے کے بعد ہی یہ فیصلہ کیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منع کیا:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب آپ کی کوفہ روانگی کے بارے میں معلوم ہوا تو وہ آپ کے پاس تشریف لائے اور آپ سے عرض کیا۔

"لوگ یہ خبر سن کر بے چین ہیں کہ آپ عراق تشریف لے جارہے ہیں اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی حفاظت میں لے آپ جن لوگوں کے پاس جارہے ہیں کیا وہ اپنے دشمنوں پر غالب آ چکے ہیں اور ملک پر قابض ہو چکے ہیں؟ اگر ایسا ہو چکا ہے تو آپ ضرور تشریف لے جایئے لیکن اگر وہاں کا حاکم ان پر مسلط ہے اور اس کے عمال خراج وصول کر رہے ہیں تو آپ کا وہاں جانا جنگ کی طرف جانا ہے اور وہ لوگ آپ کو جنگ ہی کے لئے بلا رہے ہیں مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ جب وہ اپنے دشمن سے خائف ہو جائیں تو الٹا آپ ہی کے خلاف تلواریں کھینچ لیں۔" (تاریخ طبری جلد پنجم)

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ مجھے تو میرے بھائی مسلم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے خط بھیجا ہے کہ اہل کوفہ بہت مطیع ہیں اور اب تک تیس ہزار افراد نے بیعت کر لی ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اہل کوفہ کا کوئی اعتبار نہیں ہے ان لوگوں نے تمہارے والد اور تمہارے بھائی سے جو سلوک کیا وہ سب کے سامنے ہے اب یہ لوگ تمہیں دھوکہ دینا چاہتے ہیں اس لیے تم وہاں جانے کا ارادہ چھوڑ دو۔

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں اچھی طرح جانتا ہوں۔کہ آپ میری خیر خواہی میں یہ باتیں مجھے سمجھانے کے لیے کر رہے ہیں لیکن یہ بات بھی تو ہے کہ اگر اہل کوفہ کی طرف سے کسی دھوکہ دہی یا میری مخالفت کا اندیشہ ہوتا۔تو مسلم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) مجھے ضرور اس بارے میں اطلاع دیتے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل میں اہل کوفہ کی طرف سے ایک کھٹکا سا

Marfat.com

تھا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے موقف پر قائم دیکھ کر رو پڑے اور پھر سمجھانے کی کوشش کی اور کوفہ جانے سے بہت روکا مگر آپ نے اپنے ارادے کو تبدیل نہ فرمایا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ واپس چلے گئے اس کے بعد پھر دوبارہ اسی دن یا اگلے روز تشریف لائے اور امام عالی مقام سے فرمایا۔

''ابن عم! میں نے ضبط کرنے کی بڑی کوشش کی مگر کیا کروں خاموش نہیں رہ سکا میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ ہلاکت و بربادی کے راستے پر جا رہے ہیں عراق کے لوگ بڑے دغاباز ہیں آپ ان کے پاس ہرگز نہ جایئے یہیں رہیے کیونکہ یہاں سب آپ کے وفادار ہیں اور اگر عراق کے لوگ اصرار کر رہے ہیں تو انہیں لکھ دیجئے کہ پہلے اپنے دشمنوں کو نکال دو پھر میں آؤں گا اور اگر آپ یہاں سے جانا ہی چاہتے ہیں تو یمن چلے جایئے۔ وہاں مضبوط قلعے کٹھن راستے اور پہاڑ ہیں وہ ایک وسیع ملک ہے وہاں ایسے لوگوں کی بھی کمی نہیں ہے جو آپ کے والد کے خیر خواہ تھے وہاں جا کر آپ دشمن کی گرفت سے آزاد ہوں گے۔ پھر آپ اپنے داعیوں اور خطوط کے ذریعہ سے اپنی تحریک چلایئے گا مجھے پوری امید ہے کہ اس صورت میں آپ ضرور کامیاب ہوں گے۔''

(تاریخ طبری جلد ہفتم صفحہ 274)

''حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ بظاہر نہایت عاقلانہ و دانشمندانہ تقریر سن کر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ابن عم! مجھے معلوم ہے کہ آپ میرے ساتھ اخلاص و محبت رکھتے ہیں لیکن میں نے جو ارادہ کیا ہے وہ بہر حال پورا کروں گا'' یہ سن کر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ اچھا اگر آپ جانا ہی چاہتے ہیں تو کم از کم عورتوں اور بچوں کو تو اپنے ہمراہ نہ لے جایئے کیونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ جس طرح حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے اہل و عیال کی موجودگی میں شہید کر دیئے گئے اسی طرح آپ بھی اپنے اہل بیت کے سامنے شہید کر دیئے جائیں گے۔ (محاضرات الامم اسلامیہ تاریخ ابن خلدون)

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منع کیا:

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو روکنے میں ناکام ہو گئے تو جذباتی ہو کر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے اور ان سے

Marfat.com

غصے ہوئے اور کہا اے عبداللہ بن زبیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! کوفہ کی طرف جانے کے لیے تم نے حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو اکسایا ہے؟ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس بات کی تردید کرتے ہوئے کہا کہ میں نے تو ان کو بہت مرتبہ وہاں جانے سے روکا ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ ان کو اب جا کر منع کیوں نہیں کرتے یہ سُن کر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُسی وقت حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا۔

''اگر اہل عراق پوری قوت سے آپ کی حمایت کرنے کا تہیہ کر چکے ہیں پھر تو آپ کا جانا کسی حد تک مناسب بھی ہے ورنہ آپ یہیں قیام پذیر رہیں ہم سب آپ کی بیعت کرنے اور آپ کی خلافت کے قیام کے سلسلے میں آپ کی ہر ممکن امداد کرنے کے لیے تیار ہیں آپ اطمینان سے حرم میں بیٹھیے میں خود آپ کی خلافت کے لیے فضا ہموار کر دوں گا آپ جب سے یہاں تشریف لائے ہیں میں مسلسل آپ سے اصرار کر چکا ہوں کہ مسلمانوں کی امارت قبول فرمائیے لیکن جب آپ نے ہر مرتبہ انکار فرمایا تو میں نے صرف اس لیے لوگوں سے اپنی بیعت لے لی کہ یزید کے خلاف مسلمان کسی ایک خلیفہ کو مقرر کرنے پر متفق ہو جائیں۔''

''میں اب بھی آپ سے کہتا ہوں کہ اگر آپ خلافت کے خواہاں ہیں تو مکہ مکرمہ سے باہر نہ نکلیں سب سے پہلے میں آپ کے دست مبارک پر بیعت کرتا ہوں۔''

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں کسی قسم کی امارت یا خلافت کی تمنا نہیں رکھتا میں تو اہل کوفہ کے بلانے پر عراق جا رہا ہوں اسی دوران آپ کے بھائی محمد بن حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی آ گئے تو آپ نے فرمایا کہ میں نے اپنے والد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث سنی تھی کہ ایک مینڈھے کی وجہ سے حرم کی حرمت برباد ہو جائے گی۔ اس لئے میں حرم کا وہ مینڈھا بننا پسند نہیں کرتا۔ (تاریخ طبری جلد پنجم صواعق محرقہ)

حضرت ابوبکر بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منع کیا:

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کوفہ روانگی کے ارادے کی خبر جب حضرت ابوبکر بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ملی تو وہ بھی آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے عرض کی کہ۔

Marfat.com

"آپ کے والد بزرگوار کے پاس قوت واقتدار تھا اور لوگ ان کی طرف مائل تھے۔ان کے احکام کی تعمیل کرتے تھے سوائے شام کے سارا عالم اسلام ان کا فرمانبردار تھا۔اس قوت و اقتدار کے باوجود جب امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُن کی مخالفت میں لوگوں کو لالچ دیئے تو وہ دولت کی طمع میں ان کا ساتھ چھوڑ گئے صرف ساتھ ہی نہیں چھوڑا بلکہ ان کے دشمن بن گئے اور وہی ہوا جو خدا کو منظور تھا۔ان کے بعد آپ کے بڑے بھائی کے ساتھ جو ماجرا پیش آیا وہ بھی آپ سے پوشیدہ نہیں یہ سب کچھ جانتے ہوئے بھی آپ ان لوگوں کے پاس جارہے اور یہ سمجھ کر جارہے ہیں کہ وہ آپ کی حمایت کریں گے؟ شام کے لوگ بہت مضبوط ہیں اور لوگ بھی ان سے خائف رہتے ہیں آپ کے جاتے ہی عراق کے لوگ خوف اور دولت کی طمع کی وجہ سے آپ کا ساتھ چھوڑ کر اہل شام سے مل جائیں گے اور جو لوگ آپ کی محبت کے دعوے کر رہے ہیں وہ سب آپ کے مخالف ہو جائیں گے" (مسعودی جلد سوم صفحہ 457)

کوفہ روانگی:

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کوفہ کی طرف جانے سے منع کرنے اور روکنے میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عبداللہ بن زبیر حضرت عبداللہ بن عمر حضرت ابو سعید خدری حضرت ابوواقد لیثی حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ناکام ہو گئے اور آخر تک ان کی کوششیں کامیاب نہ ہوسکیں تو روتے ہوئے اشکبار آنکھوں سے سب نے قافلہ اہل بیت کو رخصت کیا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ 3 ذی الحجہ 60ھ کو اپنے اہل بیت خدام اور چند جانثاروں کے ساتھ مکہ مکرمہ سے روانہ ہوئے روانگی سے قبل خانہ کعبہ میں دعا کی۔

چڑھنے لگے رہوار پہ جب سبط پیغمبر
فریاد سوئے کعبہ پہ کی ہاتھ اُٹھا کر
چھٹتا ہوں تیرے گھر سے میں اے خالق اکبر
اس سال ہوا حج بھی نہ خادم کو میسر
پاس آکے تیرے در سے جو میں دور چلا ہوں

Marfat.com

تُو عالم و دانا ہے کہ مجبور چلا ہوں
بچے میرے ہمراہ ہیں گرمی کا سفر ہے
رستہ بھی خطرناک ہے منزل کا بھی ڈر ہے
پر فضل وکرم پہ تیرے بندہ کی نظر ہے
ناگاہ صدا آئی کہ کیا تجھ کو خطر ہے
ہر حال میں سایہ ہے تیرے سر پہ ہمارا
ہم پاس ہیں تیرے تیرا دل گھر ہے ہمارا

اہل بیت اطہار کا مختصر سا قافلہ جب حرم شریف سے کوفہ کے لیے روانہ ہو رہا تھا تو اسے رخصت ہوتا دیکھ کر مکہ مکرمہ کے لوگ آبدیدہ اور مغموم ہو رہے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منع کیا:

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب قافلے کو ساتھ لے کر مکہ مکرمہ سے چل پڑے تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آخری کوشش کے طور پر قافلے کا پیچھا کیا اور دوسری منزل پر آپ کا راستہ روک لیا اور عرض کی آپ اہل کوفہ کی بد عہدی اور بے وفائی کو اچھی طرح جانتے ہیں کیا آپ کو علم نہیں کہ انہی لوگوں نے آپ کے والد ماجد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے بھائی حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ دھوکہ اور غداری کی اور اب آپ کو بھی دھوکہ دینے کی کوشش کر رہے ہیں اگر ان لوگوں نے اپنے مقصد میں کامیابی حاصل کر لی تو یہ لوگ آپ کا بھی وہی حال کریں گے جو آپ کے والد ماجد اور بڑے بھائی کا کیا تھا۔

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس طرح کی گفتگو سُنی تو آپ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے مگر واپس پلٹ جانے کی استدعا قبول نہ کی۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب آپ کو روکنے اور واپس لانے میں کامیاب نہ ہو سکے تو روتے ہوئے کہا۔ میں آپ کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں یہ کہہ کر ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ مکرمہ تشریف لے آئے۔ (صواعق محرقہ۔ نور العین۔ سر الشہادتین۔ مرج البحرین)

Marfat.com

اہل کوفہ کے حالات سے آگاہی:

مکہ مکرمہ سے کوفہ کی طرف جاتے ہوئے اہل بیت کا قافلہ جب مقام صفاح پر پہنچا تو سامنے سے مشہور شاعر فرزدق آتا ہوا دکھائی دیا آپ نے اس سے اہل کوفہ کا حال پوچھا تو اس نے جواب دیا آپ نے ایک باخبر آدمی سے حال پوچھا ہے جب میں کوفہ میں موجود تھا تو حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں پر پہنچ چکے تھے اور لوگ جوق در جوق ان کے ہاتھ پر بیعت کر رہے تھے بعد کے حالات کے بارے میں میں کچھ نہیں جانتا البتہ اس وقت میں نے یہ اندازہ لگایا تھا کہ کوفہ والوں کے دل تو آپ کے ساتھ ہیں لیکن تلواریں یزید کے ساتھ ہیں اور اللہ تعالیٰ کا حکم آسمان سے نازل ہوتا ہے اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تم نے سچ بات کی ہے لیکن ہر بات اللہ تعالیٰ کے دست قدرت میں ہے وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اگر اللہ تعالیٰ نے ہماری خواہشوں کے مطابق کیا تو ہم اس کے شکر گزار ہوں گے اور اگر اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہماری منشا کے مطابق نہ ہوا تو پھر بھی ہم اس کی رضا پر راضی رہیں گے انسان کے لیے یہی کیا کم ہے کہ اس کی نیت میں خلوص اور اس کے دل میں پاکیزگی ہو۔ (تاریخ طبری۔ نور الابصار سر الشہادتین)

اس ضمن میں فرزوق کا کہنا ہے کہ میں اپنی والدہ کے ہمراہ حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کرنے کے لیے جا رہا تھا اور یہ حج کے دن تھے مکہ مکرمہ سے باہر میں نے حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا قافلے میں موجود لوگوں کے پاس تلواریں اور ڈھالیں تھیں میں نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں جو (حج کے دنوں میں) مکہ مکرمہ سے باہر کی طرف جا رہے ہیں مجھے بتایا گیا کہ یہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قافلہ ہے اس پر میں نے امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات کی اور آپ سے کہا اے فرزند رسول حج کے دن بالکل قریب آ گئے ہیں آپ نے اس قدر جلدی کس لیے فرمائی ہے کہ حج بھی چھوڑ دیا۔ آپ نے فرمایا اگر میں اتنی جلدی نہ کرتا تو وہیں گرفتار کر لیا جاتا۔

(تاریخ طبری)

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کوشش:

جب حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ کے سفر کوفہ کی خبر ملی تو انہوں نے بھی ایک پر زور خط لکھ کر اس سفر سے روکنے کی کوشش کی انہوں نے تحریر کیا کہ۔

''میں آپ کو اللہ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ میرا خط پڑھتے ہی اپنا ارادہ ترک کر دیجئے کیونکہ یہ ایسا راستہ ہے جس میں آپ کے لئے ہلاکت اور آپ کے اہل خاندان کے لئے تباہی ہے اگر آپ ہلاک ہو گئے تو زمین کا نور بجھ جائے گا آج آپ ہی کا وجود ہدایت کا نشان اور اہل ایمان کا مرکز ہے روانگی میں عجلت نہ کیجئے گا میں آپ کے پاس آ رہا ہوں۔'' (تاریخ طبری جلد ہشتم)

اس خط کے بعد حضرت ابن جعفر رضی اللہ عنہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہیں سمجھایا کہ آپ کا عراق جانا اپنے دشمنوں میں جانا ہے اس میں خوں ریزی کا اندیشہ ہے آپ یہیں مقیم رہیے ہم سب آپ کے مددگار ہیں مگر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کا مشورہ تسلیم نہ کیا۔

گورنر مکہ نے بھی روکا:

حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنا ارادہ ملتوی کرنے کے لئے کسی طرح تیار نہیں ہیں تو وہ مکہ کے گورنر عمرو بن سعید بن العاص کے پاس گئے اور اسے تحریک کی کہ آپ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک خط لکھ کر انہیں اس ارادے سے باز رکھنے کی کوشش کیجئے اور انہیں امان دینے کا وعدہ کیجئے۔ عمرو بن سعید نے کہا آپ خط کا مضمون تحریر کر دیجئے میں اس پر اپنی مہر لگا دوں گا خط یہ تھا۔

''میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ آپ کو اس راستے پر جانے سے روکے جو ہلاکت کی طرف جاتا ہے اور اس راستے کی طرف لے جائے جس میں سلامتی ہو مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ عراق جانے والے ہیں۔ میں اس نفاق و اختلاف سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں جو آپ کے طرز عمل سے پیدا ہوگا۔ مجھے آپ کی ہلاکت کا اندیشہ ہے میں عبداللہ بن جعفر اور یحییٰ بن سعید کو آپ کی خدمت میں بھیج رہا ہوں۔ آپ ان کے ساتھ واپس تشریف لے آیئے میرے پاس آپ کے حق

Marfat.com

میں امن وسلامتی حسن واحسان اور نیکی کے جذبات ہیں اس کا خدا شاہد اور نگہبان ہے۔"

ایک روایت کے مطابق جب حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رخصت ہوکر گورنر مکہ کے پاس مندرجہ بالا خط لکھوانے گئے تھے اس وقت حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ سے روانہ ہو رہے تھے۔ اسی لیے عمرو بن سعید کے خط میں واپس تشریف لے آیئے کے الفاظ لکھے گئے تھے یہ خط حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مکہ سے باہر نکل کر ملا خط پڑھ کر آپ نے حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور گورنر مکہ کے بیٹے یحییٰ سے فرمایا کہ رات میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے خواب کے عالم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک حکم دیا ہے میں اس حکم کو پورا کیے بغیر نہیں رہ سکتا حضرت ابن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خواب کی وضاحت چاہی مگر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وضاحت کرنے سے انکار کر دیا،

گورنر مکہ کے نام جوابی خط:

اس کے بعد آپ نے گورنر مکہ عمرو بن سعید کے نام یہ خط تحریر فرمایا۔

"جو شخص دعوت الی الحق دیتا ہے اعمال صالح انجام دیتا ہے اور اسلام کا اقرار کرتا ہے وہ خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی خلاف ورزی کیسے کرے گا آپ نے مجھ کو امان دی ہے اور حسن واحسان سے پیش آنے کا وعدہ کیا ہے سب سے بہتر امان وہ ہے جو اللہ کی طرف سے دی جائے جو شخص دنیا میں اللہ سے خوف نہیں کرتا آخرت میں خدا اسے امان نہیں دے گا پس میں دنیا میں خدا سے ڈرتا ہوں تاکہ قیامت کے روز اس کی امان میں رہوں آپ نے اپنے خط میں جو کچھ لکھا ہے اگر اس سے آپ کی نیت یہی ہے کہ میرے ساتھ صلہ رحمی اور حسن واحسان کا سلوک کریں تو اللہ تعالیٰ آپ کو دنیا اور آخرت میں اس کا اجر عطا فرمائے والسلام۔" (تاریخ طبری جلد ہفتم)

حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیوی بچے:

حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بہنوئی تھے ان کی بیوی سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے دو بچوں حضرت عون اور محمد رضی اللہ

Marfat.com

تعالیٰ عنہ کے ساتھ قافلہ اہل بیت میں شامل تھیں اور حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو کوفہ جانے کی اجازت دی تھی ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ مکرمہ میں ہی موجود تھے اور ان لوگوں کے موقف سے اتفاق رکھتے تھے جو حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کوفہ کی طرف جانے کے حق میں نہیں تھے مگر جب حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ روانہ ہونے لگے تو سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے شوہر سے ان کے ساتھ جانے کی اجازت مانگی حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہن بھائیوں کی محبت سے آگاہ تھے اس لیے سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ جانے کی اجازت دے دی چند منزلوں کے بعد حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے دونوں بیٹوں عون اور محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ اس جماعت سے آ ملے اور بہت کوشش کی کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ واپس لوٹ چلیں مگر وہ راضی نہ ہونے حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بیٹوں کو امام عالی مقام کی خدمت میں پیش کیا اور انہیں ہدایت کی کہ کسی بھی صورت امام عالی مقام کا ساتھ نہ چھوڑنا اس کے بعد وہ مکہ مکرمہ واپس آ گئے۔

اس حوالے سے ایک اور روایت میں آتا ہے کہ اُن دنوں حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیمار تھے اور سفر کرنے کے قابل نہیں تھے اس لیے خود تو مکہ مکرمہ میں ہی رہے اور اپنی زوجہ سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور بچوں عون اور محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ بھیج دیا۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ جب حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفہ کے لیے روانہ ہوئے تو اُس وقت حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ طیبہ میں تھے وہاں سے انہوں نے پہلے تو حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خط لکھا کہ آپ کوفہ جانے کا ارادہ ترک کر دیں اور پھر خود بھی اپنے دونوں بیٹوں عون اور محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ساتھ لے کر حاکم مکہ عمرو بن سعید سے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے امان نامہ لکھوا کر تنعیم کے مقام پر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آ کر ملے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے خواب میں اپنے نانا جناب رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا ہے اور انہوں نے مجھے

Marfat.com

ایک حکم دیا ہے میں اس حکم کو ضرور پورا کروں گا اور واپس نہ لوٹوں گا۔ اس پر حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بیٹوں کو ماموں کے پاس چھوڑا اور خود مکہ مکرمہ چلے آئے۔

بعض مورخین کا کہنا ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کوفہ روانگی کے وقت حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بصرہ میں تھے جب انہیں آپ کی کوفہ روانگی کا پتہ چلا تو انہوں نے خود بھی حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک خط لکھا کہ آپ واپس لوٹ آئیں اور پھر حاکم مکہ عمرو بن سعید کا خط بھی آپ کو بھجوایا جس میں حاکم مکہ نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تعرض نہ کرنے کا وعدہ کیا تھا اور آپ کو مکہ مکرمہ واپس لوٹ آنے کی درخواست کی تھی۔

راستوں کی ناکہ بندی:

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکہ مکرمہ سے کوفہ کی طرف روانگی کی اطلاع عبیداللہ بن زیاد کو مل چکی تھی کیونکہ اسے دمشق سے یزید کا بھیجا ہوا ایک خط ملا تھا جس میں یزید نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک قافلے کے ساتھ کوفہ روانہ ہونے کی خبر دیتے ہوئے اسے حکم دیا کہ اس قافلے کو عراق میں داخل ہونے سے روکو اس پر ابن زیاد نے پولیس کے سربراہ حصین بن نمیر کو خصوصی ہدایت کی کہ اس سلسلے میں فوری طور پر کاروائی کرے چنانچہ حصین بن نمیر نے ایک لشکر کو ساتھ لے کر پیش قدمی کرتے ہوئے کوفہ کی طرف آنے اور مکہ مکرمہ کی طرف جانے والوں راستوں کی ناکہ بندی کے لیے اقدامات کیے خاص طور پر قادسیہ سے کوفہ کی درمیانی راہ پر پولیس کے دستے تعینات کیے گئے جو قادسیہ سے مکہ مکرمہ کی طرف کسی کو جانے نہیں دیتے تھے اس کاروائی کا مقصد یہ تھا کہ کوفہ کے حالات کے بارے میں حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کسی قسم کی خبر نہ مل سکے اور کوئی ان تک نہ پہنچ سکے ابن زیاد نے ایسا انتظام کیا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اہل کوفہ کے درمیان خط و کتابت کا سلسلہ منقطع ہو گیا تمام راستوں پر ابن زیاد کے جاسوس نگاہ رکھے ہوئے تھے۔

حضرت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت:

اہل بیت اطہار کا قافلہ جب مقام حاجر پر پہنچا تو حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

Marfat.com

کوفہ والوں کو اپنی آمد کی اطلاع دینے کی غرض سے ایک خط حضرت قیس بن مسہر صیدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ کوفہ کی طرف روانہ فرمایا جس میں تحریر کیا کہ۔

"سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں مسلم بن عقیل (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے خط سے تم لوگوں کے حالات کے بارے میں آگاہی ہوئی اور معلوم ہوا کہ تم سب میرا ساتھ دینے پر متفق ہو میری اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم پر احسان کرے اور تم لوگوں کو اس بات پر اجر عظیم عطا فرمائے میری مکہ مکرمہ سے روانگی ہو چکی ہے میرا یہ خط جب تمہیں ملے تو تم لوگ اپنے معاملات جلدی ٹھیک کر لینا کیونکہ میں اِن شاء اللہ تعالیٰ کچھ ہی دنوں میں تمہارے پاس پہنچنے والا ہوں والسلام" (تاریخ طبری)

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خط لے کر حضرت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قادسیہ تک تو آسانی سے پہنچ گئے مگر قادسیہ پہنچ کر ان کے لیے آگے کوفہ کی طرف سفر کرنا ممکن نہ تھا کیونکہ وہاں سے کوفہ کی طرف جانے والے ہر راستے پر سخت ناکہ بندی تھی ان ناکوں سے گزر کر ہی کوئی آگے جا سکتا تھا حصین بن نمیر نے حضرت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھ گچھ کی اور جب معلوم ہوا کہ یہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاصد ہیں تو ان کو گرفتار کر لیا اور ابن زیاد کے پاس پہنچا دیا اس طرح حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے بھیجا گیا خط حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کسی خیر خواہ تک نہ پہنچ سکا اور یہ خط ابن زیاد کے ہتھے لگ گیا خط کی عبارت پڑھ کر ابن زیاد بہت غضبناک ہوا اور تکبر کا مظاہرہ کرتے ہوئے حضرت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا اگر تمہیں اپنی جان عزیز ہے اور جان کی سلامتی چاہتے ہو تو دارالامارت کی چھت پر چڑھ کر لوگوں کے سامنے حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف تقریر کرو اور ان کی خوب مذمت کرتے ہوئے لوگوں کو ان سے بدظن کرو۔

اس کے بعد حضرت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چھت پر لے جایا گیا دارالامارت کے باہر بہت سے لوگ جمع ہو گئے انہوں نے لوگوں کی طرف دیکھا اور حمد و صلوٰۃ کے بعد فرمایا۔

"اے لوگو! یاد رکھو حسین بن علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے نواسے اور اس وقت خلق خدا میں سب سے بہترین انسان ہیں انہوں نے مجھے تم لوگوں

Marfat.com

کے پاس بھیجا ہے تم پر فرض ہے کہ ان کی مدد کے لیے آگے بڑھو اور ان کی آواز پر لبیک کہو۔"
یہ کہنے کے بعد حضرت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عبید اللہ ابن زیاد کی بھرپور الفاظ میں مذمت کی اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں اچھے کلمات کہے ابن زیاد کو حضرت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس بات کی توقع نہ تھی موت کو اپنے سامنے دیکھ کر اس طرح جرات و دلیری سے حق گوئی کرنا ہر کسی کے بس کی بات نہیں تھی مگر حضرت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کسی خوف کے بغیر حق بات کہہ دی جس سے ابن زیاد غضبناک ہو گیا۔ اور اس نے ان کو چھت سے نیچے گرا کر شہید کرنے کا حکم دے دیا اس بدبخت کے حکم پر اُسی وقت عمل ہوا۔ اور حضرت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دارالامارت کی چھت سے نیچے زمین پر گرا دیا گیا۔ جس سے ان کی ہڈیاں ٹوٹ گئیں اور زخموں کی۔ تاب نہ لاتے ہوئے جاں بحق ہو گئے۔ (تاریخ طبری)

عبداللہ بن مطیع نے روکا:

ذات عراق سے کوفہ تک کے حالات سے بے خبر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفہ کی طرف بڑھ رہے تھے جب بطن رُملہ سے ذرا آگے پہنچے تو عراق کی طرف سے آنے والے راستے پر عبداللہ بن مطیع عدوی آتے ہوئے دکھائی دیے جو حصین بن نمیر کے سپاہیوں اور ابن زیاد کے جاسوسوں سے بچ بچا کر مکہ مکرمہ کی طرف آ رہے تھے اور یہاں تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے تھے انہوں نے جب حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قافلے کے ساتھ جاتے ہوئے دیکھا تو قریب آئے اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کی اے فرزند رسول! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ اس طرف کہاں جا رہے ہیں؟ آپ نے بتایا کہ میں کوفہ کی طرف جا رہا ہوں۔
یہ سن کر جناب عبداللہ بن مطیع نے کہا میں آپ کو عرب اور اسلام کی حرمت کا واسطہ دے کر عرض کرتا ہوں کہ آپ بنوامیہ سے کسی قسم کی امید نہ رکھیں اور یہ توقع نہ کریں کہ وہ خلافت آپ کے سپرد کر دیں گے اگر آپ نے ان سے ایسا مطالبہ کیا تو ممکن ہے وہ آپ کی جان لینے سے بھی دریغ نہ کریں اور یہ بات یاد رکھیں اگر آپ کو ان لوگوں نے شہید کر دیا تو پھر آپ کے بعد انسانی خون کا احترام ختم ہو جائے گا اور کوئی کسی کو قتل کرنے میں لحاظ نہ کرے گا اس لیے میں آپ کو عرب

Marfat.com

اسلام اور قریش کی حرمت کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ آپ کوفہ جانے کا ارادہ ترک کر دیں اور اپنے آپ کو بنو امیہ کے حوالے نہ کریں۔

جناب عبداللہ بن مطیع کی اس جذباتی گفتگو کو سن کر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتا ہے جو کچھ اللہ تعالیٰ نے (ہمارے مقدر میں) لکھ دیا ہے۔

(تاریخ طبری، الاخبار الطوال ص 258)

زہیر بن قین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات:

بطن رملہ بعض العیون اور خزیمیہ سے ہوتے ہوئے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قافلہ مقام زرود تک پہنچ گیا۔ اس جگہ پر کنویں کے نزدیک ایک خیمہ نصب تھا۔ آپ نے پوچھا یہ کس کا خیمہ ہے؟ پتہ کرنے کے بعد آپ کو بتایا گیا۔ کہ یہاں حضرت زہیر بن قین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی بیوی اور کچھ ساتھیوں کے ساتھ ٹھہرے ہوئے ہیں اور یہ بھی کوفہ کی طرف جا رہے ہیں اس پر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے کسی کو بھیج کر انہیں بلایا۔ تو انہوں نے ملاقات کرنے سے انکار کر دیا اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حمائیتیوں میں سے تھے اور بنو امیہ کی طرف جھکاؤ رکھتے تھے۔

ان کا انکار سن کر ان کی بیوی نے ان سے کہا کس قدر غضب کی بات ہے کہ نواسہ رسول آپ کو بلائیں اور آپ ان سے ملنے سے انکار کر دیں بیوی کا یہ جملہ ان پر اثر کر گیا اور اسی وقت حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو گئے جب ملاقات کی تو اس قدر متاثر ہوئے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ساتھ دینے کا فیصلہ کر لیا اپنی بیوی کے پاس آئے اور کہا اگر تم چاہو تو میں تمہیں طلاق دے دیتا ہوں تم اپنے بھائی کے ساتھ میکے چلی جاؤ میں تمہارے ساتھ اب نہیں جا سکتا اس کے بعد اپنے ساتھیوں سے کہا تم میں سے جو میرے ساتھ آنا چاہتا ہے آ جائے اور جو جانا چاہتا ہے وہ چلا جائے اور یہ سمجھ لے کہ میری اس سے آخری ملاقات ہے۔

حضرت زہیر بن قین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی باتیں سن کر اُن کے ساتھی بہت حیران ہوئے اور پوچھنے لگے کہ آخر بات کیا ہے؟ انہوں نے کہا بات یہ ہے کہ ایک جنگ میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں فتح

Marfat.com

عطا فرمائی اور بہت سامال غنیمت بھی ہاتھ لگا تو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہم سے پوچھا کہ تمہیں اس فتح اور غنیمت کے حاصل ہونے سے خوشی ہوئی ہے ہم نے کہا بہت خوشی ہوئی ہے انہوں نے فرمایا بہت جلد ایک وقت آئے گا کہ تم رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گھرانے کے جوانوں کے سردار (حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے ملاقات کرو گے اور ان کے ساتھ مل کر ان کے دشمنوں سے لڑو گے تو اس فتح اور غنیمت سے تمہیں زیادہ خوشی ملے گی۔

یہ بات کہہ کر حضرت زہیر بن قین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ میں تم لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں اس کے بعد وہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قافلے میں شامل ہو گئے اور میدان کربلا میں شہید ہوئے۔ (تاریخ طبری)

شہادت مسلم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی اطلاع مل گئی:

مورخین تحریر کرتے ہیں کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابھی مقام زرود میں ہی تھے کہ صبح کے وقت کوفہ کی طرف سے ایک محب اہل بیت جس کا نام بکر تھا اور قبیلہ اسد سے تعلق رکھتا تھا آتا ہوا دکھائی دیا قریب آیا تو اس نے پوچھا کہ یہ کن لوگوں کا قافلہ ہے؟ جب اُسے بتایا گیا کہ یہ اہل بیت اطہار کا قافلہ ہے جو کوفہ جا رہا ہے تو اُس نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملنے کی درخواست کی جب اُسے آپ کے پاس لے جایا گیا تو اُس نے آپ سے کہا کہ میں علیحدگی میں آپ سے بات کرنا چاہتا ہوں اس پر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے علیحدہ ہو کر اُس کی بات سنی اُس نے بات کرنا چاہی مگر اُس کی آنکھوں میں آنسو تھے الفاظ اس کی زبان پر نہیں آ رہے تھے معلوم ہو رہا تھا کہ وہ بڑے ضبط سے کام لے رہا ہے۔ آپ اُس کا چہرہ دیکھ کر سمجھ گئے کہ کوئی خاص بات ہے جس کو بیان کرنے میں زبان اس کا ساتھ نہیں دے رہی اس لیے آپ نے خود ہی اس سے پوچھا میرے بھائی مسلم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا کیا حال ہے؟ بکر اسدی نے جواب دیا مسلم بن عقیل اور ہانی بن عروہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) دونوں کو شہید کر دیا گیا ہے اور ان کی لاشوں کو پاؤں میں رسیاں باندھ کر بازاروں میں گھسیٹا گیا ہے یہ کہہ کر بکر اسدی پھوٹ پھوٹ کر رو پڑا۔

Marfat.com

رو رو کے وہ کہنے لگا کس منہ سے کہوں آہ
مسلم کا بھی سر کٹ گیا ہانی کا بھی یا شاہ
اور پاؤں میں لاشوں کے رسیاں باندھ کے بدخواہ
بازار میں کھینچے لیے پھرتے تھے سر راہ!
مارا گیا بے جرم وخطا آپ کا بھائی
تربت بھی مسافر کی کسی نے نہ بنائی
مرنے سے بھی پہلے ہوئی بیٹوں سے جدائی
بچوں کو غریب الوطنی میں اجل آئی
دریا پہ انہیں مار کے جب آیا تھا حارث
دربار میں دو چھوٹے سے سر لایا تھا حارث
جب شاہ نے سنی یہ خبر مسلم بے پر
رقت کا جوش لگے کانپنے تھر تھر
سینے میں تڑپنے لگا دل مثل کبوتر
منہ کر کے سوئے کوفہ کہا ہائے برادر
بلوا کے حرم سے ہمیں مر گئے مسلم
ہم کوفہ بھی پہنچے نہ سفر کر گئے مسلم

حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اوران کے بچوں کی شہادت کا سُن کر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سخت صدمہ پہنچا اور غم سے نڈھال ہو گئے آنکھوں میں آنسو تھے مگر خاموشی اختیار کر لی اور کسی کو بھی اس بارے میں کچھ نہ بتایا اپنے خیمے میں خاموش بیٹھے تھے کہ اچانک حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک معصوم بچی اس طرف آ گئی آپ نے اُس بچی کو آگے بڑھ کر گود میں لے لیا اور اسے پیار کرنے لگے اُس کے سر پر اپنا دست اقدس پھیرا۔ بچی نے آپ کی آنکھوں میں آنسو دیکھے تو پوچھا چچا جان! آپ رو کیوں رہے ہیں اور مجھے اتنا پیار کیوں کر رہے ہیں جس طرح آپ نے میرے سر پر ہاتھ رکھا ہے اس طرح تو یتیموں کے

Marfat.com

سر پر ہاتھ رکھا جاتا ہے اور اُن سے اس طرح پیار کیا جاتا ہے۔

انداز وہی آج مجھے ہے نظر آتا
جس طرح یتیموں پہ کوئی رحم ہے کھاتا
اس پیار پہ ہے دل میرا ٹکڑے ہوا جاتا
کچھ تو ہے جو دل سینہ میں تسکین نہیں پاتا
کوفہ سے بہت دور سفر کر گئے بابا!
کیوں آپ نہیں کہتے کہ ہیں مرگئے بابا!
یہ کہہ کر وہ بیٹھی تو کہا شاہ نے رو رو
بابا کی جگہ اب تم مجھ کو ہی سمجھو
ماں ہے تیری اب میری بہن زینب خوش خو
کبریٰ وسکینہ سے بھی زیادہ تُو ہے مجھ کو
غم بے پدری کا تجھے معلوم نہ ہو گا
سب ہو گا مگر مسلم مظلوم نہ ہو گا
پیغام یہ سُنتے ہی چلائی وہ دُختر
ہے ہے میرے بابا میں تمہیں پاؤں گی کیونکر
میں جیتی رہی آپ گئے جانب کوثر
کس بے کسی سے قتل ہوئے صدقے میں تم پر
مہماں پہ کچھ رحم بھی کھایا نہ کسی نے
تلواریں چلیں تم پہ بچایا نہ کسی نے

حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی اپنے والد اور بھائیوں کی شہادت کی خبر سُن کر زاروقطار رو رہی تھی کہ ساتھ والے خیمے میں اس کی والدہ کے کانوں میں بچی کے رونے کی آواز آئی۔ تو گھبرا کر بھاگی ہوئی آئیں اور اپنی معصوم بچی کو روتے دیکھ کر بے چین ہو گئیں اور رونے کی وجہ پوچھی۔

Marfat.com

بیٹی کی سُنی زوجہ مسلم نے جوزاری
سر پر سے ردا گر پڑی گھبرا کے پکاری
کیا آئی خبر کیا ہوا کیوں روتی ہو پیاری
بیٹی نے کہا ٹوٹ گئی آس ہماری
اب کیا کہوں تقدیر میری سو گئی اماں
پردیس میں بن باپ کے میں ہو گئی اماں

اس ضمن میں بعض مورخین لکھتے ہیں کہ حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ہانی بن عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شہید کیے جانے کی خبر دو اشخاص عبداللہ بن سلیم اور مذری بن مشعل نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دی تھی اور ان کا تعلق قبیلہ بنو اسد سے تھا۔ ان اشخاص کا بیان ہے کہ۔

''حج کی ادائیگی کے بعد ہمیں صرف اس بات کی فکر تھی کہ ہم جلدی سے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچ جائیں تاکہ دیکھیں کہ ان کو کیا معاملہ درپیش ہوتا ہے ہم تیزی کے ساتھ اپنے اونٹوں کو بھگاتے ہوئے (جب) موضع زرود تک پہنچے تو کوفہ کی طرف سے ایک شخص کو آتے ہوئے دیکھا اُس شخص نے جب حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ (کے قافلے) کو دیکھا تو راستہ چھوڑ کر دوسری طرف سے گزر گیا۔ اُس کو آتے ہوئے دیکھ کر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ٹھہر گئے جیسے کہ اس سے ملنا چاہتے تھے۔ پھر آپ نے آگے کی طرف سفر کا آغاز کیا ہم دونوں اس شخص کی طرف متوجہ ہوئے اور آپس میں کہا کہ اس آنے والے شخص سے کوفہ کے حالات معلوم کریں چنانچہ ہم دونوں اس کے پاس گئے اس کو سلام کیا اس نے سلام کا جواب دیا ہم نے پوچھا کہ تم کون ہو؟ اس نے کہا میں قبیلہ بنو اسد سے تعلق رکھتا ہوں ہم نے کہا کہ ہم دونوں بھی قبیلہ بنو اسد سے ہیں پھر اس کا نام پوچھا تو اس نے بتایا کہ میرا نام بکر بن شعبہ ہے اس کے بعد ہم نے بھی اپنے اپنے نسب کے بارے میں بتایا اور اس سے پوچھا کہ جس طرف سے تم آ رہے ہو اُس طرف کے کیا حالات ہیں اس نے کہا کہ میں اُس وقت کوفہ میں ہی تھا کہ جب حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ہانی بن عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کیا گیا میں نے دیکھا کہ ان دونوں

Marfat.com

کے پاؤں میں رسیاں باندھ کر اُن کی لاشوں کو بازاروں میں گھسیٹ رہے تھے اس کی یہ بات سُن کر ہم جلدی سے چل پڑے اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قافلے سے جا ملے۔(زرود سے آگے) مقام ثعلبیہ پر امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ٹھہرے تو ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ کو سلام کیا آپ نے سلام کا جواب دیا ہم نے کہا اللہ تعالیٰ کی آپ پر رحمت ہو ہم آپ کو ایک خبر دینا چاہتے ہیں اگر ارشاد فرمائیں تو سب کے سامنے کہہ دیں یا خاموشی سے کہہ دیں آپ نے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا اور فرمایا ان لوگوں سے چھپانے کی کوئی بات نہیں ہے۔"

اس پر ہم نے کہا (مقام زرود پر) راستے میں آپ نے ایک سوار کو (کوفہ کی طرف سے) آتے ہوئے دیکھا تھا فرمایا ہاں دیکھا تھا اور میں اس سے کچھ پوچھنا بھی چاہتا تھا ہم نے کہا اس سے پوچھنے کی اب آپ کو ضرورت نہیں ہے ہم نے اس سے پوچھ لیا ہے وہ ہمارے ہی قبیلہ بنی اسد کا ایک شخص ہے جو علم و فضل اور عقل و فہم رکھتا ہے۔ اس نے ہمیں بتایا ہے کہ اس نے کوفہ میں دیکھا ہے کہ حضرت مسلم و حضرت ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو شہید کر کے ان کو پاؤں سے پکڑ کر بازاروں میں گھسیٹا جا رہا تھا یہ سن کر آپ کی زبان سے اِنا لِلّٰہ و اِنا اِلیہِ راجعون نکلا اور فرمایا ان دونوں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو بار بار یہ الفاظ آپ کے منہ سے نکلتے رہے ہم نے کہا ہم آپ کو اللہ کی قسم دیتے ہیں کہ آپ اپنی جان اور اپنے اہل بیت کی جان کا خیال کیجئے اور یہاں سے ہی واپس لوٹ جایئے کیونکہ کوفہ میں نہ تو کوئی آپ کا حامی ہے اور نہ مددگار بلکہ ہمیں خدشہ ہے کہ وہی لوگ آپ کے دشمن ہو جائیں گے جنہوں نے آپ کو بلایا ہے۔ (تاریخ طبری)

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھیوں کو جب حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا علم ہوا تو اُن میں شدید جوش پیدا ہوا۔ حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائیوں نے کہا کہ خدا کی قسم! جب تک اپنے بھائی کا بدلہ نہ لیں گے یا قتل نہ ہو جائیں گے اُس وقت تک واپس نہ لوٹیں گے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جب تم لوگ نہ ہوئے تو ہماری زندگی کس کام کی۔ اُس وقت آپ کے قافلے میں بے شمار لوگ راستے سے شامل ہو گئے تھے آپ نے سب کو جمع کر کے فرمایا۔

Marfat.com

"کوفیوں نے ہمارے ساتھ غداری کی ہے ان سے مدد کی توقع نہیں تم لوگوں کی محبت وعقیدت کا میں شکر گزار ہوں لیکن میں نہیں چاہتا کہ تم لوگ میری وجہ سے اپنی جانیں خطرے میں ڈالو اس لیے تم میں سے جو شخص جانا چاہے وہ خوشی سے جا سکتا ہے میری طرف سے اس پر کوئی الزام نہیں۔"

یہ اعلان سُن کر راستے سے شامل ہونے والے اکثر لوگ واپس لوٹ گئے اور صرف آپ کے اہل بیت اور وہی جانثار باقی رہ گئے جو مکہ مکرمہ سے ساتھ آئے تھے۔ (روضۃ الشہداء)

ایک اور روایت:

مورخین تحریر کرتے ہیں کہ جس روز حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کیا گیا اُسی روز حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ مکرمہ سے کوفہ کے لیے روانہ ہوئے تھے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قافلہ جب مقام شقوق میں پہنچا تو کوفہ سے آنے والے ایک شخص نے امام عالی مقام کو خبر دی کہ کوفیوں نے بے وفائی کی ہے اور حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کر دیا گیا ہے آپ نے یہ خبر سُن کر صبر کیا اور اِنا للّٰہ واِنا اِلیہِ راجعون کہا پھر خیمہ میں تشریف لائے اور حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی سامنے آئی تو اس کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرا اور اس سے تسلی و شفقت بھرے انداز میں گفتگو فرمائی بچی معمول سے ہٹ کر اس قدر شفقت دیکھ کر عرض کیا کہ آج تو آپ مجھ پر اس طرح شفقت فرما رہے ہیں جس طرح یتیموں پر نوازش کی جاتی ہے شاید میرے والد مارے گئے ہیں یہ سُن کر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بے اختیار رو پڑے اور فرمایا بیٹی غم نہ کر میں تیرے باپ کی جگہ میری بہن سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا تیری ماں کی جگہ اور میری بیٹیاں اور بیٹے تیرے بھائی بہن ہیں یہ سُن کر حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی رونے لگی۔

حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائیوں کو پتہ چلا تو وہ بھی روئے اور پھر دلیری سے بولے اِن شاء اللہ ہم کوفیوں سے خون کا بدلہ لیں گے یا خود بھی مسلم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی طرح شہید ہو جائیں گے اس کے بعد حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

Marfat.com

''کوفیوں نے ہم سے غداری کی مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کر دیا گیا ہے تم میں سے جس کا دل چاہے واپس چلا جائے ہماری طرف سے اس پر کوئی الزام نہیں۔''

اس پر بعض لوگ جو اِدھر اُدھر سے آ کر مل گئے تھے یہ سن کر واپس چلے گئے اور جو شہید ہونے والے تھے وہ رہ گئے آگے بڑھے تو مقام ثعلبہ پر ٹھہرے اس مقام پر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی بہن سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے زانو پر سر رکھ کر سو گئے تھوڑی دیر کے بعد روتے ہوئے اُٹھے اور فرمایا بہن! میں نے نانا جان کو خواب میں دیکھا ہے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا اے حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تم جلد ہم سے آ کر ملو گے اور ایک سوار کہہ رہا ہے کہ لوگ چل رہے ہیں اور ان کی قضائیں ان کی طرف چل رہی ہیں۔ حضرت علی اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ابا جان! کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا بے شک ہم حق پر ہیں اور حق ہمارے ساتھ ہے اس پر حضرت علی اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا تو پھر موت کا کیا خوف کہ ایک نہ ایک دن مرنا ہی ہے۔ ابا جان! ہم شہادت کے چمن کو پھلتا پھولتا دیکھ رہے ہیں دنیا سے بہتر گھر اور عمدہ نعمتیں ہمارے سامنے ہیں اللہ تعالیٰ ضرور ہمارا مددگار ہوگا۔ (تذکرۃ الحسنین ص 57)

رضاعی بھائی کی شہادت کی خبر:

مکہ مکرمہ روانگی سے قبل حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے رضاعی بھائی حضرت عبداللہ بن یقطر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت مسلم بن عقیل کے پاس کوفہ میں بھیجا تھا مگر جب یہ قادسیہ پہنچے تو حصین بن نمیر کے سپاہیوں نے ان کو گرفتار کر لیا تھا اس بارے میں امام عالی مقام کو کوئی خبر نہ تھی جب آپ کا قافلہ مقام زبالہ پر پہنچا تو یہاں پر آپ کو اطلاع ملی کہ حضرت عبداللہ بن یقطر رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید کر دیے گئے ہیں خبر دینے والے نے بتایا کہ قادسیہ میں ان کو گرفتار کرنے کے بعد ابن زیاد کے سامنے پیش کیا گیا ابن زیاد نے ان کو بھی یہ کہا کہ دارالامارت کی چھت پر چڑھ کر لوگوں کو امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف اکساؤ اور لوگوں کو ان سے بدظن کرو اس کے بعد ان کو چھت پر لے جایا گیا۔

حضرت عبداللہ بن یقطر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی حضرت قیس بن مسہر صیداوی کی طرح

Marfat.com

چھت پر چڑھ کر لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا لوگو! امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفہ تشریف لا رہے ہیں ابن زیاد کے مقابلے میں ان کی مدد کرو۔ ابھی انہوں نے اتنی بات ہی کی تھی کہ ابن زیاد کے حکم پر ان کو چھت سے دھکا دے کر نیچے گرا دیا گیا جس سے وہ شہید ہو گئے۔

مورخین لکھتے ہیں کہ جب حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت عبداللہ بن یقطر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی اطلاع ملی اس کے کچھ ہی دیر بعد آپ کے پاس محمد بن اشعث اور عمرو بن سعد کے بھیجے ہوئے قاصد بھی پہنچ گئے اور شہادت سے پہلے حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو وصیت کی تھی اس سے آپ کو آگاہ گیا اور کوفہ کے تمام حالات بھی بتائے ان پر آپ نے اپنے ساتھیوں کو جمع کیا اور فرمایا۔

"لوگو! ہمیں نہایت المناک خبریں ملی ہیں مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہانی بن عروہ اور عبداللہ بن یقطر قتل کر دیئے گئے ہیں ہمارے حامیوں نے بے وفائی کی کوفہ میں ہمارا کوئی مددگار نہیں رہا۔ تم میں سے جو ہمارا ساتھ چھوڑنا چاہے چھوڑ دے ہم ہرگز خفا نہیں ہوں گے۔"

(تاریخ طبری جلد ہفتم 294)

آپ کی یہ تقریر سن کر بیشتر لوگ آپ سے علیحدہ ہو گئے البتہ وہ لوگ باقی رہ گئے جو آپ کے ساتھ مکہ اور مدینہ سے آئے تھے یا راستے میں شریک ہونے والوں میں سے وہ لوگ ثابت قدم رہے جو کسی منفعت کی خاطر نہیں بلکہ آپ کی محبت کی وجہ سے شریک سفر ہوئے تھے۔

ایک ضروری وضاحت:

بلاشبہ کوفہ والوں نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خطوط اور قاصدوں کے ذریعے بار بار کوفہ آنے کی دعوت دی تھی اور آپ کی بیعت کی سعادت حاصل کرنے کیلئے بیتابی کا اظہار تھا۔

اس سے بعض لوگوں کے ذہن میں یہ اعتراض پیدا ہو سکتا ہے کہ اگر واقعہ یہی تھا اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ از خود نہیں بلکہ اہل عراق کی دعوت پر کوفہ تشریف لئے جا رہے تھے جب راستے میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ

Marfat.com

عنہ کی شہادت کی خبر اوران کا یہ پیغام مل گیا تھا کہ کوفیوں نے بیوفائی کی ہے آپ ان پر ہرگز اعتبار نہ کریں اور مکہ واپس چلے جائیں تو پھر وہ کیوں کوفہ کی جانب بڑھتے رہے اس کے جواز میں دلیل پیش کی جاتی ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو کوفہ کی اس نئی صورت حال سے مطلع ہونے کے بعد اپنا فیصلہ تبدیل کر چکے تھے اور آپ نے مکہ واپس جانے کا ارادہ فرمالیا تھا مگر حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائیوں نے اصرار کیا اور کہا کہ ہم اپنے بھائی کا قصاص لیے بغیر واپس نہ جائیں گے خواہ اس راستے میں ہمیں اپنی جانیں ہی کیوں نہ قربان کرنی پڑیں اس لئے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی ان کا ساتھ دینا پڑا۔ اگر یہ دلیل تسلیم کرلی جائے تو پھر معاملے کی صورت ہی بدل جائے گی اور پھر نتیجہ یہ نکلے گا کہ حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبر سننے کے بعد حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کوفہ کو روانگی اس بلند مقصد کے لئے نہ تھی جس کے لئے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مکہ سے رخت سفر باندھا تھا بلکہ اپنے چچازاد بھائی کے خون کا بدلہ لینے کے لئے عازم کوفہ ہوئے تھے گویا یہ ایک انتقامی جنگ تھی۔ اس صورت میں حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا مرتبہ ہی کم ہوجائے گا۔ اور آپ کی عظمت کو بھی ٹھیس لگے گی صرف یہی نہیں بلکہ یہ تاریخ کو جھٹلانے کے مترادف ہوگا۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ ساری الجھنیں اس لئے پیدا ہوئی ہیں کہ گذشتہ سینکڑوں سال سے ایک روایت لوگوں میں مشہور ہوگئی ہے اور مورخ بھی آنکھیں بند کر کے اسے پیش کرتے چلے جاتے ہیں کہ کوفہ پہنچنے سے پہلے ہی حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت اور کوفیوں کی بے وفائی کی اطلاع مل گئی تھی۔ یہ روایت اس قدر تواتر سے بیان کی گئی اور اتنے بڑے بڑے مورخوں نے اسے نقل کیا کہ بعد کے مورخین و مصنفین اس کی تردید کرنے کی جرات نہ کر سکے حالانکہ یہ روایت واقعات کے بالکل خلاف ہے کیونکہ انہیں مورخوں میں سے ایک مورخ طبری نے ذیل کی روایت بھی درج کی ہے جو اس قسم کی روایتوں کی تردید کرتی ہے روایت یہ ہے کہ۔

(ابن زیاد نے) مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کرنے کے بعد بصرہ کی طرف آنے والے سارے راستے بند کردیئے نہ کسی کو آنے دیا جاتا تھا نہ جانے دیا جاتا تھا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ

Marfat.com

عنہ کو ان واقعات کا مطلق علم نہ تھا اور وہ اسی طرف آ رہے تھے کہ راستے میں چند اعرابی ملے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُن سے پوچھا کہ کوفہ کے حالات کیسے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ ہمیں سوائے اس کے اور کچھ نہیں معلوم کہ نہ تو لوگ وہاں سے کسی طرف آ سکتے ہیں اور نہ جا سکتے ہیں۔

(تاریخ طبری جلد ششم ص 222)

گو طبری ہی نے بعض ایسی روائتیں بھی درج کی ہیں جو اس کے بالکل برعکس ہیں مگر اس حقیقت کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے کہ طبری کا قاعدہ تھا کہ اسے جو روایت ملتی تھی وہ بے کم و کاست درج کر دیتا تھا اور فیصلہ قارئین پر چھوڑ دیتا تھا تاکہ اس پر جانبداری کا اعتراض عاید نہ ہو۔ اس سے اس کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ وہ تمام روائتیں محفوظ ہو جائیں جو اس واقعے کے کسی بھی پہلو سے تعلق رکھتی ہیں لیکن ایک انصاف پسند اور سمجھدار شخص کا فرض ہے کہ روایات کا سہارا لیتے وقت وہی روایت قبول کرے جو واقعات سے تطابق رکھتی ہو چونکہ مندرجہ بالا روایت حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے موقف کے عین مطابق اور آپ کی عظمت کو بلند کرنے والی ہے اس لئے کوئی وجہ نہیں کہ اسے قبول نہ کیا جائے اور ان روایات پر اصرار کئے جائیں جن سے حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کردار کی بلندی کم ہوتی ہے اور جو واقعات سے بھی قطعاً مطابقت نہیں رکھتی ہیں پس اس روایت کی روشنی میں یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ سے اہل عراق کی دعوت پر کوفہ تشریف لے گئے تھے اور انہیں حُر کے لشکر کے سامنے پہنچنے تک حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت اور اہل کوفہ کی بے وفائی کا علم نہ ہو سکا۔ یہ واقعات انہیں اس وقت معلوم ہوئے جب حُر کا لشکر ان کا راستہ روک چکا تھا۔ (واللہ اعلم بالصواب)

مقام زبالہ سے روانگی:

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابھی مقام زبالہ پر ہی ٹھہرے ہوئے تھے کہ اس جگہ آپ نے نماز فجر کے بعد قافلے کو روانہ ہونے کا حکم دیا اور فرمایا کہ جتنا پانی جمع کر کے ساتھ لے سکتے ہو جمع کر لو اور پھر ہم یہاں سے آگے کی طرف کوچ کر جائیں گے قافلہ والوں نے آپ کے حکم پر جس قدر پانی ساتھ لے جا سکتے تھے بھر لیا اور پھر چل پڑے قافلہ جب زبالہ سے بطن عقبہ پہنچا تو اس مقام پر ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا جس کا تعلق بنو عکرمہ سے تھا اس

Marfat.com

آپ سے پوچھا کہ آپ کہاں تشریف لے جا رہے ہیں؟ آپ نے جواب دیا کہ ہم کوفہ جا رہے ہیں یہ سُن کر اُس نے کہا میں آپ کو اللہ کا واسطہ دیتا ہوں آپ واپس لوٹ جائیں خدا کی قسم! آپ نیزوں اور تلواروں کی طرف بڑھ رہے ہیں جن لوگوں نے آپ کو بلایا ہے اگر وہ آپ کو لڑائی سے بچا لینے والے ہوتے تو خود ہی اپنے معاملات ٹھیک کر چکے ہوتے اس کے بعد آپ کو بلاتے تو ٹھیک تھا مگر جو صورتحال آپ نے بیان فرمائی ہے اس میں میں آپ کو وہاں جانے کا مشورہ نہیں دوں گا آپ نے فرمایا مجھے علم ہے کہ جو مشورہ تم نے دیا ہے وہی درست ہے مگر اللہ تعالیٰ کی مشیت جو ہوگی وہی ہوگا (تاریخ طبری)

جو جانا چاہے وہ جا سکتا ہے:

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے اُس وقت یہ فرمایا جب آپ کو کوفہ کے قریب پہنچ کر حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبر ملی اور جس میں آپ نے اپنے ساتھیوں کو واپس جانے کی اجازت دے دی یہ خطبہ آپ کا کردار سمجھنے کی کوشش کرنے والوں کو یہ بتاتا ہے کہ وہ ان لوگوں میں سے نہیں تھے جو لوگوں کو حیلوں بہانوں اور فریب کاریوں سے اپنے ساتھ بلا لیتے ہیں جن کا مقصد صرف مطلب برآری ہوتا ہے امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی کو بہ زور شمشیر یا فریب دے کر اپنی خاطر کسی مصیبت میں ڈالنے کے لئے تیار نہیں تھے وہ ایک صاف گو اور مومنانہ کردار کے حامل بزرگ تھے وہ ایک کھلی ہوئی کتاب تھے جسے ہر شخص ہر وقت پڑھ سکتا تھا اس خطبے سے ثابت ہوتا ہے کہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہی کہتے تھے جو حقیقت کے عین مطابق ہوتا تھا اس کے نتائج خواہ کچھ ہوں لوگ ان کا ساتھ دیں یا نہ دیں انہیں اس سے کوئی سروکار نہ تھا۔

دنیا ایسی ایک مثال بھی نہیں پیش کر سکتی ایک شخص خطرناک مصیبت میں گھرا ہو وہ جن لوگوں کے بلاوے پر ایک مخدوش علاقے میں گیا ہو وہی اس کا ساتھ چھوڑ چکے ہوں ہر طرف دشمن ہی دشمن ہوں اور خطرات فوج در فوج اس پر منڈلا رہے ہیں۔ عالم غریب الوطنی کا ہو مگر پھر بھی وہ اپنے ساتھیوں کو جو پہلے ہی بہ آسانی انگلیوں پر شمار کیے جا سکتے ہوں اپنا ساتھ چھوڑنے کی اجازت دیدے اور اس قدر وسعت قلب اس قدر اطمینان اور جرات سے یہ کہہ دے کہ۔

Marfat.com

"جو ہمارا ساتھ چھوڑنا چاہے چھوڑ دے ہم ہرگز خفا نہیں ہوں گے............"

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ان الفاظ سے جہاں ان کی صاف گوئی راست بازی اور جرات و شجاعت کا اندازہ ہوتا ہے وہاں اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان لوگوں میں سے تھے جو ظاہری سامان و اسباب انسانی قوت اور مادی ذرائع پر بھروسہ نہیں کرتے بلکہ کبھی کبھی تو ان چیزوں کو پرکاہ کے برابر بھی وقعت نہیں دیتے۔ حضرت امام کا یہ خطبہ عالم انسانیت کو یہ بلند پیغام دیتا ہے کہ جو لوگ حق کی مدافعت اور اپنے مستحکم اصولوں کی حفاظت کے لئے میدان عمل میں آئیں انہیں اس کی پرواہ نہیں کرنا چاہیے کہ ہماری طاقت کتنی ہے اور ہمارا انجام کیا ہوگا۔ انہیں تو صرف ایک ہی لگن ہونی چاہیے اور وہ یہ کہ ہمارا قدم جادۂ حق سے نہ ہٹنے پائے ہم سے اصول شکنی کا ارتکاب نہ ہونے پائے انجام کو اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دینا چاہیے۔

......☆☆☆......

Marfat.com

مقام شراف سے کربلا تک

بطن عقبہ سے روانہ ہو کر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قافلہ مقام شراف تک جا پہنچا اس کے بعد قافلہ مقام سرات پر ٹھہر گیا اور قیام کیا ایک روایت کے مطابق جب اس مقام سے آگے بڑھے اور کوہ ذی حشم کے دامن میں پہنچے تو اُس وقت 60 ہجری کا آخری سورج غروب ہو چکا تھا اور اگلی صبح اکسٹھ ہجری یکم محرم کا سورج طلوع ہو رہا تھا اس جگہ پر آپ نے قافلے کو پڑاؤ کرنے کا حکم دیا چنانچہ قافلے نے کوہ ذی حشم میں قیام فرمایا۔

گرفتاری کا حکم:

دوسری طرف جب عبید اللہ بن زیاد کو یہ اطلاع ملی کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفہ سے صرف دو منزل کے فاصلے پر ہیں تو اس نے حُر بن ریاحی کو ایک ہزار سواروں کے ساتھ روانہ کیا کہ جس طرح بھی ہو امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گرفتار کر کے لے آؤ۔ اس پر حُر ایک ہزار لشکر کے ساتھ آپ کو گرفتار کرنے کے لیے روانہ ہوا۔ حر اپنے لشکر کے ساتھ دوپہر کے وقت اُس جگہ پہنچا جہاں پر قافلہ اہل بیت کے خیمے نصب تھے لشکر کو ایک جگہ ٹھہرنے کا حکم دیا اور خود حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا آپ نے پوچھا کہ تمہارا نام کیا ہے؟ حُر نے اپنا نام ونسب بتایا آپ نے فرمایا اے حُر! ہماری مدد کے لیے آئے ہو یا مبازرت کے لیے حُر نے کہا مبازرت کے لئے آیا ہوں آپ نے پوچھا اے حُر! سچ بتاؤ کہ تم کس مقصد کے لیے آئے ہو؟ حُر نے جواب دیا مجھے عبید اللہ ابن زیاد نے آپ کی گرفتاری کے لیے بھیجا ہے کہ جب تک آپ کوفہ کے دروازے میں داخل نہ ہو جائیں آپ کو نہ چھوڑوں اور اگر آپ کہیں اور جانے کی کوشش کریں تو آپ کو جانے نہ دوں۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ دوپہر کی شدید گرمی میں حُر کے لشکر میں پانی کی کمیابی ہو گئی بہت

Marfat.com

سے لشکری پیاس سے بے حال ہو رہے تھے حُر نے آپ سے پانی طلب کیا آپ نے اُسی وقت اپنے ہمراہیوں کو حکم دیا کہ ان کو پانی پلایا جائے چنانچہ ان لوگوں کو پانی پلایا گیا جو آپ کو گرفتار کرنے کی غرض سے آئے تھے حُر کے دل میں پہلے سے ہی اہل بیت اطہار کی محبت موجود تھی اور جب امام عالی مقام کا یہ حُسن سلوک دیکھا تو بہت متاثر ہوئے شرما کر گردن جھکا لی اور آنکھوں میں آنسو آ گئے کہا اے نواسۂ رسول! میں تو آپ کا دشمن بن کر آیا ہوں اور آپ میری پیاس بجھاتے ہیں حالانکہ ابن زیاد نے مجھے حکم دیا ہے کہ آپ کو جہاں کہیں پاؤں گھیر کر کوفہ لے آؤں۔ آپ نے اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِین پڑھا اور خاموش ہو گئے۔ اسی اثناء میں نماز ظہر کا وقت ہو گیا آپ نے حکم دیا کہ اذان دی جائے چنانچہ اذان دی گئی اس کے بعد آپ نے حُر سے فرمایا تم میرے ساتھ نماز پڑھو گے یا الگ اپنے لشکر کے ساتھ پڑھو گے حُر نے عرض کی حضور! یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ امام برحق کی موجودگی میں دو جماعتیں ہوں آپ امامت فرمایئے ہم سب آپ کے پیچھے نماز پڑھیں گے اس پر حر اور اُن کے لشکر نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امامت میں نماز ادا کی۔

لشکر حُر سے خطاب:

نماز کے بعد آپ نے لشکر حُر سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

"اے اہل کوفہ! میں خدا اور تمہارے سامنے ایک عذر پیش کرتا ہوں اور وہ عذر یہ ہے کہ میں تمہارے پاس از خود نہیں آیا۔ جب تک کہ تمہاری طرف سے بے شمار خطوط اور وفود میرے پاس نہ آئے اور مجھ سے یہ نہ کہا گیا کہ ہم بغیر امام کے ہیں۔ آپ آ جایئے تا کہ خدا آپ کے ذریعہ سے ہمیں راہ راست پر ڈال دے۔ اب جب کہ میں تمہارے پاس آ گیا ہوں اگر تم اپنا عہد پورا کرنے کا وعدہ کرو تو میں تمہارے شہر کو چلوں اور اگر تمہیں میرا آنا برا معلوم ہوا ہے تو میں جہاں سے آیا ہوں وہیں واپس چلا جاؤں۔" (تاریخ طبری جلد ہفتم صفحہ 297)

آپ کی تقریر کا لشکر حُر کی طرف سے کوئی جواب نہ دیا گیا خاموشی چھائی رہی اس کے بعد آپ اپنے خیمے میں تشریف لے گئے نماز عصر کے وقت آپ پھر باہر تشریف لائے پہلے کی طرح سب نے آپ کی امامت میں نماز عصر ادا کی اس کے بعد آپ نے اہل کوفہ کے لشکر سے خطاب

Marfat.com

فرمایا۔

''اے لوگو! اگر تم اللہ سے ڈرو اور حق کو پہچانو تو یہ اللہ عزوجل کی خوشنودی کا باعث ہوگا ان ظالموں اور حق شناسوں سے جو مدعی امارت ہیں ہم زیادہ مستحق خلافت ہیں لیکن اگر تم کو یہ امر نا گوار ہو اور تمہاری وہ رائے اب بدل گئی ہو جو تم نے اپنے خطوط میں ظاہر کی تھی تو ہم واپس چلے جائیں۔'' (تاریخ طبری جلد ہفتم صفحہ 298)

راستہ روک دیا گیا:

یہ تقریر سن کر حُر نے کہا کہ آپ کون سے خطوط اور کن قاصدوں کا ذکر کر رہے ہیں۔ ہم نے نہ تو کوئی قاصد آپ کی طرف بھیجا اور نہ کوئی خط لکھا یہ سن کر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خطوط لانے کا حکم دیا چنانچہ ایک روایت کے مطابق ان خطوط سے بھری ہوئی ایک پوری تھیلی الٹ دی گئی مگر حُر نے ان خطوط کے متعلق اپنی بریت کا اظہار کیا اور کہا کہ ہمیں تو امیر کا حکم یہ ہے کہ ہم آپ کو سوائے کوفہ کی اور کسی طرف نہ جانے دیں یہ سن کر آپ نے اپنے قافلے کو مدینہ واپس چلنے کا حکم دیا قافلہ تیار ہو گیا مگر جب انہوں نے مدینہ کی طرف سفر کا رخ کیا تو حُر کا لشکر سامنے آ گیا اور اس نے آگے بڑھنے سے روک دیا اس پر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حُر کے ساتھیوں میں تلخ کلامی ہونے لگی اور قریب تھا کہ جنگ کی نوبت آ جائے گی مگر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے معاملہ رفع دفع کر دیا ادھر حُر بھی آپ سے جنگ کرنا پسند نہ کرتا تھا اس لئے اس نے آپ کو مشورہ دیا کہ مجھے آپ کے ساتھ لڑنے کا حکم نہیں ملا مجھے صرف یہ حکم ہے کہ اس وقت تک آپ کے ساتھ رہوں جب تک کہ آپ کو کوفہ نہ لے آؤں اگر آپ پسند کریں تو ایسے راستے پر سفر کیجئے جو نہ کوفہ کی طرف جاتا ہو اور نہ مدینہ کی طرف اس دوران میں ابن زیاد کو صورت حال کی اطلاع دے دوں گا آپ بھی یزید کو خط لکھئے شاید خدا کوئی ایسی صورت پیدا کر دے جو مجھے آپ کے معاملے میں مواخذے سے بچا لے۔

(الکامل ابن اثیر جلد چہارم ص 40)

ایک روایت میں آتا ہے کہ حُر نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ ہمیں تو یہ حکم ملا ہے کہ آپ جہاں پر بھی مل جائیں آپ کی نگرانی کریں اور ابن زیاد کے پاس پہنچا دیں

Marfat.com

آپ نے فرمایا اس حکم کے پورا کرنے سے زیادہ آسان تیرے لیے مرجانا ہے اس کے بعد آپ نے اپنے قافلے والوں کو واپس چلنے کا حکم دیا حُر نے اپنے لشکر کے ساتھ آگے بڑھ کر راستہ روک لیا اور واپس نہ جانے دیا آپ نے فرمایا تیری ماں تجھے روئے آخر بتا تو چاہتا کیا ہے حُر نے کہا اللہ کی قسم یہ بات آپ کے سوا اگر کوئی دوسرا عرب کہتا تو میں بھی اس کی ماں کے بارے میں ایسی ہی بات کہتا مگر آپ کی والدہ ماجدہ کا ذکر میں اچھائی کے ساتھ ہی کروں گا آپ نے فرمایا تم چاہتے کیا ہو اُس نے جواب دیا میں چاہتا ہوں کہ آپ کو ابن زیاد کے پاس لے جاؤں آپ نے فرمایا اللہ کی قسم! یہ نہیں ہو سکے گا حُر نے اللہ کی قسم کھا کر کہا کہ میں بھی آپ کو واپس نہیں جانے دوں گا اس طرح کافی دیر تک تکرار ہوتی رہی۔

اس کے بعد حُر نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مشورہ دیتے ہوئے کہا مجھے آپ سے لڑنے کا حکم نہیں دیا گیا بلکہ صرف یہ حکم ہے کہ میں آپ کو کوفہ میں ابن زیاد کے پاس پہنچا دوں اگر آپ جانے سے انکار کرتے ہیں تو پھر آپ کوئی ایسا راستہ اختیار کریں جو نہ تو کوفہ کی طرف جاتا ہو اور نہ ہی مدینہ طیبہ کی طرف جاتا ہو اس دوران میں ابن زیاد کا ارادہ معلوم کرلوں گا۔ آپ نے حر کے مشورہ کو مناسب خیال کیا۔ اور آپ قادسیہ اور عذیب کے راستے سے بائیں جانب ہو کر روانہ ہوئے حُر کا لشکر بھی آپ پر نگاہ رکھے کچھ فاصلے پر چل رہا تھا۔ (تاریخ طبری)

حُر کی تجویز:

ایک اور روایت میں آتا ہے کہ جب حُر کا لشکر آپ کا راستہ روکنے کے لیے آیا تو آپ نے ان کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔

"اے شامی جنگجوؤ اور اے اسلام کے شیر دل بہادرو! آگاہ ہو جاؤ کہ یہ دنیا فانی ہے اس کی زندگی عارضی ہے اور ہر انسان کو عارضی زندگی ملی ہوئی ہے اس کی ہر چیز فانی ہے اور پھر تمہیں اپنے پروردگار کے پاس جانا ہے جو عزت وجلال واکرام والا ہے یہ زمین اور آسمان سب خدا کے قبضے میں ہیں وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جو چاہے گا کرے گا اُس کی مشیت میں کوئی دخل نہیں دے سکتا اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔"

اے لوگو! تمہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ میرا ارادہ اِدھر آنے کا نہیں تھا مگر پے در پے

Marfat.com

تمہارے خط پہنچے قاصد آئے کہ جلد آؤ تو میں آیا اب اگر تم اپنے وعدے پر قائم ہو تو میں تمہارے شہر چلوں ورنہ واپس چلا جاؤں۔

حُر نے آپ کی تقریر سُن کر کہا مجھے ان خطوط کا کوئی علم نہیں ہے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا مگر تمہارے لشکر میں بہت سے ایسے افراد موجود ہیں جنہوں نے مجھے خط لکھے پھر آپ نے وہ خطوط پڑھ کر سنائے حُر کے لشکر میں سے بہت سے لوگوں نے شرم سے اپنے سر نیچے کر لیے اور کوئی جواب نہ دیا اس کے بعد حُر نے آپ سے کہا کہ۔

"اے نواسہ رسول! ابن زیاد کی طرف سے مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ آپ کو گھیر کر کوفہ کی طرف لے چلوں مگر میرے ہاتھ کٹ جائیں جو آپ پر تلوار اٹھاؤں چونکہ مخالف میرے ساتھ ہیں اس لیے مصلحت یہ ہے کہ میں آپ کے ہمراہ رہوں رات کو آپ مستورات کا بہانہ کر کے مجھ سے علیحدہ ہو کر (ذرا پرے) پڑاؤ ڈالیں اور جب لشکر والے سو جائیں تو آپ جس طرف چاہیں چلے جائیں میں صبح کو کچھ دیر اِدھر اُدھر تلاش کر کے واپس چلا جاؤں گا اور ابن زیاد سے کچھ بہانہ کر دوں گا۔" (سر الشہادتین ص 19، تذکرہ ص 59)

مقام بیضہ میں قیام:

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حُر کی تجویز سے اتفاق کیا اور رات کو جب دشمن کا لشکر سو گیا تو آپ نے وہاں سے کوچ کیا رات سخت اندھیری تھی منیشیہ سے ہوتے ہوئے عذیب الجانات کی طرف بڑھے اس دوران حُر کے لشکریوں کو آپ کے روانہ ہو جانے کا علم ہو گیا اور انہوں نے آپ کا تعاقب کرنا شروع کر دیا مقام بیضہ پر پہنچے تو نماز کا وقت ہو چکا تھا اذان دی گئی حر کا لشکر ساتھ ہی موجود تھا چنانچہ آپ نے مقام بیضہ میں لشکر حُر سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

"اے لوگو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس شخص نے کسی ظالم بادشاہ کو دیکھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے محرمات کو حلال کرتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی نہیں کرتا خلق اللہ میں ظلم و گناہ کے کام کرتا ہے اور اس نے کسی قسم کی دست اندازی قولی یا عملی نہ کی تو اللہ تعالیٰ اس کو بھی اس کے ساتھ ہی شمار کرے گا۔"

Marfat.com

آ گاہ ہو جاؤ کہ ان لوگوں (یزید وامرائے یزید) نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت چھوڑ کر شیطان کی تابعداری شروع کر دی ہے فتنہ وفساد برپا کر دیا ہے حدود شرعی سے دست کش ہو گئے ہیں مال غنیمت کو اپنا مال سمجھ لیا ہے حلال کو حرام اور حرام کو حلال کر دیا ہے ان حالات میں غیرت آنے کا موقع سب سے زیادہ میرے ہی لئے ہے۔

تمہارے بکثرت خطوط اور قاصد میرے پاس آئے اور تم نے میری بیعت کرنے کے لئے مجھے بلایا۔ اب تم مجھے رسوانہ کرو اگر اپنی بیعت پر قائم رہو گے تو راہ حق پاؤ گے میں فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیٹا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوں میری جان تمہاری جان کے ساتھ اور میرے اہل وعیال تمہارے اہل وعیال کے ساتھ ہیں تم کو میرے ساتھ بھلائی کرنا چاہیے لیکن اگر تم نے ایسا نہ کیا اور عہد شکنی کی تو یہ کوئی تعجب انگیز بات نہیں ہے اس سے پہلے تم نے میرے والد میرے برادر حقیقی اور عم زاد مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ بھی تو یہی سلوک کیا تھا افسوس کہ تم لوگ مجھے دھوکا دے کر اپنی دین داری کا حصہ ضائع کر رہے ہو جو شخص بدعہدی کرے گا وہ اپنی جان کے ساتھ بدعہدی کرے گا اور جلد ہی خدا تعالیٰ مجھے تم سے بے نیاز کر دے گا۔

(الکامل بن اثیر جلد چہارم ص 41و40)

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ تقریر سن کر حُر نے کہا کہ اللہ تعالیٰ سے ڈریئے میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر آپ جنگ کے لئے نکلے تو قتل ہو جائیں گے اس پر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔

"تم مجھے موت سے خوفزدہ کرنا چاہتے ہو میں اس کے جواب میں وہی بات کہوں گا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی نے اپنے چچازاد بھائی سے کہی تھی جو اس صحابی کو یہ کہہ کر رسول اللہ کی امداد سے باز رکھنا چاہتا تھا کہ اگر تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت میں لڑنے نکلے تو ہلاک کر دیئے جاؤ گے صحابی نے جواب میں یہ اشعار پڑھے تھے۔"

سامضی و ما بالموت عار علی المرتضی اذا مانوی

خیراً و جاھد مسلما و واسیٰ رجالاً صالحین بنفسہ و

Marfat.com

خالف مثبوراً وفارق مجرما فان عشت لم الدم وان

مت لم الم کفی بلك ذلا اِن تعیش و ترغیما۔

''میں جلد ہی روانہ ہو جاؤں گا اور جب مرد کی نیت نیک ہو اور مسلمان کی مانند جہاد کرے اور نیکوں پر جان نثار کرتا ہو اور مجرموں سے علیحدہ رہتا ہو تو اسے مرنے میں کوئی عار نہیں ہو سکتی اگر میں زندہ رہا تو شرمندگی نہ ہوگی اور اگر مارا گیا تو ملامت نہ ہوگی مگر خوار و زبوں ہو کر زندہ رہنے میں تو بڑی ذلت ہے۔'' (ابن اثیر جلد چہارم ص 48)

میں تمہارے پاس ازخود نہیں آیا:

یہ الفاظ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لشکر سے خطاب کے دوران فرمائے تھے۔ جس میں ان سے کہا گیا تھا کہ میں تمہارے پاس خود نہیں آیا بلکہ تمہاری پے در پے دعوتوں کے بعد آیا ہوں۔ اگر تمہاری پہلی رائے اب بدل گئی ہو اور تمہیں میرا آنا پسند نہ ہو تو میں جہاں سے آیا ہوں وہیں واپس چلا جاؤں...... حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ خطبہ آپ کی امن پسندی کی نشاندہی کرتا ہے اور آپ کے موقف پر پوری طرح روشنی ڈالتا ہے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ خطبہ دے کر ثابت کر دیا کہ وہ ان لوگوں میں سے نہیں تھے جو ذاتی اقتدار کے لئے جنگ کرتے اور اپنا مقصد حاصل کرنے کے لئے خلق خدا کا خون بہاتے ہیں۔

آپ کے یہ الفاظ کہ۔

''اے لوگو! میں تمہارے پاس ازخود نہیں آیا جب تک کہ تمہارے خطوط اور قاصد میری طلبی کے میرے پاس نہیں گئے۔''

ہمیں بتاتے ہیں کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقصد یہ نہیں تھا کہ اپنی طرف سے کسی ہنگامے کی ابتدا کریں اور تاریخ کی ان شخصیتوں میں شمار کیے جائیں جو عوام کو بھڑکا کر پہلے اپنے ساتھ ملاتی ہیں اور پھر انہیں لے کر اپنے حریف کے مقابلے میں صف آرا ہو جاتی ہیں حالانکہ اگر یزید جیسے بدکردار اور غیر مستحق شخص کے مقابلے میں آپ ازخود بھی عوام کو کوئی دعوت دیتے تو اس میں بھی حق بجانب ہوتے لیکن پھر بھی آپ نے ایسا نہیں کیا۔ آپ کے متذکرہ بالا

Marfat.com

خطبے سے اس واقعے کی جو صورت ابھرتی ہے وہ کچھ اس قسم کی ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاموشی سے گوشہ عافیت میں بیٹھے یادِ خدا میں مصروف تھے کہ عالم اسلام میں ایک زبردست فتنہ اٹھا یعنی یزید لوگوں کی منشا کے بغیر حاکم بن گیا۔ آپ نے دیکھا کہ عراق کے عوام اپنے حاکم کو ناپسند کرتے ہیں وہ اس جابر فرماں روا کے ہاتھوں سخت نالاں ہیں حاکم بھی کون جو اسلامی اقدار کا مذاق اڑانے اور اسلامی تعلیم کو پامال کرنے میں حدِ اعتدال سے تجاوز کر چکا ہے۔ اس کے بعد اہل عراق کے سینکڑوں خطوط اور وفود آپ کے پاس آئے کہ آپ ہماری قیادت کر کے ہمیں اس ظالم حکمران سے نجات دلایئے آپ نے خیال کیا کہ مجھے ایک ایسے کام کے لئے بلایا جا رہا ہے جو اسلام کے نام کو بلند کرنے والا معاشرے کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے والا ہے اور جس کے نتیجے میں خلافت الٰہیہ کا احیا ہو گا۔ اس صورت میں ایک پاکباز مومن اور عاشق اسلام کی حیثیت سے آپ کے لئے اس کے سوائے اور کوئی چارۂ کار تھا ہی نہیں کہ آپ بلانے والوں کی آواز پر لبیک کہیں۔ چنانچہ آپ نے لبیک کہی اور لاتعداد رکاوٹوں کے باوجود ان تک پہنچے...... مگر آنکھیں بند کر کے ان کے دعووں پر اعتماد نہیں کر لیا بلکہ ایک دانشمند آدمی کی طرح پہلے اپنے ایک معتمد خاص (حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو بھیج کر صورت حال کی تحقیق کر لی اور جب آپ کو آپ کے معتمد نے اطلاع دیدی کہ لوگ آپ کے سوائے اور کسی کی امامت و خلافت پر جمع نہیں ہوں گے۔ آپ فوراً تشریف لے آیئے تب آپ عراق کی طرف روانہ ہوئے۔

یہاں تک آپ کے موقف اور کردار کا ایک پہلو تھا مگر بڑا روشن پہلو۔ اس خطبے کا دوسرا حصہ آپ کے موقف کے دوسرے پہلو پر روشنی ڈالتا ہے اور وہ یہ ہے کہ۔

''اب اگر تم اپنا اقرار پورا کرو تو میں تمہارے شہر کو چلوں اور اگر تمہیں میرا آنا پسند نہ ہو تو میں جہاں سے آیا ہوں وہیں واپس چلا جاؤں۔''

ان الفاظ سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کس قدر صلح جو اور امن پسند انسان تھے۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کو اپنی ذات اور اقتدار کے حصول سے کوئی سروکار نہ تھا۔ آپ تو اسلام کی حفاظت اور مظلوموں کی حمایت میں کمربستہ رہنے والوں میں سے

Marfat.com

تھے۔جب ملوکیت کے شکنجے میں کسے ہوئے عوام نے آپ کو اپنی امداد کے لئے بلایا تو آپ بیقرار ہو کر ان کی امداد کے لیے پہنچ گئے مگر جب آپ نے دیکھا کہ جن لوگوں نے مجھے اپنی امداد کے لئے بلایا تھا وہی میری ضرورت نہیں سمجھتے اور اپنے قول وقرار سے پھر گئے ہیں تو آپ نے صاف الفاظ میں فرمادیا کہ اگر تم اپنے شہر میں میرے داخلے کو ناپسند کرتے ہو تو میں واپس جاتا ہوں۔

کوفہ کے حالات کی مزید خبر:

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے قافلے کے ساتھ آگے بڑھ رہے تھے اور حُر کا لشکر آپ سے کچھ فاصلے پر نگرانی کرتے ہوئے ساتھ ساتھ چل رہا تھا کہ دُور سے چار سوار آتے ہوئے دکھائی دیے امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قافلے کو ٹھہرنے کا حکم دیا اس کے ساتھ ہی حُر کا لشکر بھی ٹھہر گیا دور سے آنے والے چار سواروں میں سے ایک طرماح بن عدی بھی تھے جو آنے والوں کے قائد تھے اُن کی زبان پر یہ اشعار تھے۔

ترجمہ:۔

"اے میری اونٹنی! تُو فجر طلوع ہونے سے پیشتر ہمت کر کے روانہ ہو جا سب سے اچھے مسافروں کو سب سے اچھے سفر پر لے کر نکل یہاں تک کہ شریف النسب بندے تک پہنچ جائے جو عزت ومقام میں بلند تر اور سخاوت وفیاضی میں کھلے دل والے ہیں۔اللہ تعالیٰ ان کو ایک اچھے کام کے لیے لایا ہے وہ اس کو اس وقت تک باقی وسلامت رکھے جب تک دنیا قائم رہے۔"

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان اشعار کو سُن کر فرمایا خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ سے مجھے یہی اُمید ہے کہ اس کی رضا میں ہم لوگوں کو قتل ہونا یا فتح حاصل کرنا دونوں ہی اچھے کام ہیں۔

یہ سوار جب حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے تو حُر ان کو گرفتار کرنے کی غرض سے آیا اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا یہ لوگ کوفہ کے ہیں اور آپ کے ساتھیوں میں سے نہیں ہیں اس لیے میں انہیں گرفتار کر کے کوفہ کی طرف واپس بھیجوں گا۔آپ

Marfat.com

نے فرمایا چونکہ یہ میرے پاس پہنچ گئے ہیں اس لیے میں اپنی جان کی طرح ان کی حفاظت کروں گا یہ اب میرے حامی اور مددگار ہیں حُر نے آپ کی بات سُن کر سکوت اختیار کیا اور کوئی مداخلت نہ کی۔

ان سواروں سے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوفہ کے حالات کے بارے میں دریافت فرمایا تو طرماح بن عدی یا مجمع بن عبداللہ العامری نے آپ کو بتایا کہ۔

''کوفہ کے لوگ آپ کا ساتھ چھوڑ چکے ہیں کیونکہ ان کے رؤسا کو گراں قدر رقمیں دی گئی ہیں لیکن عام لوگوں کے دل آپ کے ساتھ ہیں مگر کل کو اگر لڑائی ہوئی تو ان کی تلواریں آپ کے خلاف ہوں گی اس کے بعد طرماح نے آپ کے ایک قاصد قیس بن مسہر کی شہادت کی خبر دی یہ خبر سن کر آپ کو بے حد قلق ہوا اور آپ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی مغفرت کے لئے دعا کی اور فرمایا کہ اے خدا ہمیں اور ان لوگوں کو جنت میں جگہ دے اور ہمارے نیز ان کے لئے ثواب کا بہترین حصہ مخصوص کر دے۔'' (تاریخ طبری جلد پنجم الکامل ابن اثیر جلد چہارم ص 41)

طرماح بن عدی کی پیشکش:

اس کے بعد طرماح نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ کے ساتھ ایک قلیل جماعت ہے اور اس تعداد کے لئے تو حُر کے لشکر کی جانب اشارہ کر کے یہی لوگ کافی ہیں کوفہ سے چلتے وقت میں نے وہاں فوجوں کا اتنا بڑا اجتماع دیکھا ہے کہ ایک میدان میں اتنی بڑی تعداد اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی میں آپ کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ جہاں تک ہو سکے اس جگہ سے ایک بالشت بھر آگے نہ بڑھیے اور اگر آپ کسی ایسے مقام پر جانا پسند کریں جہاں کے لوگ اس وقت تک آپ کی حفاظت کریں تاوقتیکہ آپ اپنے آئندہ اقدام کے متعلق کوئی آخری فیصلہ نہ کر لیں تو میرے ساتھ تشریف لے چلیں اور ہمارے پہاڑ کے دامن میں قیام فرمائیے یہ وہی پہاڑ ہے کہ بخدا ہم نے غسان وحمیر اور نعمان بن منذر وغیرہ کو اسی کی بدولت آگے بڑھنے سے روک دیا تھا جو بھی ہمارے پاس آیا ہم نے اسے رسوا نہیں کیا۔ وہاں چل کر آپ طے کے قبیلوں کو اپنی امداد کے لئے بلا لیجئے گا اور وہ لوگ دس روز میں سواروں اور پیادوں کے

Marfat.com

ساتھ آ پہنچیں گے جب تک مناسب سمجھیں آپ وہاں قیام فرمائیں اگر وہاں کوئی ناخوشگوار واقعہ رونما ہوا تو طے کے بیس ہزار جواں مرد اپنی تلواریں آپ کے لیے بے نیام کر دیں گے اور آپ کو کوئی گزند نہ پہنچنے دیں گے۔

''طرماح کی یہ پیش کش سن کر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی ہمدردی کا شکریہ ادا کیا۔ اور فرمایا کہ چونکہ ہم حُر اور اس کے لشکر کے ساتھ ایک عہد کر چکے ہیں۔ اس لئے اب تمہارے ساتھ جانا مناسب نہیں سمجھتے۔'' (الکامل ابن اثیر جلد چہارم ص 42-41)

موت کی طرف سفر:

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا سفر جاری رکھا قصر بنی مقاتل پہنچ کر آپ نے قافلے کو ٹھہرایا رات ہو چکی تھی کچھ دیر ستانے کے بعد آپ نے حکم دیا کہ پانی کے مشکیزے بھر لیے جائیں آپ کے حکم پر اہل قافلہ نے پانی بھر لیا جب رات کا آخری حصہ آیا تو آپ نے حکم دیا کہ سفر جاری رکھا جائے چنانچہ سب چل پڑے حُر کے لشکر نے اپنی نگرانی جاری رکھی اہل بیت اطہار کا قافلہ جیسے ہی روانہ ہوا وہ لشکر بھی کچھ فاصلے پر ساتھ ساتھ چلنا شروع ہو گیا چلتے ہوئے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اونگھ آ گئی تھوڑی دیر غنودگی میں رہنے کے بعد آپ چونکے اور تین مرتبہ فرمایا۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ o

آپ کی زبان مبارک سے یہ کلمات سن کر آپ کے صاحبزادے حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ابا جان! میں آپ پر قربان جاؤں آپ نے کس وجہ سے اس وقت یہ کلمات ادا فرمائے ہیں۔

آپ نے فرمایا مجھے ابھی ابھی اونگھ آ گئی تھی تو میں نے ایک سوار کو یہ کہتے ہوئے دیکھا کہ یہ لوگ تو راستے پر چل رہے ہیں اور موت ان کی طرف بڑھی چلی آ رہی ہے میرا خیال ہے کہ ہمیں اس طرح موت کی خبر دی گئی ہے۔ امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ابا جان! اللہ تعالیٰ آپ کو ہر مصیبت سے بچائے کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا بیٹا! اُس رب ذوالجلال کی قسم! جس کی طرف سب کو لوٹنا ہے ہم حق پر ہیں دلیر بیٹے نے کہا جب ہم حق پر ہیں تو پھر ہمیں

Marfat.com

موت کی بھی پرواہ نہیں آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تمہیں اُس جزائے خیر سے نوازے جو کسی باپ کی طرف سے اُس کے بیٹے کو مل سکتی ہے۔ (تاریخ طبری جلد پنجم)

قافلے کو روک لینے کا حکم آ گیا:

فجر کی اذان کے وقت حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قافلے کو پھر ٹھہرا لیا نماز فجر پڑھنے کے بعد قافلہ دوبارہ چل پڑا۔ قصر بنی مقاتل سے آگے جب نینوا کا مقام آیا تو یہاں پر آپ کے قافلے نے پڑاؤ ڈال دیا دوپہر کا وقت ہو چلا تھا اور گرمی بہت زیادہ تھی اسی اثناء میں گھوڑے پر سوار ابن زیاد کا ایک قاصد وہاں پر آیا اُس نے حُر کو ابن زیاد کا خط دیا جس میں ابن زیاد نے حُر کو حکم دیا تھا کہ۔

"جس وقت میرا قاصد یہ خط لے کر تمہارے پاس پہنچے حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور اُن کے ساتھیوں کو جہاں وہ ہیں اُن کو وہیں پر روک لو اور انہیں ایسی جگہ ٹھہرنے پر مجبور کر دو جو بالکل چٹیل میدان ہو اور جہاں کوئی سبزہ اور پانی کا چشمہ وغیرہ نہ ہو میرا یہ قاصد اس وقت تک تمہارے ساتھ ساتھ رہے گا جب تک مجھے یہ اطلاع نہیں مل جاتی کہ میرے حکم کی تم نے پوری طرح تعمیل کی ہے۔"

۔ حُر ابن زیاد کا خط پڑھ کر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا اور کہا کہ مجھے ابن زیاد کی طرف سے یہ حکم ملا ہے جس کی تعمیل کے لیے میں مجبور ہوں آپ نے فرمایا اچھا ہمیں ذرا آگے بڑھ کر اپنی مرضی سے کسی جگہ پر پڑاؤ ڈالنے دو۔ حُر نے انکار کر دیا اور کہا میں اس کی اجازت نہیں دے سکتا کیونکہ ابن زیاد کا قاصد جاسوس کے طور پر ہمارے ساتھ ہے اور وہ یہ خبر ابن زیاد تک پہنچا دے گا حُر کے اس جواب پر آپ کے ساتھی اشتعال میں آ گئے زہیر بن قین نے کہا یا ابن رسول! آپ ہمیں اجازت دیں تا کہ ہم ان لوگوں کا جھگڑا پاک کر دیں کیونکہ اب جو لشکر آئے گا وہ اس لشکر سے زیادہ قوی ہوگا اور اس کا مقابلہ کرنا زیادہ دشوار ہوگا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی اجازت دینے سے انکار کر دیا اور فرمایا میں اپنی طرف سے جنگ کا آغاز نہیں کروں گا۔ اس کے بعد قافلہ ایک طرف کو چل پڑا اس طرف حر نے مزاحمت نہ کی 4 محرم 61 ہجری کو میدان کربلا میں قافلہ پہنچ گیا۔

(تاریخ طبری الکامل ابن اثیر جلد چہارم ص 22-23)

Marfat.com

کربلا میں پڑاؤ

راقب دوش مصطفےٰ نواسہ رسول سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوشش کے باوجود کربلا کی مخالف سمت سفر نہ کر سکے تھے اور بالآخر کربلا کے میدان میں پہنچ گئے اپنے ساتھیوں میں سے کسی سے اس وسیع وعریض صحرا کا نام پوچھا آپ کو بتایا گیا کہ اسے ماریہ کہتے ہیں ارشاد فرمایا شاید کوئی دوسرا نام بھی ہو کہا اسے کربلا بھی کہتے ہیں یہ سُن کر آپ نے فرمایا اللہ اکبر۔ اَرْض کَرب وَ بَلَاءٍ وَ سُفكَ دِمَاءٍ۔ زمین کربلا یہی ہے ہمارے خون بہنے کی جگہ یہی ہے اب ہم یہاں سے کہیں نہیں جا سکتے۔

دشمن یہاں پہ خون ہمارا بہائیں گے
زندہ یہاں سے ہم نہ کبھی پھر کے جائیں گے
آل نبی کا ہو گا اسی جا پہ خاتمہ
سب تشنہ لب یہاں پہ سر اپنا کٹائیں گے
کرب وبلا ہے نام اسی سر زمین کا
بچے یہاں پہ پانی کا قطرہ نہ پائیں گے
ہو گا ہر اک شہید یہاں مصطفےٰ کا لعل
اور لاش قتل گاہ سے ہم سب کی لائیں گے
اُترو مسافرو کہ سفر ہو چکا تمام
کوچ اب نہ ہو گا حشر تلک ہے یہی مقام
منزل یہی زمین ہے یہی مشہد امام
اونٹوں سے بار اُتار کر برپا کرو قیام

یہ سُن کر حضرت علی اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ابا جان! یہ آپ کیا فرما رہے ہیں آپ نے

Marfat.com

فرمایا بیٹا! ایک مرتبہ تمہارے دادا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم صفین جاتے ہوئے یہاں پر ٹھہرے اور میرے بڑے بھائی امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زانو پر رکھ کر سوئے میں سرہانے کھڑا تھا کہ روتے ہوئے اُٹھے بڑے بھائی نے رونے کی وجہ پوچھی تو فرمایا میں نے ابھی خواب میں اس جگہ حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو خون کے دریا میں ڈوبتے ہوئے ہاتھ پاؤں مارتے ہوئے اور فریاد کرتے ہوئے دیکھا ہے لیکن کوئی اس کی فریاد نہیں سُنتا۔ پھر مجھ سے فرمایا بیٹا! جب تجھے اس جگہ پر واقعہ عظیم پیش آئے گا تو اُس وقت تو کیا کرے گا؟ میں نے عرض کیا کہ صبر کروں گا اس پر فرمایا بیٹا! ایسا ہی کرنا کہ صبر کرنے والوں کا ثواب بے شمار ہے۔

اس کے بعد حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سامان اتروایا اور کربلا میں خیمے نصب کر دیے گئے۔ (سر الشہادتین تذکرہ ص 61)

ابن زیاد کی چالاکی:

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قافلے کی کربلا میں پڑاؤ کی خبر فوری طور پر ابن زیاد کو کر دی گئی اور اس سے مزید حکم کی بابت پوچھا گیا۔ ابن زیاد ایک شاطر اور مکار شخص تھا اس کو اس سے قبل اس بات کی بھی اطلاع پہنچ چکی تھی کہ حُر نے اپنے لشکر کے ساتھ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امامت میں نماز پڑھی ہے اُسے حر کا یہ عمل ناگوار گزرا تھا مگر اُس نے حر کے خلاف کوئی کاروائی نہ کی اب جب اُسے قافلہ اہل بیت کے کوفہ میں اُترنے کی اطلاع ہوئی۔ تو اس نے مزید سخت اقدام کرنے کی غرض سے حُر کی بجائے۔ کسی اور کو حکم دے کر بھیجنا مناسب سمجھا کیونکہ اسے خدشہ تھا۔ کہ کہیں حُر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کوئی رعایت نہ کرے اور صورتحال اس کی منشا کے مطابق نہ پیدا ہو۔ چنانچہ اس نے اس معاملے پر غور کرنے کے لیے قابل اعتماد سرکردہ افراد کو طلب کیا۔ اور کہا کہ میں تم میں سے کسی کو حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقابلے پر بھیجنا چاہتا ہوں۔ کون اس کام کے لیے تیار ہوتا ہے اس کے بارے میں میں اسے اس کی پسند کے کسی بھی عراقی شہر کی حکومت یزید سے لے کر دوں گا۔

ابن زیاد کی بات سُن کر سب نے خاموشی اختیار کر لی اور کسی نے جواب نہ دیا ابن زیاد نے تین مرتبہ اپنی بات کو دہرایا۔ اس نے اس لیے حکومت دینے کا لالچ دیا تھا کہ بہت سے لوگ لالچ

Marfat.com

میں آ کر تیار ہو جائیں گے مگر یہ کام اتنا آسان نہیں تھا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کرنے کے لیے جانے کے لیے کسی نے حامی نہ بھری تو ابن زیاد نے اس کام کے لیے عمرو بن سعد کو منتخب کیا عمرو بن سعد مشہور صحابی حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیٹا تھا اس کو ابن زیاد نے ایران کی طرف دیلیموں یعنی کردوں کی بغاوت کو کچلنے کے لیے چار ہزار فوج کا کمانڈر بنا کر اور رے کی حکومت کا پروانہ لکھ کر بھیجا ہوا تھا ابن سعد اپنی فوج کے ساتھ نکل کر مقام حمام اعین تک ہی پہنچا تھا کہ اس کو ابن زیاد نے واپس بلا لیا اور حکم دیا کہ پہلے حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے معاملے کو ختم کرو اور پھر اس کے بعد ایران کی طرف جانا عمرو بن سعد نے ابن زیاد کا حکم سُن کر تھوڑی دیر کے لیے سوچا۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ یہ سراسر جہنم کا سودا ہے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے نواسے سے جنگ کرنا گویا اپنی آخرت کو برباد کرنا ہے۔

عمرو بن سعد شش و پنج میں پڑ گیا اس نے ابن زیاد سے کہا میرے لیے بہتر تو یہ ہے کہ مجھے اس کام سے الگ کر دیا جائے ابن زیاد نے کہا تم اگر حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے مقابلے کے لیے نہیں جاتے تو رے کی حکومت کا پروانہ جو تمہارے نام لکھا گیا ہے اسے واپس کر دو ابن سعد نے کہا کہ مجھے اس معاملے پر غور کرنے کے لیے ایک دن کی مہلت دی جائے۔ چنانچہ اسے مہلت دے دی گئی آخر کار وہ دنیا کی لالچ میں آ کر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہو گیا اور وہی چار ہزار کا لشکر جو ایران کے لیے اس کے ہمراہ تھا اسے ساتھ لے کر 3 محرم کو کربلا پہنچ گیا یہاں تک کہ ابن سعد کے پاس بائیس ہزار کا لشکر جمع ہو گیا۔

(تاریخ اسلام۔ سر الشہادتین تاریخ طبری پنجم ص 236)

ایک اور روائیت:

مورخین اس ضمن میں تحریر کرتے ہیں کہ جب عمرو بن سعد نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقابلے پر جانے کے لیے رضامندی کا اظہار کر دیا تو ابن زیاد نے خوش ہو کر اسے رے کی حکومت کے علاوہ طبرستان کی سند بھی لکھ کر دے دی اس کے علاوہ پانچ ہزار اشرفیاں دیں اور خلعت فاخرہ پہنایا۔ ابن سعد ایک مدت سے رے کی حکومت حاصل کرنے کا خواہش مند تھا اگر وہ انکار کرتا تو رے کی حکومت کا پروانہ اُس سے واپس لے لیا جاتا جبکہ وہ رے کی حکومت کسی

Marfat.com

بھی صورتمیں چھوڑنا نہیں چاہتا تھا دنیا کے لالچ نے اسے اندھا کر دیا تھا دنیا کی خاطر اپنی آخرت برباد کرنے کے لیے تیار ہو گیا تھا۔ اس لیے اس نے اپنا دین رشتہ داری اور نسبت کسی کا بھی کوئی خیال نہ کیا یہ فیصلہ اس کا اچانک فیصلہ نہیں تھا خوب سوچ سمجھ کر اس نے یہ سودا طے کیا تھا حکمرانی کے خواب دیکھتا ہوا خوشی خوشی اپنے گھر آیا بیٹوں نے جب اسے اس قدر خوش وخرم خلعت فاخرہ زیب تن دیکھا تو پوچھا کہ یہ عنایات اور نوازشات کہاں سے حاصل ہوئی ہیں۔

عمرو بن سعد نے جواب دیا کہ یہ تمام عنایات مجھے ابن زیاد کی طرف سے حاصل ہوئی ہیں اس کے علاوہ مجھے رے کی حکومت اور طبرستان کی نیابت بھی ملی ہے میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہوں کہ مجھے حکومت عزت اور مرتبہ حاصل ہوا ہے۔ اس کا چھوٹا بیٹا بولا ابن زیاد کی طرف سے ان عنایات کی وجہ کیا ہے کہا حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے مقابلے اور قتل پر میں نے آمادگی ظاہر کی ہے اور مجھے ان کے مقابلے کے لیے بھیجا جا رہا ہے چونکہ یہ کام بہت بڑا ہے اس لیے مجھے پیشگی یہ تمام انعامات ملے ہیں بیٹے نے کہا اس کام سے فوراً انکار کر دیں اور توبہ کریں حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے قتل کے لیے آپ نے کیوں آمادگی ظاہر کر دی وہ تو رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نواسے ہیں علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند ہیں ہمارے دادا اور آپ کے والد حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے نانا کے مصاحب اور خادم تھے آپ کو ان کے مقام ومرتبہ کا علم نہیں اگر آج آپ نے دولت اور حکومت کے لالچ میں یہ کام کر لیا تو کل روز محشر اللہ تعالیٰ اور رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کیا جواب دیں گے۔

عمرو بن سعد نے بیٹے کی بات سن تو لی۔ مگر اسے کوئی جواب نہ دیا اور سوچ میں پڑ گیا۔ پھر اپنے بڑے بیٹے سے اس بارے میں رائے طلب کی بڑے بیٹے نے باپ کے ارادے کی حمائیت کی۔ اور حکومت ودولت کے ملنے کو کامیابی قرار دیا چھوٹے بیٹے نے دوبارہ اس معاملے میں باپ سے احتجاج کیا اور اس کو اپنے ارادے سے باز رکھنے کی بھرپور کوشش کی تھوڑی دیر کے لیے یہ بدبخت سوچ میں پڑ گیا۔

اِک سمت حکومت ہے اک سمت شقاوت ہے
اب دولت و زر لینا یا خوف خدا کرنا

Marfat.com

میں دین کروں حاصل یا لوٹ لوں دنیا کو
اِس فکر میں بیٹھا ہوں آخر مجھے کیا کرنا

آخرکار اس نے دنیا کو دین پر ترجیح دی اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقابلے پر جانے کے اپنے ارادے پر قائم رہا۔

بعض مورخین یہ بھی تحریر کرتے ہیں کہ عمرو بن سعد کے بھانجے حضرت حمزہ بن مغیرہ نے بھی اس کو اس کام سے باز رکھنے کی کوشش کی مگر عمرو بن سعد نے اپنے بھانجے کی بھی پرواہ نہیں کی۔ حضرت حمزہ بن مغیرہ نے پہلے تو نرمی سے اپنے ماموں کو سمجھاتے ہوئے اس کام سے الگ ہونے کے لیے دباؤ ڈالا مگر جب نرمی سے کام نہ چلا تو پھر غضبناک ہو کر بولے اے ظالم! تم نواسہ رسول کو قتل کرنے کے لیے جا رہے ہو اور تمہیں اس میں کوئی شرمندگی اور خوف خدا محسوس نہیں ہوتا عمرو بن سعد نے ڈھٹائی سے جواب دیا بھانجے خدا کی قسم! میں کچھ نہیں کر رہا یہ سب کچھ مجھ سے رے کی ملنے والی حکومت کروا رہی ہے اور حکومت حاصل کرنے کے لیے میں سب کچھ کرنے کے لیے تیار ہوں رے کی حکومت کا مل جانا کوئی معمولی بات نہیں ہے حضرت حمزہ بن مغیرہ نے کہا جانے سے قبل یہ ضرور سوچ لینا کہ قیامت کے روز حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نانا کو کیا منہ دکھاؤ گے عمرو بن سعد پر کوئی اثر نہ ہوا رے کی حکومت کے نشے میں اس کی عقل پر پردہ پڑ چکا تھا۔ (سر الشہادتین۔ روضۃ الشہداء)

عمرو بن سعد کربلا میں:

کربلا میں پہنچ کر عمرو بن سعد نے عروہ بن قیس الاحمسی کو حکم دیا کہ وہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا کر یہ پوچھے کہ وہ کس مقصد کے لیے یہاں پر آئے ہیں اور آپ کا ارادہ کیا ہے چونکہ عروہ بن قیس اُن لوگوں میں شامل تھا جن لوگوں نے خط لکھ کر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کوفہ آنے کی دعوت دی تھی اس لیے اس نے لیت ولعل سے کام لیا اور شرمندگی محسوس کی آخرکار اس نے جانے سے انکار کر دیا۔ اس کے انکار کے بعد چند دیگر لوگوں کو ابن سعد نے اس کام کے لیے بھیجنا چاہا لیکن ان میں سے ہر شخص حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بلانے والوں میں شامل تھا اس لیے سب نے انکار کر دیا آخرکار عمرو بن سعد نے قرہ بن قیس حنظلی کو اس

Marfat.com

کام کے لیے تیار کیا اور اس سے کہا کہ تم امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صرف یہ پوچھنا کہ آپ کا یہاں آنے کا مقصد کیا ہے؟ چنانچہ قرہ بن قیس خنظلی حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا اور آپ سے یہاں آنے کا مقصد پوچھا تو آپ نے فرمایا تمہارے شہر والوں نے مجھے لگاتار خطوط لکھ کر بلایا اب اگر تم لوگوں کو میرا آنا پسند نہیں ہے تو میں واپس چلا جاؤں گا۔

عمرو بن سعد کو جب قرہ نے واپس جا کر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جواب بتایا تو اس نے اس بارے میں ابن زیاد کو لکھ بھیجا کہ مزید حکم کیا ہے؟ ابن زیاد نے خط پڑھ کر غرور و تکبر سے ایک شعر پڑھا جس کا مفہوم یہ ہے کہ۔

"اب جبکہ اسے ہمارے پنجوں نے جکڑ لیا ہے تو نکلنا چاہتا ہے حالانکہ اب بھاگنے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔"

پھر ابن زیاد نے عمرو بن سعد کو خط بھیجا جس میں لکھا ہوا تھا کہ۔

"تمہارا خط ملا جو کچھ تم نے لکھا ہے اسے میں اچھی طرح سمجھ گیا ہوں تم حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور اس کے تمام ساتھیوں کو پیغام دو کہ وہ یزید کی بیعت کریں اگر وہ بیعت کر لیں تو اس کے بعد ہم جو مناسب سمجھیں گے کریں گے۔"

ابن زیاد کا جوابی خط جب عمرو بن سعد کو ملا تو اس نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ ابن زیاد امن و عافیت کو پسند نہیں کرتا۔ (تاریخ طبری جلد پنجم ص 237)

اس ضمن میں تاریخ کے اوراق میں یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ عمرو بن سعد کے کہنے پر جب کوئی بھی حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جانے کے لیے تیار نہ ہوا تو ایک بدبخت کثیر بن عبداللہ شعبی آگے بڑھا یہ شخص بڑا بے باک اور اکھڑ تھا اس نے کہا حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے پاس میں جاتا ہوں آپ مجھے حکم دیں تو بخدا! میں اُن پر اچانک وار کر کے ان کو ابھی قتل کر دوں۔ عمرو بن سعد نے کہا میں اس بات کا حکم نہیں کرتا کہ تم ان پر اچانک حملہ کر کے ان کو ختم کر دو البتہ تم اُن کے پاس جا کر ان کے یہاں پر آنے کا مقصد پوچھو اس پر کثیر بن عبداللہ آیا اس کو دور سے آتا ہوا دیکھ کر ابو ثمامہ صائدی نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا اے ابو عبداللہ! اللہ تعالیٰ آپ کا بھلا کرے یہ جو شخص آپ کی طرف آ رہا ہے دنیا بھر کا شر پسند اور ظالم

Marfat.com

ہے۔

اس کے ساتھ ہی ابوثمامہ صائدی اس کی طرف بڑھے اور اس سے کہا کہ اپنی تلوار نیچے رکھ دو اُس نے کہا بخدا! یہ میں نہیں کروں گا اور اس معاملے میں کسی کا لحاظ نہیں کروں گا میں بطور قاصد تم لوگوں کی طرف آیا ہوں اس لیے تم لوگ میری بات سنو کہ میں تمہارے لیے کیا پیغام لے کر آیا ہوں اگر نہیں سنو گے تو میں واپس چلا جاؤں گا ابوثمامہ نے کہا تو پھر جو کچھ تم نے کہنا ہے۔ کہہ دو میں تمہاری تلوار کے قبضہ پر ہاتھ رکھے رہوں گا وہ بڑا شاطر آدمی تھا کہنے لگا خدا کی قسم! میری تلوار کے قبضہ کو ہاتھ نہ لگانا میں کسی کو ایسا نہیں کرنے دوں گا ابوثمامہ نے کہا پھر جو پیغام تم لے کر آئے ہو مجھے بتا دو میں جا کر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہہ دوں گا تم ایک شرارتی آدمی ہو تم کو تو میں نزدیک نہیں جائے دوں گا اس بات پر دونوں کے مابین تلخ کلامی اور گالم گلوچ ہوئی ابوثمامہ صائدی نے اسے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قریب جانے نہ دیا جس پر وہ واپس چلا گیا اور ابن سعد کو آگاہ کیا۔

اس کے بعد ابن سعد کے حکم پر قرہ بن قیس حنظلی آیا اس کو دور سے آتا دیکھ کر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حبیب بن مظاہر سے پوچھا کیا تم اس آنے والے شخص کو جانتے ہو حبیب بن مظاہر نے کہا۔ ہاں میں جانتا ہوں اس کا تعلق بنی حنظلہ سے ہے اور یہ تمیمی ہے۔ میں اس کو اچھی سوچ رکھنے والا سمجھتا ہوں۔ اور مجھے پتہ تھا کہ یہ ان لوگوں کے ساتھ آئے گا اسی اثنا میں قرہ آ گیا۔ اس نے آتے ہی حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سلام کیا اور ابن سعد کا پیغام دیا۔ آپ نے اس سے فرمایا۔

”تمہارے شہر والوں نے مجھے خطوط لکھے کہ آپ یہاں آئیں اب اگر ان کو میرا یہاں پر آنا پسند نہیں ہے تو میں واپس چلا جاتا ہوں۔“

قرہ نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جواب سنا اور جب واپس جانے لگا تو حبیب بن مظاہر نے اس سے کہا اے قرہ! کیا تم ان ظالموں کی طرف واپس جا رہے ہو تمہیں تو امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدد کرنی چاہیے جن کے بزرگوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں اور ہم سب کو فضیلت عطا فرمائی ہے۔ قرہ نے جواب دیا کہ جس کی طرف سے میں پیغام لے کر آیا

Marfat.com

ہوں اس کے پیغام کا جواب اس کو پہنچانے کے لیے ضرور واپس جاؤں گا اس کے بعد جو میرا دل کہے گا وہ کروں گا چنانچہ قرہ عمرو بن سعد کے پاس واپس گیا اور اسے تمام معاملات سے آگاہ کیا۔ (تاریخ طبری)

پانی بند کرنے کا حکم:

میدان کربلا میں نہر فرات کے کنارے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خیمے نصب تھے محرم کی ساتویں تاریخ کو ابن سعد کی فوج نے نہر فرات کو گھیر لیا اور امام عالی مقام کو پانی لینے سے روک دیا اس فوج میں بیشتر تعداد اُن لوگوں کی تھی جو محبان علی اور محبان حسین ہونے کا دعویٰ کرتے اور جنہوں نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خط لکھ کر خود ہی بلایا تھا اور اب خود ہی ان پر پانی بھی بند کر دیا۔ ابن سعد نے امام عالی مقام کو کہا کہ وہ اپنے خیمے نہر کے کنارے سے اکھاڑ لیں۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس موقع پر فرمایا کہ ایسا نہیں ہوسکتا مگر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ بھائی عباس! جانے دو تم بحر کرم ہو یہ قطرۂ ناچیز ہیں ان سے جھگڑنا فضول ہے اپنے خیمے یہاں نہیں تو نہر سے دور ہی سہی چنانچہ آپ نے اپنے خیمے اُس جگہ سے اٹھا لینے کا حکم دے دیا۔

(تنقیح الشہادتین ص 56)

اس حوالے سے تاریخ کے اوراق میں رقم ہے کہ عبید اللہ بن زیاد کو جوابی خط ملنے پر عمرو بن سعد نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پیغام بھیجا کہ آپ کے حق میں بہتر یہی ہے کہ یزید کی بیعت کر لیں۔ امام عالی مقام نے اس بات کو ماننے سے انکار کر دیا۔ آپ کے واضح انکار کے بارے میں عبید اللہ بن زیاد کو اطلاع دی گئی تو اُس کی طرف سے حکم آیا کہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اُن کے ساتھیوں پر پانی بند کر دیا جائے اور ان کو نہر سے پانی نہ لینے دیا جائے ابن زیاد کے حکم کی عمرو بن سعد نے فوری طور پر تعمیل کی اور عمرو بن حجاج زبیدی کی کمان میں پانچ سو سواروں کو دریائے فرات کے کنارے پر تعینات کر دیا۔ اور انہیں حکم دیا کہ کسی بھی صورت میں حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھیوں تک پانی کا ایک قطرہ تک نہ پہنچنے پائے ۔ان سواروں نے دریائے فرات کی ناکہ بندی کر لی۔

Marfat.com

ایک روائیت میں آتا ہے کہ ابن زیاد کی طرف سے ابن سعد کو حکم آیا کہ فوراً پانی پر پہرے بٹھا دو اور جس طرح امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پیاسا شہید کیا گیا اسی طرح حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھیوں پر پانی بند کر دو۔ چنانچہ ابن سعد نے پانچ سو سواروں کا ایک دستہ دریائے فرات پر متعین کر دیا اور حکم دے دیا کہ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا اُن کے ہمراہی پانی نہ لینے پائیں (تاریخ طبری جلد ہفتم صفحہ 312)

اس حکم کے بھیجنے کے ساتھ ہی ابن زیاد نے عمرو بن سعد کی کمک کے لیے شمر ذی الجوشن حصین بن نمیر اور شیث بن ربعی کو ایک بہت بڑے لشکر کے ہمراہ روانہ کر دیا۔ حر بن ریاحی اپنے ایک ہزار سواروں کے ساتھ پہلے ہی وہاں پر موجود تھا کہ حجر بن حر بھی بائیس ہزار کا لشکر لے کر پہنچ گیا۔ عمرو بن سعد نے اس قدر فوجوں کے اکٹھے ہونے پر شیث بن ربعی کی قیادت میں چار ہزار سوار بھیج کر نہر فرات کی ناکہ بندی کرا دی۔ اس کے ساتھ ہی عمرو بن سعد نے حجر بن حر کو دو ہزار سواروں کے ساتھ غادریات کی راہ پر تعینات کر دیا اس طرح نہر فرات کی طرف جانے والے تمام راستوں پر پہرے بٹھا دیے گئے۔

ایک اور روائیت میں آتا ہے کہ پیاس کی شدت سے جب حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قافلے میں موجود چھوٹے بچے بلکنے لگے اور محرم کی آٹھ تاریخ ہو گئی۔ تو آپ کے حکم سے ایک کنواں کھودا گیا لیکن کنویں سے پانی کا ایک قطرہ بھی نہ نکلا۔ جبکہ ایک روائیت کے مطابق جب اہل بیت اطہار کے چھوٹے بڑے پیاس سے نڈھال ہوئے۔ اور العطش العطش کی آوازیں آنے لگیں۔ تو آپ نے وہاں پر ایک کنواں کھدوایا جس سے کچھ افراد نے پانی پیا۔ مگر وہ کنواں پھر خود بخود غائب ہو گیا۔ (تنقیح الشہادتین ص 57)

پانی لانے کے لیے جدوجہد:

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قافلے میں جب پانی کا ایک قطرہ نہ رہا بچوں اور عورتوں کے لیے پیاس کی شدت برداشت کرنا زیادہ دشوار تھا آخر کار جب پیاس کی تکلیف حد سے گذر گئی تو مجبوراً حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہتھیار اٹھانے کا حکم دیا اور اپنے بھائی حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بیس پیدل اور تیس سواروں کی

Marfat.com

جمعیت لے کر پانی لانے کی ہدایت فرمائی۔ قافلہ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ شیر دل جوان جب چشمے پر پہنچا تو شامی فوج کا سالار عمرو بن حجاج راستہ روکنے کے لیے بڑھا مگر حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تلوار کھینچ لی اور سواروں کو مقابلہ کرنے کا حکم دیا۔ سوار تلواریں چلا رہے تھے اور پیادے فرات سے مشکیں بھر رہے تھے جب پانی کی مشکیں بھر لی گئیں تو حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دستے کو واپسی کا حکم دیا اور شامی فوج منہ دیکھتی رہ گئی۔ (اخبار الطوال ص 266)

اس حوالے سے تاریخ کے اوراق میں لکھا ہے کہ جب حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بچوں اور خواتین کو پیاس کی شدت سے بے حال دیکھا تو آپ سے ان کی تکلیف برداشت نہ ہو سکی تو حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تیس سواروں اور بیس پیدل افراد کے ساتھ فرات سے پانی بھر کر لانے کا حکم دیا۔ امام عالی مقام کے حکم پر حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشکیزے ساتھ لے کر فرات کی طرف بڑھے۔ جناب نافع بن ہلال نے علم اٹھایا ہوا تھا یہ جوش میں سب سے آگے بڑھ گئے عمرو بن حجاج نے راستہ روک لیا اور پوچھا کون ہو اور ادھر کس لیے آئے ہو؟ جناب نافع نے جواب دیا ہم یہ پانی پینے کے لیے آئے ہیں جس سے تم لوگوں نے ہمیں محروم کر رکھا ہے۔ اُس نے کہا صرف تم یہ پانی پی سکتے ہو حضرت نافع نے کہا تو دیکھتا ہے کہ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھی پیاسے ہیں خدا کی قسم! ان کے بغیر میں ایک قطرہ بھی پانی نہیں پیوں گا اس کے ساتھ ہی باقی لوگ بھی وہاں پر پہنچ گئے ان کو دیکھ کر عمرو بن حجاج نے کہا ان لوگوں کو پانی نہیں پلایا جا سکتا کیونکہ اس جگہ پر ہمیں اسی لیے تو تعینات کیا گیا ہے کہ ہم انہیں پانی نہ لینے دیں۔

اسی اثناء میں حضرت عباس بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ساتھی پیادوں کو حکم دیا کہ آگے بڑھ کر اپنے اپنے مشکیزے پانی سے بھر لو پیادے یہ سنتے ہی فرات کی طرف دوڑے اور دیکھتے ہی دیکھتے مشکیزے بھر لیے عمرو بن حجاج اور اس کے ساتھیوں سے ان پر حملہ کر دیا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت نافع بن ہلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھ دیگر سواروں نے بھرپور مزاحمت کی اور ان لوگوں پر جوابی حملہ کر دیا جس سے وہ بوکھلا گئے اس دوران پیادوں کو حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پانی لے کر نکل جانے کا حکم دے دیا تھا چنانچہ پیادے پانی

Marfat.com

سے بھرے مشکیزے اٹھا کر اپنے خیمہ گاہ کی طرف بھاگے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دشمن کے کسی بھی سپاہی کو آگے بڑھنے نہ دیا اور سب نے بڑی جراءت اور دلیری سے ان کا مقابلہ کیا۔

عمرو بن حجاج اور اس کے لشکریوں نے بڑی کوشش کی کہ یہ لوگ نکل کر نہ جاسکیں مگر ناکام رہے حضرت نافع بن ہلال نے ایک دشمن پر نیزے کا وار کیا جس سے وہ وہیں پر ہلاک ہو گیا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھی بغیر کوئی نقصان اٹھائے پانی لے کر واپس آ گئے۔

(تاریخ طبری)

تو کیسا مسلمان ہے:

9 محرم الحرام کی صبح کو حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھیوں میں سے حضرت بریر ہمدانی امام عالی مقام سے اجازت لے کر عمرو بن سعد کے پاس گئے اور خاموشی سے اس کے پاس بیٹھ گئے۔ ابن سعد نے کہا اے بریر! کیا تم مجھے مسلمان نہیں سمجھتے جو مجھے السلام علیکم نہیں کہا۔ حضرت بریر ہمدانی نے جواب دیا تو کیسا مسلمان ہے دعویٰ تو اسلام کا کرتا ہے اور اہل بیت رسول کو دریا سے پانی تک نہیں لینے دیتا فرات سے جانور تک پانی پی رہے ہیں لیکن ساقی کوثر کے لخت جگر پیاس سے تڑپ رہے ہیں ابن سعد نے کہا یہ ٹھیک ہے مگر میں کیا کروں مجھ سے رے کی حکومت چھوڑی نہیں جاتی۔

(تنقیح الشہادتین ص 58)

عمرو بن سعد کی امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بات چیت:

عمرو بن سعد نے جب صورتحال بگڑتی ہوئی محسوس کی تو اس نے سوچا کہ کہیں عبید اللہ ابن زیاد مجھ پر اس معاملے میں لیت ولعل کرنے کا الزام نہ لگائے چنانچہ اس نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں قاصد بھیج کر پھر بیعت کا مطالبہ کیا اس کے جواب میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے ابن زیاد کو پیغام بھیجا کہ اس سلسلے میں گفتگو کرنے کے لئے یہ زیادہ مناسب ہے کہ ہم دونوں ایک دوسرے سے ملاقات کر لیں۔ چنانچہ ابن سعد اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ملاقات ہوئی اس ملاقات میں آپ نے ابن سعد کے سامنے تین صورتیں پیش کیں۔

Marfat.com

اوّل۔ میں جہاں سے آیا ہوں وہیں چلا جاؤں۔

دوم۔ یا مجھے کسی سرحدی علاقے میں بھیج دو۔

سوم۔ یا پھر مجھے یزید کے پاس چلا جانے دو میں اس سے اپنا معاملہ خود طے کرلوں گا۔

(تہذیب التہذیب ص 352)

یہ شرائط سن کر ابن سعد کو ایک گونہ اطمینان ہو گیا کیونکہ اس کا خیال تھا کہ ابن زیاد ان میں سے کوئی نہ کوئی شرط ضرور منظور کرے گا چنانچہ اس نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شرائط اور آپ سے اپنی ملاقات کا حال ابن زیاد کو لکھ بھیجا۔

ابن سعد اس لیے بھی معاملے کو طول دے رہا تھا کہ اس کا خیال تھا کہ ہوسکتا ہے اس طرح کوئی افہام وتفہیم کی صورت پیدا ہو جائے کہ رے کی حکومت بھی مل جائے اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خون سے بھی ہاتھ نہ رنگنے پڑیں تاہم وہ رے کی حکومت کو خون اہل بیت پر فوقیت دیتا تھا اس کے لشکر میں شامل شمر ذی الجوشن بھی نہایت کمینہ خصلت شخص تھا یہ مکاری اور خباثت میں ابن زیاد سے کسی طرح کم نہ تھا اس نے بھی حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عمرو بن سعد کی ملاقات کا احوال لکھ کر ابن زیاد کو بھیجا چنانچہ ابن زیاد نے ابن سعد کو لکھا۔

"میں نے تمہیں حسین بن علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو گرفتار کرنے کے لیے بھیجا تھا ان کو گرفتار کر کے میرے پاس لانا تمہارا فرض تھا اگر ان کو گرفتار کرنا ممکن نہیں تھا تو ان کا سر کاٹ کر لاتے میں نے تمہیں یہ حکم نہیں دیا تھا کہ تم ان سے گفت وشنید کر کے دوستانہ تعلقات قائم کرو اب تمہارے حق میں یہی بہتر ہے کہ اس خط کو پڑھتے ہی بغیر کوئی تاخیر کیے یا تو حسین بن علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو گرفتار کر کے میرے پاس لاؤ یا اُن سے جنگ کر کے ان کا سر کاٹ کر میرے پاس بھیجو اگر اس کام میں تم نے ذرا بھی غفلت اور کوتاہی کی تو میں نے اپنے اس قاصد کو جو یہ خط لے کر آ رہا ہے حکم دے دیا ہے کہ تمہیں گرفتار کر کے میرے پاس پہنچائے اور لشکر وہیں رہ کر دوسرے کمانڈر کا انتظار کرے جسے میں تمہاری جگہ مقرر کر کے روانہ کروں گا۔"

مروی ہے کہ ابن زیاد کا یہ خط جویرہ بن بدر تمیمی لے کر آیا بعض مورخین کا کہنا ہے کہ ابن سعد کے نام عبیداللہ بن زیاد نے یہ خط بھیجا۔

Marfat.com

"میں نے تمہیں وہاں اس لئے نہیں بھیجا ہے کہ تم حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے معاملے کو طول دو اور انہیں مہلت دیتے رہو نہ اس لئے بھیجا ہے کہ ان کی سفارش کرو بلکہ تمہارا فرض یہ ہے کہ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ہمراہیوں کو میرا حکم ماننے پر مجبور کرو اگر مان لیں تو سب کو ہمارے پاس لے آؤ بصورت دیگران پر حملہ کر دو۔ کیونکہ یہ نافرمان اور سرکش لوگ ہیں اگر تم یہ کام نہ کر سکو۔ تو اپنے اختیارات شمر ذی الجوشن کے سپرد کر دو اور خود علیحدہ ہو جاؤ وہ میرے حکم کی تعمیل پوری طرح کرے گا۔ (تاریخ طبری جلد ہفتم ص 316)

ابن زیاد کا بھیجا ہوا خط پڑھ کر ابن سعد نے شمر سے تلخ کلامی کی اور کہا اگر معاملہ افہام و تفہیم سے حل ہو جاتا تو جھگڑا ختم ہو جاتا خدا کی قسم! میں حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو تجھ سے زیادہ جانتا ہوں ان کے سینے میں ایک خوددار دل دھڑک رہا ہے وہ جان دے دیں گے لیکن یزید کی بیعت کبھی نہیں کریں گے یہ بات سن کر شمر نے کہا اے ابن سعد! ان باتوں کو چھوڑ یہ بتا کہ حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے لڑنا ہے یا نہیں اگر نہیں تو پھر رے کی مسند اور سپہ سالاری میرے حوالے کر دو ابن سعد بولا رے کی حکومت تو اب میں کسی صورت نہیں چھوڑوں گا تم پیدل فوج کی نگرانی کرو اور باقی سب کچھ تم مجھ پر چھوڑ دو ابن زیاد کے حکم کی تعمیل میں کوتاہی نہیں ہوگی۔

شمر کی چالاکی:

تاریخ کے اوراق میں تحریر ہے کہ شمر لعین بدبخت اور چالباز شخص تھا حضرت عباس علمدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قریبی رشتہ دار تھا بعض مورخین کہتے ہیں کہ اس کی بہن اُم البنین بنت حرام حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی تھی جن کے بطن سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چار صاحبزادے حضرت عبداللہ جعفر عثمان اور عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم پیدا ہوئے تھے اور یہ چاروں اپنے بھائی حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ میدان کربلا میں موجود تھے اس طرح شمر لعین ان کا سگا ماموں تھا بعض کا کہنا ہے کہ اُم البنین بنت حرام شمر کی پھوپھی تھیں۔ (واللہ اعلم بالصواب)

شمر نے ابن زیاد سے چاروں بھائیوں کے لیے امان نامہ لکھوالیا اس سے اس کا مقصد یہ تھا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھیوں میں پھوٹ ڈال کر آپ کی طاقت کو کمزور کیا

Marfat.com

جائے اور میدان کربلا میں موجود چاروں بھائیوں کو اپنے پاس بلوایا ان کو دولت سے مالا مال کرنے کا جھانسہ دیا اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے برگشتہ کرنے کی کوشش کی انہوں نے جواب دیا اے ظالم! ہمیں ابن زیاد کی امان سے اللہ تعالیٰ کی امان نہایت محبوب ہے صرف تمہاری غیرت نے یہ گوارا کیا ہے کہ تم نواسہ رسول کے مقابلے پر نکل کر اپنے دین اور ایمان کی بربادی کر رہے ہو ہم کسی حالت میں بھی اپنے بھائی کو تنہا نہیں چھوڑ سکتے۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شمر کو بہت سخت جواب دیا اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھیوں میں تفرقہ ڈالنے کی شمر کی مذموم کوشش کو ایک ناکام کوشش قرار دیا غصے میں فرمایا تُو نے ہم میں پھوٹ ڈالنا چاہی میرا تو دل چاہتا کہ تجھے تیری حرکت کا ابھی مزہ چکھاؤں۔

اس تفرقہ سازی کا مزہ تجھ کو چکھا دوں
ہے شرط کے شمشیر کے شعلے سے جلا دوں
جوں حرف غلط دفتر عالم سے مٹا دوں
ایک حملہ میں اس شام کے لشکر کو بھگا دوں
واقف نہیں کیا رتبہ ہے اولاد علی کے
ظالم تیرے منہ پر یہ سخن بے ادبی کے
روشن ہو میرا نام بجھے شمع امامت
بے سر ہوں وہ پہنوں میں سرکار کا خلعت
ہو بادشاہ یثرب وبطحا کی شہادت
تب مجھ کو ملے شہر و مدینہ کی حکومت
تحقیر یہ منصب و جاگیر نہیں ہے
پھر خاک ہے دنیا میں جو شبیر نہیں ہے
خلعت تیرا کیا چیز ہے او ظالم بے پیر
یاں خلعہ فردوس ہے اور دامن شبیر
مختار ہیں کوثر کے ہماری ہے یہ توقیر

Marfat.com

منصب ہے غلامی شہ خلد ہے جاگیر
کچھ حشمت ظاہر کی ہمیں پرواہ نہیں ہے
واں دولت دنیا ہے تو یاں دولت دیں ہے
فرزند گرامی میرا اکبر پہ تصدق
چھوٹا میرا بیٹا علی اصغر پہ تصدق
زوجہ میری شبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خواہر پہ تصدق
سارا میرا گھر فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر پہ تصدق
سو جان گرامی سر شبیر کے صدقے
عباس علی دختر شبیر کے صدقے

کوفیوں نے بے وفائی کی ہے:

نومحرم 61 ہجری کو صبح کے وقت حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عمرو بن سعد کے مابین ملاقات ہوئی تھی اور پھر ابن زیاد اور ابن سعد کی باہمی خط و کتابت ہوئی اس دوران نماز ظہر کے بعد حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ خیمے سے باہر بیٹھے قرآن حکیم کی تلاوت فرماتے تھے اور آنکھوں سے آنسو بہتے جاتے تھے اس میدان کربلا سے اس وقت کسی مسافر خداپرست کا گزر ہوا اُس نے امام عالی مقام کو اس عالم میں دیکھ کر آپ کا حال پوچھا تو آپ نے فرمایا۔

مسافر سید آوارہ وطن ہوں
غریق قلزم رنج و محن ہوں
ستم مجھ پہ کیا ان شامیوں نے
نبی کی آل ہوں تشنہ دہن ہوں

کوفہ والوں نے مجھے خوشامدانہ خطوط اور قاصد بھیج بھیج کر بلایا اور اب میرے ساتھ بے وفائی اور دغا کر رہے ہیں اور میرے خون کے پیاسے ہوگئے ہیں۔ (تنقیح الشہادتین ص 58)

ایک شب کی مہلت:

محرم کی نوتاریخ کو جب سورج غروب ہوگیا شام کے سائے پھیلنے لگے تو اُس وقت عمرو بن

Marfat.com

سعد نے اپنی فوج کو ترتیب دے کر حملہ کی تیاری کا حکم دے دیا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چند جانثاروں نے جب یزیدی فوج کو حملہ کرنے کی حالت میں دیکھا تو فوری طور پر اس کی اطلاع امام عالی مقام کو کی۔ آپ نے صورتحال کا جائزہ لینے کی غرض سے حضرت عباس علمدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بیس سواروں کے ساتھ روانہ فرمایا۔ جب حالات کی اچانک تبدیلی کا علم ہوا تو آپ نے پیغام بھیج کر ابن سعد کو بلایا ابن سعد کے ساتھ شمر اور دیگر یزیدی فوج کے سرکردہ لوگ بھی آئے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابن سعد سے فرمایا کہ مجھے جنگ سے احتراز نہیں لیکن اگر ہو سکتا ہے تو صرف ایک رات کی مہلت دے دو کیونکہ یہ عاشورہ کی شب ہے ہم اسے عبادت الٰہی کرتے ہوئے گزارنا چاہتے ہیں۔

ابن سعد آپ کی بات کا کوئی جواب نہ دے سکا اس نے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا تو شمر چلا کر بولا ہم ایک رات تو کیا ایک لمحہ کی بھی مہلت نہیں دیں گے شمر کا جواب سن کر اس کے ساتھیوں میں سے عمرو بن حجاج یا ابن شعبان کندی نے مداخلت کی اور شمر سے کہا تمہیں بالکل بھی شرم نہیں آتی حالانکہ تم ان کے قریبی رشتہ دار ہو تم نواسہ رسول کو ایک رات کی مہلت دینے کے لیے بھی تیار نہیں مجھے یقین ہے کہ اگر اس وقت ہمارے مقابلے پر رومیوں یا کسی اور کی فوج ہوتی تو تم ان کو مہلت دینے میں دیر نہ لگاتے میرا خیال تو یہ ہے کہ اس وقت ہماری پوری فوج میں سوائے تیرے اور کوئی بھی نہیں ہے جس کو ایک رات کی مہلت دینے میں اعتراض ہو ان کے مابین اس طرح کی گفتگو ہوتی رہی بالآخر ابن سعد نے ایک رات کی مہلت دے دی۔ (روضۃ الشہداء سر الشہادتین)

اے اللہ! حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو صبر و اجر عطا فرما:

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر اہل بیت اطہار اور آپ کے ساتھیوں نے ساری رات عبادت الٰہی میں گزاری رات کے پچھلے پہر امام عالی مقام پر ایک استغراق کی کیفیت طاری ہوئی آپ یاد باری تعالیٰ میں اس قدر محو ہوئے کہ دنیا و مافیہا کی طرف توجہ نہ رہی اس عالم میں رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرشتوں کی جماعت کے ساتھ میدان کربلا میں تشریف لائے اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بچوں کی طرح گود میں لے کر خوب پیار فرمایا اور

Marfat.com

ارشاد فرمایا اے میرے نور العین! میرے حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! میں خوب جانتا ہوں کہ دشمن تیرے درپے آزار ہیں اور تجھے قتل کرنا چاہتے ہیں بیٹا! تم صبر و شکر سے اس ساعت کو گزارنا تیرے جتنے قاتل ہیں قیامت کے روز سب میری شفاعت سے محروم رہیں گے اور تجھے شہادت کا بلند درجہ حاصل ہونے والا ہے اور تھوڑی ہی دیر میں تم اس کربلا سے چھوٹ جاؤ گے بیٹا! جنت تیرے لیے سنواری گئی ہے تیرے ماں باپ جنت کے دروازے پر تیری راہ دیکھ رہے ہیں۔

یہ باتیں ارشاد فرما کر رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امام عالی مقام کے سر و سینہ مبارک پر اپنا دست اقدس پھیرتے ہوئے دعا فرمائی اَللّٰھُمَّ اَعْطِ الْحُسَیْنَ صَبْراً وَّاَجْراً اے اللہ! میرے حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو صبر و اجر عطا فرما۔

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب اس مکاشفہ سے چونکے تو اہل بیت اطہار سے یہ سارا واقعہ بیان فرمایا۔ (تنقیح الشہادتین)

مہلت گزر گئی:

مہلت کی شب حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو جمع کیا اور ان سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

"میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتا ہوں اور ظاہر و پوشیدہ اس کی تعریف کرتا ہوں۔ اے اللہ میں تیرا شکر گذار ہوں کہ تو نے ہمارے جد کو نبوت سے سرفراز فرمایا اور ہم کو سننے والے کان اور پہچاننے والی آنکھیں عطا فرمائیں ہمیں قرآن کی تعلیم اور دین کی سمجھ دی پس ہمیں اپنے ان بندوں میں شامل کر جو تیرا شکر ادا کرتے ہیں۔"

امابعد میں اپنے ہمراہیوں سے زیادہ نہ کسی کو باوفا سمجھتا ہوں اور نہ ان سے زیادہ کوئی شخص رشتے کا لحاظ رکھنے والا ہے پس اللہ تعالیٰ تم سبھوں کو جزائے خیر عطا فرمائے گا آگاہ ہو جاؤ کہ مجھے یقین ہو گیا ہے کہ کل یہ دشمن مجھ سے ضرور لڑیں گے۔ میں تم کو خوشی سے اجازت دیتا ہوں کہ جس کا جس طرف دل چاہے چلا جائے مجھے اس سے کوئی شکایت نہ ہوگی تم سب کو اللہ تعالےٰ جزائے خیر عطا کرے گا تم اپنے اپنے شہروں اور ملکوں کی طرف منتشر ہو جاؤ شاید اللہ تعالےٰ تمہیں اس تکلیف سے بچالے کیونکہ شامی میرے خون کے پیاسے ہیں جب مجھے پالیں گے تو پھر کسی کی

Marfat.com

جستجو نہ کریں گے۔ (الکامل بن اثیر جلد چہارم)

ساتھیوں کا ساتھ چھوڑنے سے انکار:

امام عالی مقام کی یہ تقریر سن کر آپ کے اہل قافلہ میں قیامت برپا ہوگئی کوئی آنکھ ایسی نہ تھی جو اشکبار نہ ہوئی اور کوئی دل ایسا نہ تھا جو لرز نہ گیا ہو بات بھی ایسی ہی تھی کہ وہ شخص جو اہل قافلہ کو اپنی جان سے زیادہ عزیز تھا اور جس کی جان سب سے زیادہ خطرے میں تھی وہ سارے خطرات سے بے نیاز اپنی جان کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اپنے ساتھیوں کو بچانے کی فکر کر رہا تھا۔ اسے اپنی موت کا غم نہیں تھا اپنے وفادار ہمراہیوں کی زندگی کی فکر تھی حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ان پاکیزہ جذبات نے ہر شخص کے دل کو آپ کی غیر معمولی محبت سے بھر دیا اور انہوں نے کھڑے ہو ہو کر اعلان کیا کہ ہم میں سے ایک شخص بھی آپ سے اس وقت تک جدا نہ ہوگا۔ جب تک کہ دشمن کی تلوار ہماری زندگی اور موت میں جدائی نہ ڈال دے۔

حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائیوں نے کہا۔ کہ اللہ ہم کو وہ روز بد نہ دکھائے۔ کہ آپ نہ ہوں اور ہم زندہ ہیں۔ جب ہم اس حالت میں اپنے گھروں کو جائیں گے۔ تو لوگوں سے کیا کہیں گے یہ کہ اپنے سید و آقا اور اپنے ابن عم کو تنہا چھوڑ دیا اور ان کی خاطر ایک تیر نہ چلایا۔ نہ کوئی نیزہ مارا اور نہ تلوار کا ایک وار کیا بخدا ہم یہ نہیں کریں گے ہم اپنا مال واسباب اپنے اہل وعیال حتیٰ کہ اپنی جانیں تک آپ کے اوپر سے قربان کر دیں گے آپ کے بعد جینے میں کوئی لطف نہیں۔ (الکامل ابن اثیر جلد چہارم ص 48)

مسلم بن عوسجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقریر:

اس کے بعد حضرت مسلم بن عوسجہ اسدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اظہار وفاداری کرتے ہوئے فرمایا۔

"یہ نہیں ہو سکتا کہ ہم آپ کو تنہا چھوڑ دیں خدا کے سامنے ہم کیا عذر کریں گے۔ بخدا میں آپ کی حمایت سے دستکش نہ ہوں گا تاوقتیکہ اپنا نیزہ دشمن کے سینے میں نہ توڑ دوں۔ اور تلوار کے جوہر نہ دکھالوں خدا کی قسم اگر میرے پاس تلوار نہ ہوتی تو دشمن پر پتھروں سے یلغار کرتا یہاں تک کہ اپنی جان آپ پر سے قربان کر دیتا۔" (الکامل ابن اثیر جلد چہارم وطبری ششم ص 239)

Marfat.com

حضرت سعد بن عبداللہ حنفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جذبات:

اس کے بعد حضرت سعد بن عبداللہ حنفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یکجہتی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا۔

"بخدا ہم آپ کا ساتھ اس وقت تک نہ چھوڑیں گے جب تک کہ اللہ تعالیٰ یہ دیکھ لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد بھی ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کو نظر انداز نہ کیا اگر مجھے اس بات کا یقین ہو جاتا کہ میں ستر 70 بار قتل ہوں گا اور ہر بار زندہ کیا جاؤں گا اور میری نعش کو آگ میں جلا کر اس کی خاک کو بھی منتشر کر دیا جائے تو پھر بھی میں آپ کی امداد سے کنارہ کشی اختیار نہ کرتا یہاں تک کہ موت سے ملاقات کر لیتا اور اب تو معلوم ہے کہ ایک ہی بار مرنا ہے اور اس موت میں ہمیشہ کی عزت ہے۔" (الکامل ابن اثیر جلد چہارم ص 49)

حضرت زہیر بن قین کی تقریر:

حضرت زہیر بن قین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا۔

"خدا کی قسم! میں تو یہ چاہتا ہوں کہ اللہ کی راہ میں مارا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں اور پھر مارا جاؤں اس طرح میرے ساتھ ہزار مرتبہ ہو لیکن اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کے نوجوانوں کو بچالے۔" (تاریخ طبری)

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھیوں نے اس موقع پر جس جرات وفاداری شجاعت اور استقامت کا مظاہرہ کیا اُس کی تاریخ عالم میں مثال نہیں ملتی سب نے اپنی اپنی جانثاری کے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"اے فرزند رسول! ہمارے ماں باپ آپ پر قربان کیا ہم آپ کا ساتھ اس لیے چھوڑ دیں کہ آپ تیروں اور تلواروں کا نشانہ بن جائیں اور ہم زندہ رہیں اللہ تعالیٰ ہمیں اس دن کے لیے باقی نہ رکھے۔"

اپنے ساتھیوں کی وفاداری دیکھ کر امام عالی مقام کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور ان کے لیے دُعا فرمائی۔

"اے اللہ! انہیں جزائے خیر عطا فرما آج انہوں نے اس بیکسی میں میرا ساتھ دیا ہے روز

Marfat.com

محشر بھی انہیں میرا ساتھی بنانا۔"

نماز فجر کے بعد:

امام عالی مقام نے عبادت الٰہی میں رات گزارنے کے بعد نماز فجر ادا فرمائی اس کے بعد بارگاہ الٰہی میں نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ بآواز بلند دُعا مانگی۔

"اے اللہ! میں ہر مصیبت میں تجھ پر بھروسہ کرتا ہوں اور ہر تکلیف میں میرا سہارا تو ہی ہے مجھ پر جو مصائب آئے ان میں میری پناہ گاہ تو ہی ہے غموں اور تکلیفوں کے بوجھ سے دل کمزور پڑ جاتا ہے کامیابی کی تدبیریں ناکام ہوتی دکھائی دیتی ہیں اور چھٹکارے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی دوست ساتھ چھوڑ دیتے ہیں اور دشمن دلیر ہو جاتے ہیں میں نے (ہر) ایسے نازک وقت میں سب کو چھوڑ کر تیری طرف رجوع کیا تجھ ہی سے اس کی شکایت کی اور مدد مانگی تو نے مصیبتوں کے بادل ہٹا دیے تو ہی ہر نعمت کا مالک ہر بھلائی کا مالک اور ہر تمنا کو پورا کرنے والا ہے۔" (شرح نہج البلاغہ)

خندق کی کھدائی:

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عورتوں کے خیمہ کے گرد جو خندق کھدوا رکھی تھی اسے لکڑیوں سے بھر کر اس میں آگ روشن کر دی تا کہ دشمن اس خیمے تک نہ پہنچ سکے دشمن کے لشکر سے ایک شخص نے اس جلتی ہوئی آگ کو دیکھ کر آواز دی اے حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! جہنم کی آگ سے پہلے ہی تم نے اپنے آپ کو آگ میں ڈال لیا ہے (معاذ اللہ) امام عالی مقام نے فرمایا کَذَبْتَ یَا عَدُوَّ اللّٰہ۔ اے اللہ کے دشمن! تو نے جھوٹ بولا پھر آپ نے بارگاہ الٰہی میں دعا مانگی اَللّٰھُمَّ اَجِرْہُ اِلَی النَّار یا اللہ! اسے آگ کی طرف کھینچ یہ دُعا کرتے ہی اس بدبخت کے گھوڑے کا پاؤں ایک سوراخ میں پھنسا جس سے گھوڑا گر پڑا اور لگام اس شخص کے ہاتھ سے چھوٹ گئی اس کا پاؤں لگام میں الجھ گیا گھوڑا اسے اسی حالت میں گھسیٹتا ہوا بھاگا حتیٰ کہ اسے خندق کی آگ میں لا کر گرایا اور خود چلا گیا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ دعا قبول ہوئی پھر آپ نے بلند آواز سے فرمایا اے اللہ! ہم تیرے رسول کی آل ہیں ہمارا انصاف ظالموں سے لینا۔

Marfat.com

اسی اثناء میں ایک اور بد بخت نے آپ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا اے حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! دیکھ نہر فرات کیسی موجیں مار رہی ہے لیکن تجھے اس سے ایک قطرہ بھی نصیب نہ ہوگا اسی طرح پیاسے قتل کیئے جاؤ گے امام عالی مقام یہ سن کر آبدیدہ ہوئے اور دعا فرمائی ۔ اے اللہ! اس کو پیاسا مار یکا یک اس کے گھوڑے نے شوخی کرتے ہوئے اسے گرایا یہ اُٹھ کر گھوڑا پکڑنے کے لیے بھاگا پھر اس پر پیاس کا غلبہ ہوا وہ پیاس پیاس پکارتا رہا لیکن اس کے حلق سے پانی کا ایک قطرہ تک نہ اُتر سکا اور وہ پیاس ہی کی حالت میں مر گیا۔ (تذکرہ ص 68)

سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نصیحت:

دشمنوں سے جنگ اب ناگزیر ہو چکی تھی کیونکہ دشمن ہر صورت حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لڑنے کے لیے بھرپور تیاری میں تھے امام عالی مقام آنے والے حالات سے بے خبر نہیں تھے جب آپ کی تلوار صاف کی جا رہی تھی تو آپ نے یہ رجزیہ اشعار پڑھے۔

یادھر اف لك من خليل

كم لك بالاشراق والاصيل

من صاحب او طالب قتيل

والدهر لا يقنع يا بالبديل

وانما الامر الى الجليل

وكل حي سالك السبيل

ترجمہ: ''اے زمانے! ایک دوست کی طرف سے تجھ پر افسوس ہے کتنی ہی صبحیں اور شامیں گزر گئیں افسوس ہے مقتول دوست اور طلبگار کی طرف سے اور زمانہ بدل پر قناعت نہیں کرتا ہر معاملے کا دارومدار اللہ جلیل کے ہاں ہے ہر زندہ کو اس راستے پر جانا ہے۔''

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دو یا تین مرتبہ یہ رجزیہ اشعار پڑھے سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ اشعار سُنے تو اپنی چادر اطہر گھسیٹتی ہوئی اپنے بھائی امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچیں اور بے اختیار رو پڑیں کہا۔

Marfat.com

''اے کاش! آج کا دن دیکھنے کے لیے میں زندہ نہ رہتی ہائے میرے نانا میری ماں میرے باپ میرے بھائی سب ہمیں چھوڑ کر چلے گئے اے بھائی! اب ہمارا سہارا آپ ہی ہیں آپ کے بغیر ہم کیسے زندہ رہیں گے۔''

امام عالی مقام نے فرمایا زینب (رضی اللہ تعالیٰ عنہا)! ذرا حوصلے اور صبر سے کام لو اپنے حلم اور وقار کو شیطان کے حوالے نہ کرو۔ یہ سن کر سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی آنکھوں سے مزید آنسو نکل پڑے اور کہا اے میرے بھائی! آپ کے بدلے میں میں اپنی جان دینا چاہتی ہوں۔

یہ بات سن کر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھوں میں بھی آنسو آ گئے اور بہن سے فرمایا۔

''اے بہن! صبر کرو اللہ تعالیٰ پر نظر رکھو سب کو مرنا ہے اور ایک دن ایسا آنے والا ہے جب روئے زمین پر خدا کے سوائے اور کوئی باقی نہ رہے گا مسلمانوں کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی قابل تقلید ہے تم بھی اس کی پیروی کرو تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں کہ میرے انتقال کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کی خلاف ورزی نہ کرنا میرے لئے نہ گریبان چاک کرنا نہ منہ نوچنا نہ واویلا کرنا۔'' (الکامل ابن اثیر جلد چہارم ص 5)

صف بندی:

بہن سے رخصت ہو کر حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے جاں نثاروں کے پاس آئے جو ہتھیاروں سے مسلح اپنے آقا کے حکم کے منتظر تھے آپ نے سب سے پہلے ان کی صفیں قائم کیں میمنہ پر زہیر بن القین کو اور میسرہ پر حبیب ابن مظاہر کو امیر مقرر کیا اور علم حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا فرمایا۔ (تاریخ طبری جلد ششم ص 241)

امام عالی مقام کا دشمن سے خطاب:

امام عالی مقام نے جب دیکھا کہ دشمن حملہ کرنے کے لیے بے تاب ہے تو آپ اتمام حجت کے طور پر اُن کو آخری مرتبہ سمجھانے کی غرض سے اُن کی طرف بڑھے کہ شاید یہ لوگ لڑائی سے باز آ جائیں آپ گھوڑے پر سوار ہو کر دشمن کی صفوں کے قریب گئے اور ان کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

Marfat.com

"اے لوگو! تم میری بات سنو عجلت نہ کرو تا آنکہ جہاں تک مجھ پر واجب ہے میں تم کو سمجھا نہ لوں اور میں اپنے آنے کا سبب تم سے نہ بیان کرلوں۔ پس اگر تم میرے عذر کو قبول کرلو گے اور میری بات کی تصدیق کرو گے اور حق پسندی سے کام لو گے تو یہ تمہاری سعادت مندی ہے اور اس میں تمہارا کوئی نقصان نہ ہوگا اور اگر تم میرا عذر قبول کرنا نہ چاہتے ہو تو تم لوگ مجتمع ہو اور اپنے شرکاء کو یکجا کرو تاکہ تم پر کوئی امر مشتبہ نہ رہے اس کے بعد میرے سامنے آؤ اور مجھ پر ٹوٹ پڑو بلاشبہ اللہ میرا مددگار ہے جس نے کتاب اتاری اور صالحین کا ولی ہے۔"

امابعد تم لوگ میرے نسب پر نظر کرو اور دیکھو کہ میں کون ہوں پھر اپنی حالت کی طرف رجوع کرو کیا میرا قتل کرنا اور میری آبروریزی تمہیں روا اور جائز ہے؟ کیا میں تمہارے نبی کا نواسہ نہیں ہوں اور اس کے ولی کا بیٹا نہیں ہوں؟ کیا سیدالشہداء حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور جعفر طیار میرے باپ کے چچا نہ تھے کیا تم کو یہ خبر پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے اور میرے بھائی کے حق میں فرمایا ہے کہ یہ دونوں نوجوانان جنت کے سردار ہیں۔

پس جو کچھ میں نے کہا ہے تم اس کی تصدیق کرو خدا کی قسم! میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا اور اگر تم مجھے جھوٹا سمجھتے ہو تو تم میں ایسے لوگ موجود ہیں کہ اگر ان سے دریافت کرو تو وہ تمہیں اس سے آگاہ کریں گے جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عبداللہ ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ خدری سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن سعد زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ارقم اور انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن مالک ابھی زندہ ہیں ان سے دریافت کرو یہ تمہیں بتائیں گے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا سنا ہے کیا تم میں کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو تم کو میری خوں ریزی سے روک دے اگر تمہیں میرے بیان پر شبہ ہے یا میرے نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہونے پر شک کرتے ہو تو واللہ مشرق و مغرب کے مابین میرے سوائے تم میں یا کسی غیر میں تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی نواسہ موجود نہیں ہے۔

آخر تم مجھ سے کس بات کا عوض طلب کرتے ہو کیا میں نے تم میں سے کسی کو قتل کر دیا ہے کسی کا مال مار لیا ہے آخر کس بات کا قصاص چاہتے ہو۔ (تاریخ طبری جلد ہفتم ص 329-330)

اس کے بعد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شیث بن ربعی حجار بن ابجر قیس بن اشعث اور یزید

Marfat.com

بن حارث کو نام لے لے کر پکارا اور ان سے دریافت کیا کہ کیا تم لوگوں نے مجھ کو اپنے خطوط میں یہ نہیں لکھا تھا کہ فصل پک چکی ہے خرموں کے باغات سرسبز ہیں دریا طغیانی پر ہیں لشکر آراستہ ہیں آپ فی الفور آجایئے۔ مگر ان سب لوگوں نے بیک زبان اپنے لکھے ہوئے خطوط کا انکار کر دیا اس پر آپ نے فرمایا..... سبحان اللہ بخدا یہ خط تم ہی نے لکھے تھے لیکن اگر اب تمہیں میرا آنا پسند نہیں ہے تو میرا پیچھا چھوڑ دو میں کسی طرف نکل جاؤں گا آپ کی تقریر سن کر قیس بن اشعث نے کہا کہ آپ اپنے چچا زاد بھائی کی بات کیوں نہیں مان لیتے (یعنی یزید کی بیعت کیوں نہیں کر لیتے) وہ آپ کی مخالفت نہیں کریں گے اور نہ آپ کے ساتھ بدسلوکی سے پیش آئیں گے اس کے جواب میں حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ۔

''آخر تم انہیں کے تو بھائی ہو بخدا میں ذلت کے ساتھ اس کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ کبھی نہ دوں گا اور نہ اس طرح قول وقرار کروں گا جس طرح غلام کرتا ہے۔'' (تاریخ طبری جلد ہفتم ص 330)

مورخین تحریر کرتے ہیں کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دشمنوں کے لشکر سے خطاب کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا۔

''اے اہل عراق! تم خوب جانتے ہو کہ میں نواسہ رسول ہوں فرزند بتول اور جگر گوشہ علی المرتضیٰ اور برادر حسن مجتبیٰ ہوں۔ دیکھو یہ عمامہ کس کا ہے؟ غور کرو کہ اب تک اگر عیسیٰ علیہ السلام کا گدھا بھی باقی ہوتا تو تمام عیسائی قیامت تک اس گدھے کی پرورش اور نگہداشت میں مصروف رہتے ہر دین وملت کے لوگ اپنے پیشواؤں کی یادگار کو دوست رکھتے ہیں پس میں تمہارے رسول کا نواسہ ہوں علی شیر خدا کا فرزند ہوں اگر تم میرے ساتھ کوئی سلوک نہیں کر سکتے تو کم از کم مجھے قتل ہی نہ کرو بتاؤ تم نے کس وجہ سے میرا اور میرے ساتھیوں کا پانی بند کر رکھا ہے کیا میں نے تم میں سے کسی کا خون کیا ہے یا کسی کی جاگیر ضبط کی ہے جس کا بدلہ تم مجھ سے لے رہے ہو تم نے خود مجھ کو یہاں بلایا اور اب یہ اچھی میری مہمان نوازی کر رہے ہو ذرا سوچو کہ تم کیا کر رہے ہو۔''

امام عالی مقام جس وقت تقریر فرما رہے تھے آپ کی آواز خیموں میں موجود خواتین تک بھی پہنچ رہی تھی کہ خیمے سے عورتوں کے رونے کی آواز آئی آپ نے حضرت عباس وحضرت علی اکبر

Marfat.com

رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو انہیں خاموش کرانے کے لیے بھیجا اور فرمایا ان سب کو رونے سے منع کرو اور کہو ذرا صبر کرو کہ ابھی تمہیں بہت رونا ہے دونوں حضرات گئے اور خواتین کو رونے سے باز رکھا اس کے بعد حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پھر دشمن کے لشکر سے مخاطب ہوئے اور فرمایا۔

''اے اہل کوفہ! تمہیں میرا حسب ونسب معلوم ہے جس کا مثل آج روئے زمین پر نہیں ہے پھر سوچ لو کہ تم نے خود ہی مجھے خطوط لکھ کر بلایا ہے پھر اب میرے خون کے پیاسے کیوں ہو گئے ہو دیکھو یہ تمہارے خطوط ہیں۔''

امام عالی مقام کے خطاب کے دوران شمر لعین نے مداخلت کی اور بدتمیزی سے پیش آیا اس پر حبیب بن مظاہر نے اسے سخت جواب دیا اور کہا تیرے دل پر تو اللہ تعالیٰ نے مہر لگا دی ہے اس لیے تجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہی کہ امام عالی مقام کیا فرما رہے ہیں۔ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی باتوں کا جب دشمنوں پر کوئی اثر نہ ہوا اور انہوں نے آپ کی ہر بات کا انکار کیا تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ حجت تمام ہوئی مجھ پر کوئی حجت نہ رہی۔ (تذکرہ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ص 70)

زہیر بن قین کا خطاب:

جب حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اتمام حجت پوری کر لی تو حضرت زہیر بن قین نے چاہا کہ وہ بھی کوشش کریں کہ شاید کوفیوں کو سمجھ آ جائے اور وہ جنگ کے ارادے سے باز آ جائیں چنانچہ اس مقصد کے لیے گھوڑے پر سوار ہو کر ان کی طرف بڑھے اور ان سے مخاطب ہو کر کہا۔

''اے کوفیو! عذاب الٰہی سے ڈرو عذاب الٰہی سے ڈرو ایک مسلمان کے لیے واجب ہے کہ وہ اپنے دوسرے مسلمان بھائی کی خیر خواہی کرے ہمارے اور تمہارے درمیان جب تک تلوار نہیں نکلی اُس وقت تک ہم آپس میں بھائی بھائی ہیں ہمارا دین ایک ہے ہماری ملت ایک ہے تمہیں ہماری خیر خواہی کرنی چاہیے البتہ جب ہمارے اور تمہارے درمیان تلواریں نکل آئیں گی تو پھر مروت بھی جاتی رہے گی۔''

اے کوفیو! خدا نے ہم سب کو اپنے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اولاد کے متعلق

Marfat.com

آزمائش میں مبتلا کیا ہے تاکہ وہ دیکھ لے کہ ہم کیا کرتے ہیں اور تم کیا کرتے ہو ہم تمہیں اس بات کی طرف بلاتے ہیں کہ عبیداللہ ابن زیاد کا ساتھ چھوڑ دو اور رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اولاد کا ساتھ دو ان کی مدد کرو تمہیں ان دونوں (ابن زیاد اور یزید) کے دور حکومت میں سوائے برائی کے اور کچھ دکھائی نہیں دے گا یہ تمہارے لوگوں کی آنکھیں نکلوا دیتے ہیں ہاتھوں کو کٹوا دیتے ہیں پاؤں کو قطع کر دیتے ہیں کان بازو اور سر تک اُڑا دیتے ہیں تمہارے لوگوں کی لاشیں درختوں پر لٹکا دیتے ہیں انہوں نے تمہارے بزرگوں کو تمہارے قاریوں کو حجر بن عدی اور ان کے ساتھیوں اور ہانی بن عروہ اور ان جیسے بہت سے لوگوں کو قتل کر دیا۔

اہل کوفہ حضرت زہیر بن قین کی باتیں سُن کر طیش میں آ گئے اور ان کے سر کردہ لوگوں نے ان سے تلخ کلامی کی عبیداللہ بن زیاد کے حق میں نعرے لگائے اور کہا اب تو ہم جب تک تمہارے سردار اور ان کے حامیوں کو موت کے گھاٹ نہ اتار لیں یا ان کو گرفتار کر کے ابن زیاد کے پاس نہ لے جائیں اُس وقت تک ہم یہاں سے نہیں جائیں گے۔

اہل کوفہ کا یہ تکبرانہ جواب سُن کر حضرت زہیر بن قین دوبارہ ان سے مخاطب ہوئے اور کہا۔

”اے کوفیو! کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اولاد ابن سمیہ سے زیادہ مدد و حمایت کی حقدار ہے اگر تم لوگ ان کی مدد نہیں کرتے تو خدا کے لیے انہیں قتل تو نہ کرو ان کو ان کے ابن عم یزید کی مرضی پر چھوڑ دو۔“

• یہ بات شمر کو بہت زیادہ ناگوار گزری۔ اور اس نے غضبناک ہو کر ایک تیر حضرت زہیر بن قین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف چلایا۔ اور غصے سے بولا خدا تیری بکواس کو خاموش کرائے۔ تم نے تو ہمارا دماغ پریشان کر دیا ہے۔ شمر کی اس حرکت سے حضرت زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی غصے میں آ گئے اور شمر سے کہا۔

”اے اس باپ کے بیٹے جس کا پیشاب ایڑھیوں تک بہہ کر آ جاتا تھا میں تجھ سے مخاطب نہیں ہوں خدا کی قسم! میں جانتا ہوں کہ تو قرآن مجید کی دو آیات کو بھی نہیں سمجھ سکتا تجھے روز قیامت کی رسوائی اور جہنم کا عذاب مبارک ہو۔“

شمر یہ بات سن کر بولا خدا تمہیں اور تمہارے سردار کو بھی قتل کرے گا اُس پر حضرت زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔

Marfat.com

''تم کیا مجھے موت سے ڈراتے ہو خدا کی قسم! میں حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ساتھ مر جانا تم لوگوں کے ساتھ زندہ رہنے سے اچھا سمجھتا ہوں۔''

پھر دشمنوں کے لشکر کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

''اے اللہ کے بندو! اس بدبخت کی باتیں سن کر اپنے دین سے روگردانی نہ کرنا خدا کی قسم! یہ لوگ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت حاصل نہ کر سکیں گے۔ جنہوں نے اہل بیت اطہار اور ان کا ساتھ دینے والوں ان کے مددگاروں ان کو بچانے والوں کا خون بہایا۔''

اسی اثناء میں حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھیوں میں سے کسی نے حضرت زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آواز دی کہ ابو عبداللہ تمہیں واپس بلا رہے ہیں اور فرماتے ہیں کہ مجھے اپنی جان کی قسم! اگر مومن آل فرعون نے اپنی قوم کو بھلائی اور حق کی طرف بلانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تو تم نے بھی ان لوگوں کی خیر خواہی کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی کاش کہ تمہاری یہ خیر خواہی اور انتہا درجہ کی کوشش ان کے لے فائدہ مند ہوتی۔ (تاریخ طبری جلد پنجم)

حضرت حُر لشکر یزید سے نکل آئے:

حضرت حُر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اگرچہ لشکر یزید میں شامل تھے اور ایک فوجی دستے کے سالار تھے مگر موجودہ صورتحال کو وہ دل سے قبول نہیں کر رہے تھے عجیب کشمکش کے عالم میں تھے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقریر نے ان کو بے چین کر کے رکھ دیا تھا کبھی لشکر یزید کی عظیم الشان ہیبت وجلال آمیز وسعت کو دیکھتے تھے اور کبھی نواسہ رسول کی بے بسی و بیکسی دیکھ کر پریشان ہو رہے تھے اچانک کسی خیال نے انہیں ہلا کر رکھ دیا اُن کا جسم تھر تھر کانپنے لگا اپنے گھوڑے کو بڑھا کر عمرو بن سعد کے پاس گئے اور اس سے پوچھا اے ابن سعد! کیا تم واقعی حسین ابن علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے جنگ کرو گے؟ ابن سعد نے اثبات میں جواب دیا اور کہا ایسی جنگ کروں گا کہ جس میں سر بارش کی طرح گریں گے۔ حضرت حُر نے کہا تجھے اللہ اور اس کے رسول کا کوئی خوف نہیں ہے ابن سعد یہ سن کر خاموش ہو گیا لیکن اس ہمت اور جراءت کے ساتھ حضرت حُر کا یہ کہنا اسے حیران کر دینے کے لیے کافی تھا۔

حضرت حُر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمرو بن سعد کو خاموش دیکھا تو اس سے پرے ہٹ گئے ان

Marfat.com

کے قبیلے کے ایک شخص مہاجر بن اوس نے ان کی طرف دیکھا اور پوچھا تم پر اس قدر خوف وہراس کیوں طاری ہے حالانکہ مجھ سے جب بھی کسی نے پوچھا کہ کوفہ میں سب سے زیادہ بہادر کون ہے تو میں تمہارے سوا کسی کا نام نہیں لیتا لیکن اس وقت تمہاری جو حالت میں دیکھ رہا ہوں اس کی وجہ کیا ہے حضرت حُر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نواسے کے ساتھ جنگ کرنا گویا اپنی عاقبت سے جنگ کرنا ہے میں اس وقت جنت اور جہنم کے درمیان کھڑا ہوں لیکن خدا کی قسم! میں کسی بھی چیز کے بدلے میں جنت کو نہیں چھوڑوں گا خواہ میرے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے آگ میں جلا دیا جائے یہ کہتے ہوئے اپنے گھوڑے کو بڑھایا اور امام عالی مقام کے خیموں کی طرف بڑھے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آ کر آپ کے قدموں پر گر گئے اور کہا۔

"اے ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں ہی وہ بدبخت انسان ہوں جو آپ کے راستے میں رکاوٹ بنا اور جس نے آپ کو واپس نہ جانے دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ محصور کر دیئے گئے۔ لیکن خدا کی قسم مجھے یہ نہ معلوم تھا کہ یہ لوگ آپ کی ساری شرائط کو رد کر کے اس حد تک پہنچ جائیں گے اگر مجھے یہ معلوم ہوتا تو میں آپ کا راستہ کبھی نہ روکتا میں اپنی غلطیوں پر نادم ہوں اور اپنی جان آپ پر سے نثار کرنے کے لیے پیش کرتا ہوں کیا میری توبہ قبول ہو جائے گی۔"

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ حُر کے اس بلند کردار اور اس کے پاکیزہ جذبات و خیالات سے بے حد متاثر ہوئے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری توبہ ضرور قبول کرلے گا تم دنیا وآخرت دونوں میں حُر (یعنی آزاد) ہو۔ (تاریخ طبری جلد ہفتم ص 330)

اس حوالے سے بعض مورخین نے لکھا ہے کہ جب حضرت حُر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنا گھوڑا بڑھا کر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچے تو گھوڑے سے اتر کر معافی مانگتے ہوئے کہا۔

"اے ابن رسول اللہ! میری غلطی معاف فرما دیجیے میں اب تک اس خیال میں تھا کہ شاید آپ میں اور اہل کوفہ میں صلح ہو جائے گی لیکن اب حالات وواقعات مجھے ایسے دکھائی نہیں دیتے اس لیے اب مجھ سے صبر نہیں ہو سکتا کہ میں اہل بیت اطہار اور فرزندان رسول کی ایسی بے عزتی اپنی آنکھوں سے دیکھوں میں اپنے افعال سے تائب ہوتا ہوں آپ مجھے اپنی خدمت کے لیے

Marfat.com

قبول فرمائیے۔"

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت حُر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تھپکی دی اور ان کے حق میں دعا کی پھر فرمایا اے حُر! تم کچھ خوف نہ کرو توبہ ایک ایسی چنگاری ہے جو منوں گناہ کے بارود کو ذرا سی دیر میں ختم کر دیتی ہے اللہ تعالیٰ تمہاری توبہ ضرور قبول فرمائے گا اور تمہیں اس خلوص اور محبت کا صلہ عطا فرمائے گا تم ہمارے مہمان ہو تمہاری حفاظت ہم پر فرض ہے جاؤ خیمہ میں جا کر بیٹھو حضرت حُر رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھوڑے پر پھر سے سوار ہو گئے اور کہا آپ کی مدد کے لیے میرا گھوڑے پر رہنا اترے رہنے سے بہتر ہے میں اب شہید ہونے کے بعد ہی گھوڑے سے اتروں گا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے جو تم چاہتے ہو تمہیں کرنے کی اجازت ہے۔ (حیات امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

حضرت حُر کا یزیدی لشکر سے خطاب:

حضرت حُر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی کوشش کی کہ لشکر یزید کو سمجھائیں اور انہیں حقیقت اور حق وصداقت سے آگاہ کریں تاکہ وہ لوگ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جنگ نہ کریں چنانچہ اس مقصد کے لیے حضرت حُر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوفیوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

"اے لوگو! حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمہارے سامنے تین شرطیں پیش کیں تم ان میں سے کوئی ایک صورت قبول کر کے اپنے ہاتھوں کو ان کے خون میں آلودہ ہونے سے کیوں نہیں بچا لیتے پہلے تو تم نے انہیں اپنے ہاں بلایا۔ جب وہ تمہاری دعوت پر آ گئے تو تم ان کی حمایت سے دست کش ہو گئے اور اب انہیں قتل کرنا چاہتے ہو۔ تم نے ان کا محاصرہ کر کے اللہ تعالیٰ کی وسیع زمین کو ان پر تنگ کر دیا اور اب وہ اپنے اہل بیت کو لیکر کسی پُر امن جگہ جا ہی نہیں سکتے۔ تم نے انہیں بالکل قیدی بنا رکھا اہل ہے اور ان کے لئے فرات سے پانی لینا بھی ممنوع قرار دے دیا ہے حالانکہ یہ پانی یہودیوں عیسائیوں اور مجوسیوں پر بھی بند نہیں۔ سُور اور کُتّے تک اسے پیتے ہیں لیکن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے بیت حالت تشنگی میں تڑپ رہے ہیں۔ تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد سے اچھا سلوک کیا اگر تم نے اپنی ضد نہ چھوڑی تو یاد رکھو کہ حشر کے دن خداوند تعالیٰ تمہیں بھی پیاسا رکھ کر تڑپائے گا۔" (الکامل ابن اثیر جلد چہارم ص 54-55)

......☆☆☆......

Marfat.com

جنگ کا آغاز

دنیا کی تاریخ کی یہ پہلی جنگ تھی کہ جس میں ایک طرف چند درجن افراد جبکہ دوسری طرف ہزاروں کی تعداد میں جنگجو سپاہی تھے امام عالی مقام تو اپنے چند ساتھیوں اور اہل بیت اطہار کے ساتھ کوفیوں کی دعوت پر اس طرف آئے تھے نہ کہ ان سے جنگ کرنے کیلئے مگر یزید اور اس کے بدبخت حمائیتیوں نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اُن کے ساتھیوں حتیٰ کہ خواتین اور بچوں کو کربلا کے میدان، میں گھیر لیا اور محصور کر کے رکھ دیا کہ کسی طرف نکل کر نہ جاسکیں چشم فلک نے ایسا ظلم کبھی نہ دیکھا ہوگا کہ صحرا کی شدید گرمی میں اہل بیت اطہار اور ان کے جانثاروں پر پانی بھی بند کر دیا گیا بھوک اور پیاس سے نڈھال ان مٹھی بھر افراد کو جنگ کے لیے مجبور کر دیا گیا ظالم دشمن ایک لمحہ ضائع کیئے بغیر ان کو صفحہ ہستی سے مٹانے کی فکر میں تھے یہی وجہ تھی کہ اُن پر کسی کی باتوں کا کوئی اثر نہیں، ہوتا تھا حضرت حُر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پر اثر تقریر بھی ان کو متزلزل نہ کر سکی ابن سعد اور اس کے حواری تو اس بات کا تہیہ کر چکے تھے کہ یا تو ہم حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یزید کی بیعت لیں گے یا انہیں قتل کر دیں گے۔

عمرو بن سعد کی طرف سے حملہ کا آغاز:

حضرت حُر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب اپنی تقریر ختم کر چکے تو عمرو بن سعد نے اپنی کمان کا چلہ چڑھایا اس کی فوج کا علمبردار اُس کا غلام زوید اس کے ساتھ تھا اس نے اس کو آگے کی طرف بڑھایا اور بآواز بلند بولا لوگو! گواہ رہنا کہ حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی طرف سب سے پہلا تیر میں نے پھینکا ہے یہ کہتے ہوئے اس نے تیر چلا کر جنگ کا آغاز کر دیا یہ تیر سنسناتا ہوا آیا اور حضرت حُر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قریب گر گیا یہ گویا عمرو بن سعد کی طرف سے جنگ کا اعلان تھا عربوں کے دستور کے مطابق عام جنگ سے قبل دونوں طرف سے ایک ایک شخص نکل کر اپنا

Marfat.com

مدمقابل طلب کیا کرتا ہے اس لیے اس مرتبہ بھی اسی طرح ہی ہوا اور میدان جنگ میں دشمنوں کے لشکر سے باری باری چند جنگجو نکلے اور انہوں نے اپنے مدمقابل آنے کے لیے دعوت دی۔

عبداللہ بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہادری:

قبیلہ بنی علیم سے تعلق رکھنے والے حضرت عبداللہ بن عمیر کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفہ میں رہائش رکھتے تھے ایک روز انہوں نے مقام نخلیہ میں ایک فوجی لشکر کو جاتے ہوئے دیکھا تو لوگوں سے پوچھا کہ یہ لشکر کہاں جا رہا ہے ان کو بتایا گیا کہ یہ لشکر نواسہ رسول حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جنگ کے لیے جا رہا ہے سن کر بہت حیران ہوئے اپنی بیوی کے پاس آئے بیوی بھی نیک سیرت اور مُحب اہل بیت تھی اُم وہب نام تھا حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی بیوی کو خلوت میں بلایا اور ساری بات بتاتے ہوئے کہا کہ میں نواسہ رسول حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھیوں میں شامل ہو کر ان کے دشمنوں سے لڑنا چاہتا ہوں نیک طینت بیوی نے ان کے ارادے کو سراہا اور کہا اللہ تعالیٰ تمہارے ارادے کو پورا فرمائے مگر میں بھی تمہارے ساتھ جاؤں گی یہ سُن کر حضرت عبداللہ بن عمیر کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خوش ہو گئے۔ اور دونوں میاں بیوی راتوں رات وہاں سے نکلے۔ اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو گئے۔

عمرو بن سعد کی طرف سے جب پہلا تیر چلا کر اعلان جنگ کیا گیا اور پھر اس کے لشکر سے دو جنگجو نکل کر میدان میں آئے ان میں سے ایک زیاد بن سفیان کا آزاد کردہ غلام یسار تھا جبکہ دوسرا شخص عبیداللہ بن زیاد کا آزاد کردہ غلام سالم تھا۔ ان دونوں نے میدان میں آتے ہی اپنے مدمقابل طلب کیئے تو حضرت حبیب بن مظاہر اور حضرت بریر بن حضیر ان کے مقابلے کے لیئے آگے بڑھنے لگے امام عالی مقام نے ان کو روک دیا اسی اثناء میں حضرت عبداللہ بن عمیر کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ سے میدان جنگ میں جانے کی اجازت طلب کی آپ نے ان کی طرف دیکھا ان کے جسم کا بھرپور جائزہ لیا۔ یہ قوی ہیکل جوان تھے آپ نے ان کو مقابلے پر جانے کی اجازت دے دی۔ چنانچہ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تیزی سے دشمن کے جنگجوؤں کی

Marfat.com

دشمن کے دو جنگجوؤں کے مقابلے میں یہ تنہا سامنے آئے تو انہوں نے پوچھا تم کون ہو حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بلند آواز سے اپنا نام ونسب بتایا تو وہ کہنے لگے ہم تمہیں نہیں جانتے ہمارے مقابلے پر حبیب بن مظاہر بریر بن حفیر اور زہیر بن قین کو آنا چاہیے۔ یسار جو کہ اس وقت زیادہ قریب تھا حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس پر یہ کہتے ہوئے حملہ آور ہوئے او فاحشہ کے بیٹے مجھ سے لڑنے میں تجھے اپنی بے عزتی محسوس ہوتی ہے تلوار کا ایک ایسا بھرپور وار کیا کہ یسار اُسی وقت ہلاک ہو گیا یہ دیکھ کر سالم نے یکدم حملہ کر دیا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بائیں ہاتھ سے اس کی تلوار کو روکنا چاہا جس سے ان کے ہاتھ کی انگلیاں کٹ گئیں مگر پلٹ کر ایک زبردست وار سے سالم کو بھی ہلاک کر دیا۔

حضرت اُم وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہا دور سے اپنے خاوند کو دشمنوں سے لڑتا ہوا دیکھ رہی تھیں اپنے خاوند کو جب زخمی حالت میں دیکھا تو جوش میں آ کر اِدھر اُدھر دیکھا کہ کوئی چیز ہاتھ آ جائے جس سے دشمنوں پر حملہ آور ہوں مگر جب کوئی ہتھیار نہ ملا تو خیمے کی چوب اُٹھا کر آگے بڑھیں اپنے خاوند کی ہمت بندھاتے ہوئے کہا میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں تم نواسہ رسول کی طرف سے لڑتے جاؤ بیوی کی آواز سن کر حضرت عبداللہ بن عمیر کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور ان کو واپس جانے کو کہا مگر وہ واپس جانے کے لیے تیار نہ ہوئیں حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک ہاتھ میں تلوار تھی جبکہ دوسرے ہاتھ کی انگلیاں کٹی ہوئی تھیں اس کے باوجود بیوی کو دھکیلتے ہوئے واپس کرنا چاہا مگر اُم وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان سے اپنا آپ چھڑا لیا اور کہا میں ہرگز تمہارا ساتھ نہیں چھوڑوں گی میں بھی تمہارے ساتھ ہی جان دوں گی۔

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے آپ نے آواز دی اللہ تعالیٰ تم دونوں کو جزائے خیر دے اے اُم وہب! تم واپس آ جاؤ عورتوں پر قتال واجب نہیں اُم وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے امام عالی مقام کا حکم سنا تو واپس آ گئیں اور روتے ہوئے عرض کی اے فرزند رسول اس لونڈی کو اپنے قدموں پر جانثاری کا موقع عطا فرمائیے۔ مگر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو میدان جنگ میں جانے کی اجازت نہ دی۔ (تاریخ طبری۔ نور العین۔ عناصر

Marfat.com

الشہادتین)

حضرت عبداللہ اور اُم وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شہادت:

عمرو بن سعد کے لشکر کی طرف سے حضرت عبداللہ بن عمیر کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تیروں اور نیزوں سے حملہ کر دیا گیا انہوں نے بڑی بے جگری سے ان کا مقابلہ کیا دشمن کے مزید دو سپاہیوں کو ہلاک کیا بہت سے زخمی بھی کیئے بالآخر بکیر بن حی تمیمی اور ہانی بن شبیث حضرمی نے بھر پور حملہ کر کے شہید کر دیا۔ ان کی لاش میدان جنگ میں پڑی ہوئی تھی اُم وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہا دوڑتی ہوئی اپنے خاوند کی لاش کے پاس آئیں اور روتے ہوئے ان کے چہرے سے گرد صاف کرتے ہوئے کہتی جاتی تھیں تمہیں جنت مبارک ہو جنت کی سیر مبارک ہو شمر لعین یہ دیکھ رہا تھا اس نے اپنے ایک غلام کو آواز دی کہ اس عورت کو بھی ختم کر دو وہ غلام تیزی سے آگے بڑھا اور حضرت اُم وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سر پر وار کیا جس سے وہ جام شہادت نوش کر گئیں۔ (تاریخ طبری جلد پنجم)

حضرت وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ میدان جنگ میں:

حضرت عبداللہ بن عمیر کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے حضرت وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھیوں میں شامل تھے۔ یہ اپنے والدین کے ساتھ ہی کوفہ سے نکل کر آئے تھے۔ ان کی شادی کو صرف سترہ دن ہوئے تھے والد کی شہادت کے بعد حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور میدان جنگ میں جانے کی اجازت طلب کی۔

ان کی اہل بیت اطہار سے محبت اور جانثاری کا واقعہ یہ ہے کہ یہ جب اپنے والدین کے ہمراہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے روانہ ہونے لگے تو ان کی نوبیاہتا بیوی نے دامن تھام کر کچھ کہنا چاہا تو اُس کے کہنے سے پہلے ہی حضرت وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کیا تم مجھے جنت میں جانے سے روکتی ہو؟ مجھے اس بات کا بخوبی احساس ہے کہ تیری شادی کو ابھی سترہ روز ہوئے ہیں اور خاوند کی حیثیت سے میں تمہارا کماحقہ حق ادا نہیں کر سکا لیکن اس کے ساتھ ہی مجھے یہ بھی دکھائی دے رہا ہے کہ امام عالی مقام اس وقت

Marfat.com

مصیبت میں گھرے ہوئے ہیں اور اہل بیت اطہار کی عفت مآب بیبیاں بے بسی اور پریشانی میں مبتلا ہیں لہذا میری بات غور سے سنو میں امام عالی مقام کے لیے سب کچھ قربان کر سکتا ہوں اس لیے تمہارا مجھے روکنا بے سود ہے۔

حضرت وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی نے روتے ہوئے کہا اے میرے سرتاج! میں نے آپ کو اس لیے نہیں روکا کہ آپ اہل بیت اطہار پر جان نثار کرنے کے لیے جا رہے ہیں بلکہ میں تو آپ سے اپنا حق اس طرح سے طلب کرتی ہوں کہ جب آپ کو شہادت کا رتبہ حاصل ہو جائے اور آپ کی ملاقات حوض کوثر پر سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہو تو۔ ان کی خدمت میں میرا اسلام عرض کرنا۔ اور کہنا کہ وہ قیامت کے روز مجھے اپنے دامن اطہر میں جگہ عطا فرمائیں۔ حضرت وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیوی کی بات سن کر بہت خوش ہوئے۔ پھر جب حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو میدان جنگ میں جانے کی اجازت مرحمت فرمائی تو یہ بے جگری سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ (مرج البحرین، نور العین)

ابن حوزہ کی ہلاکت:

بنی تمیم سے تعلق رکھنے والا عبداللہ ابن حوزہ بھی یزیدی لشکر میں شامل تھا یہ گھوڑے پر سوار میدان میں نکلا اور پکار کر کہا حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کہاں ہیں میں ان کو دوزخ کی بشارت دیتا ہوں امام عالی مقام نے اس کے یہ الفاظ سُن کر فرمایا تم جھوٹ بولتے ہو میں تو رب رحیم و کریم کے پاس جاتا ہوں آپ نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا یہ کون شخص ہے؟ آپ کو بتایا گیا کہ یہ ابن حوزہ ہے آپ نے دعا فرمائی یا اللہ! اسے دوزخ میں بھیج۔

یہ سُن کر ابن حوزہ نے غضبناک ہو کر اپنا مد مقابل طلب کیا مگر اس سے قبل کہ امام عالی مقام کے ساتھیوں کی طرف سے کوئی جانثار نکل کر اس کے مقابلے پر جاتا اس کا گھوڑا بدک گیا اور اس طرح گرا کہ ابن حوزہ اس کی پیٹھ کے ساتھ لٹک گیا اس کا پاؤں رکاب میں الجھ گیا گھوڑا پھر اُٹھا اور بھاگنے لگا ابن حوزہ بھی ساتھ ساتھ زمین سے رگڑتا جاتا تھا اسی طرح رگڑ رگڑ کر مر گیا۔ (عناصر الشہادتین)۔

ابن حوزہ کی عبرتناک موت دیکھ کر عمرو بن سعد کی فوج میں شامل ایک کوفی مسروق بن وائل

Marfat.com

حضرمی دہشت زدہ ہوگیا حالانکہ اس نے اس نیت کے ساتھ یزیدی لشکر میں شمولیت اختیار کی تھی کہ اگر اسے موقع ملا تو وہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر کاٹ کر ابن زیاد کے پاس لے کر جائے گا مگر جب اُس نے ابن حوزہ کی موت کا بھیانک منظر دیکھا تو اس قدر خوفزدہ ہوا کہ یہ کہتا ہوا کوفہ کی طرف بھاگ نکلا کہ میں کبھی بھی حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے نہیں لڑوں گا جب اس کے بھائی نے اس سے اس بات کا سبب پوچھا تو وہ بولا میں نے اس خاندان کے لوگوں سے ایسی بات دیکھی ہے کہ میں ان سے کبھی نہیں لڑوں گا۔ (تاریخ طبری حصہ چہارم)

حضرت بریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت:

ابن حوزہ کے بعد یزیدی لشکر کی طرف سے یزید بن معقل نکلا اور اپنے مد مقابل کو طلب کیا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے حضرت بریر بن خضیر ہمدانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے مقابلے کے لئے نکلے۔ دونوں میں تلوار چلنے لگی آخر حسینی مجاہد بریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلوار نے یزیدی جنگ آزما کا کام تمام کر دیا یزید بن معقل کے بعد یزیدی لشکر کے ایک شخص رضی بن منقذ نے آگے بڑھ کر بریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر وار کیا مگر بریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کا وار روک کر اس سے لپٹ گئے اور اٹھا کر دے مارا پھر اس کے سینے پر چڑھ گئے یہ دیکھ کر یزید کی فوج کا ایک اور جنگ آزما کعب بن جابر نیزہ تولتا آگے بڑھا اور بریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر پشت کی جانب سے حملہ کیا نیزہ ان کی پیٹھ میں لگا اور پار ہوگیا بریر اس حملے کی تاب نہ لا کر گر پڑے اس کے بعد کعب نے تلوار مار کر بریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کر دیا اس طرح رضی بن منقذ کی جان بچ گئی اور اس نے اٹھ کر کعب کا شکریہ ادا کیا۔ (تاریخ طبری جلد ششم ص 347)

حضرت حُر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت:

اس کے بعد حُر بن یزید تمیمی حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لشکر سے نکلے اور اپنا مد مقابل طلب کیا۔ یزیدی لشکر سے یزید بن سفیان نکلا مگر حضرت حُر کے ایک ہی وار میں ہلاک ہو گیا اس کے بعد نافع بن ہلال حسینی لشکر سے نکلے یزیدی فوج سے مزاحم بن حریث مقابلے کیلئے آیا مگر یہ بھی حضرت نافع کے ہاتھوں مارا گیا۔

چونکہ انفرادی جنگ میں حسینی فوج کا پلہ بھاری تھا اور یزیدی فوج کی طرف سے جو مقابلے

Marfat.com

کے لئے نکلتا تھا ہلاک ہو جاتا تھا۔ اس لئے افواج یزید کے میمنہ کے سالار لشکر عمرو بن الحجاج نے عمرو بن سعد کو مشورہ دیا کہ اگر جنگ کا یہی انداز رہا تو تھوڑی دیر میں ہمارا صفایا ہو جائے گا۔ بہتر یہ ہے کہ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھیوں پر یکبارگی حملہ کر دیا جائے ابن سعد نے ابن حجاج کی اس تجویز سے اتفاق کیا اور عمرو بن حجاج کو حکم دیا کہ تم اپنے دستے کو لے کر عام حملہ کر دو چنانچہ یزیدی لشکر کی طرف سے یکدم حملہ کر دیا گیا۔

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھیوں میں بھی جوش وخروش پیدا ہوا اور دشمنوں کا حملہ روکنے کے لئے جانثاروں کی ایک جماعت آگے بڑھی ان میں حضرت حُر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے جو یہ رجز پڑھتے ہوئے دشمن کی طرف بڑھے۔

الیت لا اقتل حتی اقتلا

دلن اصاب الیوم الامقبلا

اضربهم بالسيف ضربا مفصلا

لانا کلا عنهم ولا محصلا

''میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جب تک دشمنوں کو ہلاک نہ کر دوں قتل نہ ہوں گا اور اس وقت تک قتل نہ ہوں گا جب تک کہ دشمن کی طرف پیش قدمی نہ کر لوں آج میں شمشیر زنی کروں گا ایسی شمشیرزنی جو فیصلہ کن ثابت ہوگی میں پیچھے نہ ہٹوں گا اور نہ کمزوری دکھاؤں گا۔''

اس حوالے سے علامہ طبری لکھتے ہیں کہ اس سے قبل جب حضرت حُر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یزیدی فوج سے نکل کر امام عالی مقام سے جا ملے تو یزیدی فوج کے ایک شخص یزید بن سفیان نے جو کہ بنی شقرہ سے تعلق رکھتا تھا کہا خدا کی قسم! اگر میں حُر کو یہاں سے جاتے ہوئے دیکھتا تو برچھی لے کر اس کا تعاقب کرتا فریقین میں لڑائی شروع ہوئی تو دشمن دیکھ رہا تھا کہ حضرت حُر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑھ چڑھ کر حملے کر رہے ہیں ان کے گھوڑے کے چہرے سے تلواروں کی ضربیں لگنے سے خون بہہ رہا ہے۔

یہ دیکھ کر پولیس کے سربراہ حصین بن نمیر نے یزید بن سفیان سے کہا کیا اسی حُر کو تم قتل کرنے

Marfat.com

کے خواہاں تھے اس نے اثبات میں جواب دیا اور پھر مقابلے کے لیئے آگے بڑھا اور حضرت حُر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مخاطب ہو کر بولا مجھ سے لڑو گے حضرت حُر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کی طرف لپکے۔ اور فرمایا ہاں میں تجھ سے لڑوں گا اس کے ساتھ ہی حضرت حُر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس پر جھپٹے ان کی پھرتی اور جرات کا اعتراف کرتے ہوئے حصین بن نمیر کہتا ہے کہ حُر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو دیکھ کر خدا کی قسم یوں لگتا تھا۔ کہ مقابل کی جان اس کی مٹھی میں ہے۔ اس نے پلک جھپکتے ہی یزید بن سفیان کو ہلاک کر دیا۔ (تاریخ طبری حصہ چہارم)

حضرت حُر بڑے بہادر اور فنون جنگ کے ماہر تھے۔ ان کی مہارت فن کا اندازہ کرنے کے لیے یہی امر کافی ہے کہ وہ افواج یزید میں ایک اونچے عہدے پر فائز تھے چنانچہ جب وہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے میدان جنگ میں آئے تو اس موقع پر بھی انہوں نے اپنی عسکری مہارت کے حیران کن مظاہرے کیئے۔ یہ ذکر ہو چکا ہے کہ جب انفرادی جنگ شروع ہوئی اور حضرت بریر شہید ہو گئے تو حضرت حُر غضبناک ہو کر میدان میں نکلے اس پر دشمن کی فوج سے یزید بن سفیان نکلا اور حضرت حُر کے ایک ہی وار میں ہلاک ہو گیا۔ اس کے بعد نماز ظہر سے کچھ قبل جب فریقین نے ایک دوسرے پر نہایت شدت سے حملہ کیا اور ہولناک جنگ شروع ہوئی تو اس موقع پر بھی حضرت حُر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غیر معمولی شجاعت کا ثبوت دیا اور دشمن کے بہت سے افراد ان کے ہاتھوں ہلاک و مجروح ہوئے ان دونوں مواقع پر ان کے گھوڑے زخمی ہو گئے مگر خود انہیں کوئی گزند نہ پہنچا۔ اس کے بعد تیسرا اور آخری موقع جب ان کی تلوار بے نیام ہوئی وہ تھا جب وہ تلوار لے کر دشمن کی صفوں میں گھس گئے اور عجیب جوش و خروش سے شمشیر زنی کرنے لگے۔ کئی بار انہیں نرغے میں لے کر شہید کرنے کی کوشش کی گئی مگر وہ ہر بار نرغہ کرنے والوں کو ہلاک اور زخمی کرتے ہوئے نرغہ توڑ کر نکل جاتے آخر ایک موقع پر وہ پیادوں کے ایک سخت نرغے میں گھر گئے اور داد شجاعت دیتے ہوئے شہید ہو گئے۔ (تاریخ طبری جلد ششم ص 252)

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب حضرت حُر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بے جگری سے لڑ کر شہید ہوتے دیکھا تو فرمایا۔

فنعم الحر بنی ریاح صبور عنہ مشبك الرماح و نعم

Marfat.com

الحرفی فھج المنایا اذالابطال تخطر با الصفاح و نعم الحر اذوا سا حسیناؓ و فاذبالھدایۃ و الفلاح و نعمٗ الحر اذنادی حسیناؓ فجاد بنفسہٖ عذا الصیاح فیاربی اصفر فی جنان و زوجہ مع الحور الملاح۔

"حُر بن ریاح کیسا اچھا حُر ہے جو تیروں سے چھدا ہوا ہونے کے باوجود صبر کرنے والا ثابت ہوا اور کیسا اچھا ہے حُر جو موت کے نرغے میں یوں جا گرا جیسے بہادر شخص اپنے آپ کو خطرہ میں ڈال دیتا ہے اور کیسا اچھا ہے حُر جس نے حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حمایت کی اور ہدایت وفلاح پائی اور کیسا اچھا ہے حُر کہ جب حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آواز دی تو بہ نفس نفیس لبیک کہتا ہوا آ گیا۔ اے میرے رب اسے جنت میں جگہ دیجئے۔ اور ملیح حوروں کو اس کی زوجیت میں عطا کیجئے۔"

اس کے بعد حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی لاش پر تشریف لائے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے چہرے سے گرد وغبار اور خون پونچھتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے کہ لاریب تو حُر ہے تیری ماں نے تیرا نام حُر نہایت صحیح تجویز کیا تھا تُو دنیا میں بھی حُر (یعنی آزاد) ہے اور عقبیٰ میں بھی حُر ہی ہوگا۔ حُر کی شہادت سے متاثر ہو کر ان کا غلام عروہ جو ابھی تک ابن سعد کے لشکر میں تھا گھوڑے کو ایڑ دے کر حضرت امام کے لشکر میں آ گیا اور اپنے آقا کے خون کا انتقام لینے کے لئے فوج یزید پر ٹوٹ پڑا دیر تک نہائیت پامردی سے جنگ کرنے کے بعد یہ بھی شہید ہو گیا۔

مسلم بن عوسجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت:

عمرو بن سعد کی فوج کا ایک کمانڈر جو کہ میمنہ پر تعینات تھا اس کا نام عمرو بن حجاج تھا اس نے ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھیوں پر زبردست حملہ کر دیا فریقین میں خونریز لڑائی ہوئی امام عالی مقام کے مٹھی بھر ساتھیوں نے یزید کے ٹڈی دل لشکر کے منہ پھیر دیئے اور وہ میدان سے ہٹ گیا مگر اس لڑائی میں حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ

Marfat.com

عنہ کے ایک بہت بڑے جاں نثار مسلم بن عوسجہ اسدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ شدید زخمی ہو گئے جب حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس حادثے کی اطلاع ہوئی تو آپ بہ نفس نفیس ان کے پاس تشریف لائے اس وقت تک ان کی سانس چل رہی تھی حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کا سر اٹھا کر گود میں رکھ لیا۔

اور فرمایا کہ اے مسلم اللہ تم پر رحم کرے جس کا وقت آ گیا ہے وہ تو جا رہا ہے اور جو باقی ہے وہ بھی وقت کا انتظار کر رہا ہے تم اندیشہ نہ کرو ہم بھی عنقریب تم سے ملا چاہتے ہیں اس وقت حبیب بن مظاہر بھی قریب ہی کھڑے تھے مسلم نے انہیں مخاطب کر کے کہا کہ میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ میرے بعد حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر سے اپنی جان فدا کر دینا اس کے بعد اُن کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

دشمن کے سپاہی دُور سے دیکھ رہے تھے کہ حضرت مسلم بن عوسجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہو چکے ہیں ان سپاہیوں نے آپس میں گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ ہم نے مسلم بن عوسجہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو قتل کیا ہے شیث نے یہ بات سنی تو اپنے پاس کھڑے سپاہیوں سے کہا تم لوگوں کو موت آئے اپنے عزیز کو تم لوگ اپنے ہی ہاتھوں سے قتل کرتے ہو تم مسلم بن عوسجہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے قتل پر خوش ہو رہے ہو خدا کی قسم! میں نے انہیں بڑے بڑے معرکوں میں کفار کے مقابلے پر بڑی شان کے ساتھ دیکھا ہے انہوں نے آذربائیجان کی لڑائی میں اپنے مقابلے پر آنے والے چھ کافروں کو ہلاک کیا جبکہ ابھی مسلمانوں کے تمام سوار پہنچنے بھی نہ پائے تھے ایسا (بہادر) آدمی تم میں سے مارا گیا اور تم خوشی کا اظہار کر رہے ہو۔ (تاریخ طبری)

حضرت حبیب بن مظاہر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت:

اسی دوران میں نماز ظہر کا وقت آ گیا اور حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ شامیوں سے کہو کہ ہم لوگ نماز پڑھنا چاہتے ہیں اس لئے کچھ دیر تک جنگ ملتوی کر دیں حبیب بن مظاہر نے حضرت امام کا یہ پیغام شامی فوج کو پہنچا دیا۔ شامی فوج کے ایک سردار حصین بن نمیر نے کہا کہ تم لوگوں کی نماز قبول نہ ہو گی ابن مظاہر یہ سن کر غضبناک ہو گئے اور بولے کہ اے شرابی! تیری تو نماز قبول ہو جائے گی مگر ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز قبول نہ

Marfat.com

ہوگی ابن نمیر ان الفاظ سے مشتعل ہو گیا اور اس نے تلوار کھینچ کر ابن مظاہر پر حملہ کر دیا۔ ابن مظاہر نے اس کا وار روک کر ایسا حملہ کیا کہ اس کے گھوڑے کے منہ پر پڑا اور وہ بلبلا کر اپنے پچھلے پیروں پر کھڑا ہو گیا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ابن نمیر زمین پر آ رہا مگر شامیوں نے دوڑ کر اسے اٹھا لیا اس طرح وہ ابن مظاہر کے ہاتھ سے بچ گیا اس کے بعد ابن نمیر کے ساتھیوں نے تلواریں سونت کر ابن مظاہر پر حملہ کر دیا ان حملہ آوروں میں بدیل بن حریم بھی تھا جو بڑا پہلوان سمجھا جاتا تھا مگر ابن مظاہر کے ایک ہی وار میں اسکا کام تمام ہو گیا یہ دیکھ کر شامی فوج کے ایک شخص نے ابن مظاہر پر وار کیا جس سے تلملا کر وہ زمین پر گر پڑے اور حصین بن نمیر نے آگے بڑھ کر ان کو شہید کر دیا اور پھر ان کے سر کو یزیدی لشکر میں گھمایا گیا۔ (تاریخ طبری جلد ششم ص 252)

تاریخ کے اوراق میں لکھا ہے کہ بنی تمیم سے تعلق رکھنے والے ایک شخص نے حضرت حبیب بن مظاہر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر مبارک اپنے گھوڑے کے گلے میں ڈالا ہوا تھا جنگ ختم ہونے کے بعد جب یہ لوگ کوفہ میں آئے اور حضرت حبیب بن مظاہر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے قاسم نے اپنے والد کا سر اس تمیمی کے پاس دیکھا تو سائے کی طرح اس شخص کے ساتھ ہو گئے ابھی اتنی زیادہ عمر نہیں تھی بالغ ہونے کے قریب تھے مگر اپنے والد کا سر دیکھ کر حوصلے اور صبر سے کام لیا وہ شخص جس طرف بھی جاتا یہ اس کے پیچھے ہوتے وہ ابن زیاد کے محل میں جاتا تو یہ اس کے ساتھ ہوتے باہر نکلتا تو اس کے پیچھے پیچھے باہر آ جاتے یہ دیکھ کر اس تمیمی کو کچھ شک گزرا اور بدگمانی سی پیدا ہوئی کہنے لگا اے لڑکے! تم میرے ساتھ سائے کی طرح کیوں لگے ہوئے ہو اس نے کہا ایسی تو کوئی بات نہیں ہے وہ کہنے لگا کوئی تو بات ضرور ہے۔

اس پر قاسم بن حبیب نے کہا میرے والد کا سر تیرے پاس ہے یہ مجھے دے دے تاکہ میں اسے دفن کر دوں تمیمی نے کہا اس سر کو دفن کرنے میں امیر راضی نہیں ہوگا اور پھر میں اُمید رکھتا ہوں کہ اس قتل کے بدلے میں امیر مجھ پر بہت مہربانی کرے گا قاسم بن حبیب نے کہا اللہ تو تجھ سے بہت بُرا بدلہ لے گا خدا کی قسم! تُو نے اپنے سے بہتر شخص کو قتل کیا ہے یہ کہتے ہوئے لڑکا زار و قطار رو پڑا مگر اُس وقت بے بس تھا پھر اسی طرح دن اور مہینے گزرتے رہے اُس تمیمی کا چہرہ اُسے بھولتا نہیں تھا قاسم موقع کی تاک میں رہا کہ اس سے اپنے باپ کے قتل کا بدلہ لے آخر حضرت مصعب

Marfat.com

بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر دور حکومت میں جبکہ باجمیرا کی مہم درپیش ہوئی تھی۔ قاسم بن حبیب بالغ ہو چکا تھا۔ وہ ڈھونڈتا ہوا لشکر میں آیا اور اُس تمیمی کو ایک خیمے میں بیٹھا ہوا دیکھا اور موقع پا کر تلواروں کے وار کر کے اسے ہلاک کر دیا۔

خیموں پر حملہ کرنے کی کوشش:

جب حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مٹھی بھر ساتھیوں نے میدان جنگ سے پسپا ہونا کسی طرح گوارا نہ کیا تو یزیدی لشکر نے آپ کے ساتھیوں میں بدنظمی پیدا کرنے اور ان کی توجہ جنگ سے ہٹانے کے لئے ایک چال چلی یعنی عمرو بن سعد اور شمر نے باہمی مشورے کے بعد طے کیا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خیمے نذر آتش کر دیئے جائیں۔ ان خیموں پر صرف چار آدمی متعین تھے مگر اس قلت تعداد کے باوجود جب شمر کی قیادت میں یزیدی فوج کا ایک دستہ حسینی خیموں میں آگ لگانے کے لئے بڑھا تو ان چاروں نے یک جا ہو کر بڑی شدت سے حملہ کیا اس اثناء میں حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت زہیر بن القین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سرکردگی میں دس آدمیوں کا ایک دستہ خیموں کی حفاظت کے لئے بھیجا۔ اس دستے نے شمر اور اس کے ساتھیوں کے چھکے چھڑا دیئے شمر کے دستہ کا ایک شخص ابوغرہ ضبانی اس جنگ میں مارا گیا۔ اور دشمن میدان سے فرار ہو گیا۔ (تاریخ طبری جلد ششم ص 251)

اس ناکامی کی وجہ یہ تھی کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے خیموں کی ترتیب کچھ اس طرح رکھی تھی کہ جب دشمن ان کی طرف بڑھتا تھا تو ان خیموں کے محافظ خود تو آڑ میں آ جاتے تھے اور حملہ آور سامنے ہو جاتے تھے اس طرح انہیں سخت نقصان اٹھانا پڑتا تھا۔

حضرت زہیر بن قین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت:

حضرت حبیب ابن مظاہر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اور حُر بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ ریاحی کی طرح حضرت زہیر، بن القین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی۔ حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نہایت مخلص اور الوالعزم ساتھیوں میں سے تھے۔ جس وقت حضرت حُر میدان میں نکلے اسی وقت حضرت زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اپنا گھوڑا بڑھایا اور اُن کے ساتھ مل کر جنگ کرنے لگے دشمن کا زور ان کی نسبت حضرت حُر رضی اللہ تعالیٰ عنہکی طرف زیادہ تھا اور وہ بار بار انہیں نرغے میں

Marfat.com

لے لیتا تھا اس موقع پر یہی حضرت زہیر ان کی مدافعت کے لئے آتے تھے باہر سے حضرت زہیر اور اندر سے حضرت حُر بے جگری سے حملے کرتے تھے اور دشمن کے نرغے کو توڑنے میں کامیاب ہو جاتے تھے لیکن جب حضرت حُر کا وقت آ گیا تو حضرت زہیر کی کوشش کے باوجود وہ دشمن کے قبضے سے نہ نکل سکے اور منصب شہادت پر فائز ہوئے اس واقعہ کے بعد حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت زہیر اور حضرت سعید بن عبداللہ حنفی کو چند آدمیوں کے ساتھ آگے بڑھایا اور خود نماز خوف ادا کی اس کے تھوڑی ہی دیر بعد حضرت زہیر بن القین داد شجاعت دیتے ہوئے شہید ہو گئے ان کے قاتلوں میں دو آدمیوں کے نام ملتے ہیں کثیر بن عبداللہ شعبی اور مہاجر بن اوس۔ (تاریخ طبری جلد ششم ص 253۔252)

حضرت عمرو بن قرظہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت:

حضرت زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد دشمن کے حوصلے بڑھ گئے اور انہوں نے اپنے حملوں کا رخ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف پھیر دیا تاکہ یلغار کر کے انہیں جلد سے جلد شہید کر دیں یہ دیکھ کر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جاں نثاروں نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چاروں طرف حلقہ بنا لیا تاکہ دشمن کے حملے آپ کو کوئی گزند نہ پہنچا سکیں انہیں جاں نثاروں میں حضرت عمرو بن قرظہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔ یہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ اور دشمن کی طرف سے آنے والے تیروں کو اپنے جسم پر روکنے لگے۔ آخر شمع امامت کو گل ہونے سے بچانے کی کوشش میں ان کا سارا جسم تیروں سے چھلنی ہو گیا اور وہ زخموں سے نڈھال ہو کر گر پڑے چند سیکنڈ کے بعد روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی اور شہید ہو گئے۔

(تاریخ طبری جلد ششم وابصار العین ص 92)

حضرت نافع بن ہلال۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت:

حضرت عمرو ابن قرظہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت نے ان کے چھوٹے بھائی علی بن قرظہ کو مشتعل کر دیا علی ابن سعد کے لشکر میں تھا اور جب عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہو گئے تو وہ میدان میں آیا اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مخاطب کر کے بولا کہ تم نے میرے بھائی کو پہلے تو گمراہ کیا اور پھر اسے قتل کرا دیا یہ سن کر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ خدا نے

Marfat.com

تیرے بھائی کو گمراہی میں مبتلا نہیں کیا بلکہ اسے ہدایت عطا کی البتہ تجھے گمراہی میں مبتلا کر دیا یہ سن کر علی بن قرظہ بے قابو ہو گیا اور کہنے لگا کہ اب یا تو میں تمہیں قتل کر دوں گا یا خود قتل ہو جاؤں گا یہ کہہ کر اس نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر حملہ کیا مگر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک جاں نثار نافع بن ہلال درمیان میں آ گئے اور نیزے کا ایسا وار کیا کہ علی بن قرظہ زمین پر لوٹنے لگا مگر ہلاک ہونے سے بچ گیا۔ اس کے بعد ابن سعد کے لشکر سے مزاحم بن حریث نکلا اور حضرت نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک ہی وار سے ہلاک ہو گیا۔ (تاریخ طبری جلد ششم ص 249)

اس کے بعد جنگ نے اور زیادہ شدت اختیار کی اور یزیدی لشکر نے تیروں کا مینہ برسانا شروع کر دیا۔ ادھر سے حضرت نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو بڑے تیر انداز تھے تیر باری شروع کر دی ان کے تیر زہر میں بجھے ہوئے تھے اس لئے جس کے لگتے اس کے حق میں پیغام اجل ثابت ہوتے حضرت نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تیروں سے بارہ آدمی تو میدان جنگ ہی میں ہلاک ہو گئے مگر لڑتے لڑتے ان کے بھی بازو بیکار ہو گئے آخر گرفتار کر کے ابن سعد کے سامنے پیش کئے گئے اس موقع پر انہوں نے کمال جرات وبیباکی کا مظاہرہ کیا جب ابن سعد نے ان سے پوچھا کہ اے نافع تم نے اپنے نفس کے ساتھ یہ ظلم کیوں کیا؟ تو حضرت نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑی مردانگی سے جواب دیا کہ میرے دل کا حال اللہ کو معلوم ہے.......... میں نے تمہارے بارہ آدمیوں کو قتل کیا ہے اور زخمی ہونے والوں کی تعداد ان کے علاوہ ہے اگر میرے بازو بے کار نہ ہو جاتے تو تم ہرگز مجھے گرفتار نہ کر سکتے تھے یہ سن کر شمر آپے سے باہر ہو گیا اور انہیں شہید کرنے کے ارادے سے تلوار کھینچی یہ دیکھ کر حضرت نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ۔

”خدا کی قسم! اگر تو مسلمان ہوتا تو مجھ کو یہ امر شاق ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کے روبرو ہمارے خون کے ساتھ جاتا لیکن اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے ہماری موت بدترین خلائق کے ہاتھ پر لکھی ہے“

شمر تو پہلے ہی مشتعل تھا حضرت نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ان الفاظ نے جلتی پر تیل کا کام کیا اور اس نے تلوار کا وار کر کے حضرت نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کر دیا۔

(تاریخ طبری جلد ششم ص 253)

Marfat.com

حضرت عابس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت:

جب حضرت نافع بن ہلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر جانثار یکے بعد دیگرے شہید ہو گئے تو حضرت عابس بن ابی شعیب شاکری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے خادم حضرت شوذب بن عبداللہ کے ہمراہ نکل کر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دشمنوں کا مقابلہ کرنے کی اجازت حاصل کرنے کی غرض سے چلے اور شوذب بن عبداللہ سے پوچھا کہ تمہارا کیا ارادہ ہے؟ شوذب نے کہا میرا تو ارادہ یہ ہے کہ میں رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نواسے کے ہمرکاب ہو کر دشمن سے لڑنا چاہتا ہوں حتیٰ کہ مارا جاؤں حضرت عابس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا مجھے تجھ سے یہی اُمید ہے تو ابو عبداللہ (امام عالی مقام) کے سامنے کی طرف سے بڑھ تاکہ تیرا بھی محاسبہ ہو جائے جس طرح کہ تجھ سے پہلے اپنے ساتھیوں کا احتساب ہو چکا ہے اور میں بھی تیرا محاسبہ کر لوں کیونکہ آج کے روز میرے ساتھ جو بھی ہوا کل روز محشر ہم کو بہت اجر ملے گا اور مجھے اس بات کی خوشی ہو گی کہ تمہیں مجھ سے بھی بہتر اجر عطا ہو آج کے بعد کوئی ایسا عمل نہیں جس کا حساب ہو گا اگر اس وقت تجھ سے بڑھ کر میرا کوئی عزیز ہوتا تو میرے لیے یہی خوشی کی بات تھی کہ وہ میرے سامنے آتا اور میں اسے رخصت کرتا بے شک آج کا دن ایسا دن ہے کہ ہم سے جس قدر ہو سکے ثواب سمیٹ لینا چاہیے۔

پھر حضرت شوذب بن عبداللہ تیزی سے آگے بڑھے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سلام کیا اس کے بعد پلٹ کر دشمن پر حملہ آور ہوئے اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے ان کی شہادت کے بعد حضرت عابس بن ابی شعیب شاکری رضی اللہ تعالیٰ عنہ امام عالی مقام کی خدمت میں جنگ کی اجازت کے طلبگار ہوئے اور کہا۔

"خدا کی قسم دنیا میں آپ سے زیادہ مجھے اور کوئی عزیز نہیں ہے اگر اپنی جان سے زیادہ کوئی اور چیز جو مجھے محبوب ہوتی تو میں اسے آپ پر سے نثار کر دیتا اب میرے پاس یہی جان ہے اسے نثار کرنے کی اجازت دیجیے۔ اے ابو عبداللہ! میں اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں آپ کی اور آپ کے والد ماجد کے رستے پر ہوں۔"

امام عالی مقام نے ان کو اجازت مرحمت فرما دی تو یہ تلوار کھینچ کر دشمن کی طرف بڑھے اور

Marfat.com

للکار کر کہا۔ کیا تم میں کوئی مرد ایسا ہے جو میرے مقابلے پر آئے۔

حضرت عابس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیشانی پر زخم کا ایک نشان تھا یزیدی لشکر میں موجود ایک شخص ربیع بن تمیم ان کو پہچانتا تھا اور یہ بھی جانتا تھا کہ یہ اس سے قبل بہت سے معرکوں میں داد شجاعت دے چکے ہیں اس لیے اس نے ان کو پہچان کر اپنے لوگوں سے کہا لوگو! یہ عابس بن ابی شعیب ہے اور میدان کا مشیر ہے تم میں سے کوئی شخص اکیلا اس کے مقابلے پر نہ جائے ربیع بن تمیم کی اس بات کو بہت سے لوگوں نے سن لیا اور اُن کو پتہ چل گیا کہ۔

"حضرت عابس بڑے بہادر اور فن حرب کے ماہر ہیں اور متعدد جنگوں میں داد شجاعت دے چکے ہیں اس لئے افواج یزید کے لوگ ان کے مقابلے پر نکلتے ہوئے ہچکچانے لگے آخر انہوں نے حضرت عابس رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر پتھر پھینکنا شروع کر دیئے یہ دیکھ کر حضرت عابس رضی اللہ تعالیٰ عنہ شیر کی طرح جھپٹے اور صفوں میں گھس گئے ان کی تلوار سے بہت سے لوگ ہلاک اور زخمی ہوئے کچھ دیر کے بعد وہ خود بھی شہید ہو گئے۔" (تاریخ طبری جلد ششم ص 254)

دو بھائیوں کی شہادت:

جیسے جیسے یکے بعد دیگرے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھی جام شہادت نوش کرتے جا رہے تھے آپ کے جانثاروں کا ذوق شہادت اسی قدر شدت اختیار کرتا جا رہا تھا چنانچہ اب قبیلہ غفار سے تعلق رکھنے والے دو نوجوان عبداللہ بن عزرہ اور عبدالرحمٰن بن عزرہ امام عالی مقام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جنگ کرنے کی اجازت طلب کی اور کہا۔

"اے ابو عبداللہ! السلام علیکم! آپ تک پہنچنے کے لیے دشمن ہمیں کاٹ رہا ہے اور دشمن نے ہمیں آپ کے ساتھ گھیر لیا ہے لہذا ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ انہیں آپ تک پہنچنے سے روکیں گے اور آپ کے سامنے قتل ہو جائیں گے۔"

آپ نے ان دونوں کو اجازت عطا فرمائی اور ارشاد فرمایا اللہ کرے تمہیں خوشی کے ساتھ آنا نصیب ہو میرے پاس آؤ وہ دونوں نزدیک ہوئے تو آپ نے ان کو دعا دی پھر یہ دونوں نوجوان رجز پڑھتے ہوئے میدان میں چلے گئے اور کمال شجاعت کا مظاہرہ کرتے ہوئے بے جگری سے لڑے اور جام شہادت نوش کر لیا۔

Marfat.com

ان کے بعد حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خاندان سے تعلق رکھنے والے دو بھائی سیف بن حارث بن سریع اور مالک بن عبد بن سریع جو کہ ماں کی طرف سے سگے بھائی تھے۔ اور باپ کی طرف سے چچازاد بھائی تھے امام عالی مقام کی خدمت میں روتے ہوئے حاضر ہوئے امام عالی مقام نے پوچھا کس وجہ سے رو رہے ہو خدا کی قسم! مجھے امید ہے کہ تھوڑی دیر میں تم دونوں کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی انہوں نے کہا خدا کی قسم! ہم اپنی جانوں کے لیے نہیں رو رہے ہم تو آپ کے لیے رو رہے ہیں ہم تو آپ پر اپنی جانیں قربان کرنا چاہتے ہیں ہمیں دکھائی دے رہا ہے کہ دشمن آپ کو گھیرے میں لے رہا ہے اور ہم میں دشمنوں کو روکنے کی طاقت نہیں ہے۔

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اے میرے بھتیجو! اللہ تمہیں اس احساس اور اپنی جانوں کو تکلیف میں ڈالنے کے لیئے متقیوں کی بہترین جزاء میں سے اچھی جزاء عطا فرمائے دونوں بھائیوں نے امام عالی مقام سے معانقہ کیا اور پھر دشمن کی طرف بڑھے اور لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔

(تاریخ طبری جلد ششم۔ تاریخ اسلام جلد دوم)

حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت:

اب حضرت حنظلہ بن اسعد شامی میدان میں آئے مگر حملہ آور ہونے سے پہلے انہوں نے دشمن کو سمجھانے کی ایک اور کوشش کی یہ کوشش مندرجہ ذیل تقریر کی صورت میں تھی۔

”اے لوگو! مجھے خوف ہے کہ تم پر یوم احزاب کی طرح عذاب نہ آ جائے جیسے قوم نوح علیہ السلام و عاد و ثمود پر آیا تھا اور اللہ تعالےٰ اپنے بندوں پر ظلم پسند نہیں کرتا۔“

اے لوگو! مجھے روز قیامت کا خوف ہے جس دن تم اللہ تعالیٰ کا مقابلہ نہ کر سکو گے تم کو خدا کے سوائے اور کوئی بچانے والا نہیں ہے اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ گمراہ کرتا ہے اس کا کوئی ہادی نہیں۔

اے لوگو! تم حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل نہ کرو ورنہ اللہ تعالیٰ عذاب کے ذریعہ سے تمہاری بیخ کنی کر دے گا اور جو شخص اللہ تعالےٰ پر افترا کرے گا وہ غائب و خاسر ہو گا۔

”حضرت حنظلہ کی تقریر کا کسی نے کوئی جواب نہ دیا البتہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ۔“

Marfat.com

"اے حنظلہ! اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے یہ لوگ اسی وقت سے مستحق عذاب ہو چکے ہیں جب میں نے ان کو حق کی طرف بلایا اور یہ لوگ اس کی مخالفت پر اٹھ کھڑے ہوئے پھر اب یہ کلمہ حق پر کیسے عمل کریں گے جب کہ تمہارے نیک بھائیوں کو قتل کر چکے ہیں۔"

اس کے بعد حضرت حنظلہ تلوار لہراتے ہوئے دشمن کی طرف بڑھے۔ اور لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ (تاریخ طبری جلد ششم ص 254)

چند دیگر جانثار:

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھی یکے بعد دیگرے جام شہادت نوش کرتے جا رہے تھے چونکہ مقابلے پر یزید کی ایک بہت بڑی فوج موجود تھی جس کا مقابلہ کرنا بڑی جراءت دلیری بہادری اور شجاعت کا کام تھا یہی وجہ تھی کہ امام عالی مقام کی طرف سے جو دشمن سے لڑنے کے لیے میدان میں جاتا وہ شہادت کے منصب پر فائز ہو جاتا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر جان نثار کرنے والے حضرت یزید بن زیاد کندی بن مہاجر بھی تھے جو کہ پہلے عمرو بن سعد کی فوج میں شامل تھے مگر جب انہوں نے میدان کربلا میں آ کر صورتحال کا جائزہ لیا اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے پیش کی جانے والی شرائط کو عمرو بن سعد نے قبول نہ کیا تو ان کو ابن سعد کا یہ فیصلہ بہت ناگوار محسوس ہوا چنانچہ وہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف آ گئے اور آپ کی طرف سے یزیدی فوج کے ساتھ قتال کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔

امام عالی مقام کے دیگر جانثاروں میں جابر بن حارث سلمانی مجمع بن عبداللہ عائذی سعد بن عمر بن خالد صیداوی عمرو بن خالد اور بنو بہدلہ سے تعلق رکھنے والے ابوالشعشا کندی بھی تھے یہ سب بھی بے جگری سے لڑتے ہوئے دشمن کی صفوں میں گھس گئے اور کافی دور تک چلے گئے جب یہ دشمن کے گھیرے میں آنے لگے تو حضرت عباس علمدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زبردست حملہ کر کے ان کو دشمن کے نرغے سے نکال لیا اس کے بعد میدان میں ثابت قدمی سے کھڑے ہو کر ان جانثاروں نے اپنی بہادری کے جوہر دکھانا شروع کیے اور جو بھی دشمن قریب آتا گھائل ہو جاتا اسی طرح لڑتے لڑتے وہ تمام جام شہادت نوش کر گئے۔ (تاریخ طبری)

Marfat.com

ضحاک بن عبداللہ نے ساتھ چھوڑ دیا:

اہل عراق کی دعوت پر جب حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفہ کی طرف جارہے تھے تو راستے میں بہت سے محبان اہل بیت اطہار آپ کے قافلے میں شامل ہوتے گئے تھے اگرچہ روانگی کے وقت آپ کے قافلے کی تعداد بہتر نفوس پر مشتمل تھی مگر راستے میں شمولیت اختیار کرنے والوں کی وجہ سے اس تعداد میں اضافہ ہو گیا تھا پھر ایک موقع ایسا بھی آیا جب آپ نے اپنے تمام ساتھیوں کو ساتھ چھوڑ کر واپس چلے جانے کا اختیار دے دیا تھا جس سے بہت بڑی تعداد میں لوگ واپس بھی چلے گئے تھے آپ کے قافلے میں شامل ہونے والوں میں جناب ضحاک بن عبداللہ بھی تھے میدان کربلا میں جب امام عالی مقام کے بہت سے ساتھی جام شہادت نوش کر گئے اور صرف چند جانثار ہی باقی رہ گئے تو ضحاک بن عبداللہ نے آپ کی خدمت میں عرض کیا اے ابن رسول اللہ! آپ کو یاد ہے کہ میں نے آپ سے کہا تھا کہ میں اُس وقت تک آپ کی طرف سے لڑوں گا جب تک مجھ میں ہمت ہوگی لیکن جب مجھے محسوس ہوگا کہ اب میں لڑنے کی طاقت نہیں رکھتا تو میں میدان جنگ سے واپس چلا جاؤں گا اس لیے مجھے واپس جانے کی اجازت مرحمت فرمائیں۔

امام عالی مقام نے فرمایا بلاشبہ تم نے یہ بات کہی تھی مگر تم ان حالات میں کیسے جا سکتے ہو تمہارے واپس جانے کے تمام راستے تو بند ہو چکے ہیں میری طرف سے تمہیں اجازت ہے اگر تم بچ کر نکل سکتے ہو تو ضرور نکل جاؤ یہ سن کر ضحاک بن عبداللہ خیموں کی طرف آئے اس طرف آنے کی وجہ یہ تھی کہ جب یزیدی فوج کی طرف سے امام عالی مقام کے ساتھیوں پر تیر برسائے گئے اور بہت سے گھوڑے زخمی ہو کر ناکارہ ہو گئے تو ضحاک بن عبداللہ نے اپنا گھوڑا ایک خیمہ میں چھپا دیا تھا اور خود پیدل ہی دشمنوں سے لڑتے رہے ان کے ہاتھوں دشمن کے دو افراد ہلاک ہوئے اور بہت سے زخمی بھی ہوئے ان کو بہادری سے لڑتے دیکھ کر حضرت امام عالی مقام نے ان کے حق میں دُعا مانگی تھی کہ تیرا ہاتھ کبھی شل نہ ہو اور تیرے ہاتھ کو اللہ تعالیٰ قطع نہ کرے۔

ضحاک بن عبداللہ نے خیمے میں سے اپنا گھوڑا نکالا اور اس پر بیٹھ کر برق رفتاری سے نکلے دشمن کی فوج نے ان کو میدان جنگ سے تیزی کے ساتھ جاتے دیکھا تو تقریباً پندرہ سوار ان کے تعاقب میں دوڑے یہ تیزی سے گھوڑے کو دوڑاتے ہوئے وادی شقیہ کے قریب تک پہنچ گئے جو

Marfat.com

کہ شط فرات پر واقع تھی۔ان کا تعاقب کرنے والے لوگ بھی نزدیک آتے جا رہے تھے اس پر انہوں نے پلٹ کر دیکھا تو قیس بن عبداللہ صائدی کثیر بن عبداللہ شعبی اور ایوب بن مشرح نے ان کو پہچان لیا اور اپنے ساتھیوں سے بآواز بلند کہا خدا کے لیے ان پر ہاتھ نہ ڈالنا یہ تو ہمارے چچا کا بیٹا ضحاک بن عبداللہ ہے بنی تمیم سے تعلق رکھنے والے تین افراد نے جب یہ سنا تو کہنے لگے خدا کی قسم! ہم اپنے بھائیوں اور ساتھیوں کی بات مانیں گے اور ان کے چچازاد پر ہاتھ نہیں ڈالیں گے ان تینوں کی بات سُن کر باقی لوگوں نے بھی ان پر حملہ کرنے سے گریز کیا اور وہیں رک گئے۔اسی اثناء میں ضحاک بن عبداللہ بہت دور نکل گئے۔(تاریخ طبری)

حضرت سوید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت:

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھیوں کی ایک بڑی تعداد جب شہید ہوگئی تو آپ نے بذات خود دشمنوں کے مقابلے کے لیے میدان میں جانے کا ارادہ کیا عین اس وقت جب آپ جانے کے لیے تیار تھے تو حضرت سوید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حاضر خدمت ہو کر عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں یہ نہیں ہوسکتا کہ میں موجود رہوں اور آپ میدان جنگ میں دشمنوں سے لڑنے کے لیے جائیں آپ مجھے دشمنوں کے مقابلے پر جانے کی اجازت مرحمت فرمائیں۔

ان کے اصرار پر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اجازت دے دی تو وہ گھوڑے پر سوار ہو کر میدان جنگ میں دشمنوں کی طرف بڑھے اور بے جگری سے لڑتے ہوئے دشمنوں کے چھکے چھڑا دیے درجنوں سواروں کو انہوں نے زخمی کیا ان کے حملے سے بچنے کے لیے بہت سے میدان سے بھاگ کر اِدھر اُدھر ہوگئے مگر چونکہ دشمنوں کی تعداد بہت زیادہ تھی اور یہ تنہا لڑ رہے تھے آخر لڑتے لڑتے تھک گئے اس دوران بہت سے زخم بھی لگ چکے تھے جب تک ہمت اور طاقت رہی لڑتے رہے مگر بالآخر شہید ہوگئے۔(عناصر الشہادتین۔مرج البحرین)

......☆☆☆......

Marfat.com

شہدائے اہل بیت اطہار

بعض مورخین نے لکھا ہے کہ حضرت سوید بن عمرو بن ابی المطاع کی شہادت کے ساتھ ہی حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وہ تمام جانثار شہید ہو گئے جنھوں نے آپ کی مدد اور آپ کا ساتھ دینے کے لیے اپنی جانیں پیش کرنے کا عہد کیا تھا اب کربلا کے میدان میں امام عالی مقام کے ساتھ صرف بنو ہاشم کے چند جوان رہ گئے تھے۔

حضرت علی اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت علی اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے تھے جو کہ امام عالی مقام کی زوجہ مطہرہ لیلیٰ بنت ابی مرہ بن عروہ کے بطن پاک سے پیدا ہوئے تھے پچیس سال کی عمر تھی۔ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ اٹھارہ برس تھی جبکہ بعض نے انیس برس لکھی ہے ان کی شکل وشباہت رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بہت ملتی تھی۔ جب یکے بعد دیگرے امام عالی مقام کے جانثار شہید ہو گئے۔ تو حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بذات خود میدان جنگ میں جانے کی تیاری فرمائی۔ حضرت علی اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا تو روتے ہوئے عرض کی ابا جان! اللہ تعالیٰ وہ دن نہ دکھائے جبکہ آپ میرے سامنے جام شہادت نوش فرمائیں آپ میرے ہوتے ہوئے میدان جنگ میں کیوں تشریف لے جاتے ہیں۔ مجھے اجازت دیجئے کہ میں بھی اپنا سر کٹا کر آپ پر قربان ہو جاؤں۔

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے محبت بھری نظر اپنے بیٹے پر ڈالی اور فرمایا بیٹا! میں کس دل سے تمہیں اجازت دوں کن آنکھوں سے تجھے زخموں سے چور چور دیکھوں بیٹا تم نہ جاؤ یہ لوگ صرف میرے خون کے پیاسے ہیں مجھے شہید کرنے کے بعد یہ کسی کو کچھ نہیں کہیں گے حضرت علی اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امام عالی مقام کو قسمیں دینا اور رونا شروع کر دیا یہ دیکھ کر

Marfat.com

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھوں میں بھی آنسو آ گئے جیسے فرما رہے ہوں۔

جب لاش میری رن سے اٹھا لایو بیٹا
پھر شوق سے مرنے کے لیے جایو بیٹا

حضرت علی اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ضد کرتے ہوئے دیکھ کر امام عالی مقام نے فرمایا بیٹا! جب تم بھی میدان جنگ میں شہید ہو جاؤ گے تو پھر میرا دل بیکس کس کا سہارا ڈھونڈے گا اور میری لاش کون میدان جنگ سے اٹھا کر لائے گا۔ (مرج البحرین تنقیح الشہادتین اعیان الشعیہ جلد دوم)

امام عالی مقام نے اجازت دے دی:

جب حضرت علی اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اصرار حد سے زیادہ بڑھا تو حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو میدان جنگ میں جانے کی اجازت مرحمت فرما دی اجازت ملنے پر حضرت علی اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خوشی سے پھولے نہ سمائے امام عالی مقام نے اپنے ہاتھوں سے عمامہ رسول ان کے سر پر باندھا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پٹکہ زیب کمر کیا ان کے بدن پر ہتھیار لگائے اور انہیں اپنا گھوڑا عطا فرمایا تلوار ہاتھ میں پکڑے رخصت ہونے کے لیے خیمہ حرم میں آئے غمزدہ ماں نے آنسوؤں کے ساتھ بیٹے کو خدا حافظ کہا پھوپھی زینب نے دکھی دل کے ساتھ پیار کرتے ہوئے رخصت کیا بیٹے کو رخصت کرتے وقت امام عالی مقام۔ کے قلب پاک کی جو حالت ہوئی اُس کی کیفیت بیان نہیں ہو سکتی۔

مومنو مرنے کو ہم شکل نبی جاتا ہے
قلب امام پاک پہ ہول آتا ہے
کیا الم ہے کہ جگر سینے میں تھراتا ہے
داغ بیٹے کا فلک باپ کو دکھلاتا ہے
ماں تڑپتی ہے شہ جن و بشر روتے ہیں
کس بیٹے سے ماں باپ جدا ہوتے ہیں
داغ اولاد نہیں آہ اُٹھایا جاتا

Marfat.com

ایسا بیٹا نہیں ہاتھوں سے گنوایا جاتا
درد وہ ہے کہ زباں پہ نہیں لایا جاتا
زخم وہ ہے کہ جگر پہ نہیں کھایا جاتا
داغ فرزند حسین ابن علی سے پوچھو
نوجوان بیٹے کا غم باپ کے جی سے پوچھو

شبیہہ مصطفیٰ کو میدان جنگ کی طرف روانہ کرتے وقت حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔

''اے اللہ! تو گواہ رہ کہ ان لوگوں کے ظلم وستم کا نشانہ اب وہ شخص بن رہا ہے جو شکل وصورت اور کردار و گفتار میں تیرے نبی سے مشابہت رکھتا ہے۔'' (تنقیح الشہادتین، اعیان الشعیہ جلد دوم)

یزیدی فوج کے مقابل:

حضرت علی اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب میدان جنگ میں یزیدی فوج کے مقابل پہنچے تو آپ کا حسن و جمال وجلال دیکھ کر دشمن پر حیرت اور رعب ودبدبہ چھا گیا وہ سب خوف کی حالت میں آپ کو دیکھ رہے تھے اور پھر وہ آپس میں چہ میگوئیاں کرنے لگے۔

یہ ذکر تھا کہ نور خدا جلوہ گر ہوا
گویا رسول پاک کا ان میں گزر ہوا
چلائے اہل شام کہ طالع قمر ہوا
ہنگام ظہر تھا پہ گمان سحر ہوا
جلوہ دکھایا برق تجلے طور نے
خورشید کو چھپا دیا چہرہ کے نور سے
غش ہو گیا کوئی کوئی گر کر سنبھل گیا
صلے علیٰ کسی کی زبان سے نکل گیا
خجلت سے آفتاب کا نقشہ بدل گیا

Marfat.com

چمکا جو نور دھوپ کا جوبن بھی ڈھل گیا
دریائے نورِ حق کا فقط اوج موج تھا
سب پست تھے زمین کے ستارے کا اوج تھا
وہ کروفر وہ دبدبہ وہ ہیبت و جلال
وہ طنطنہ شباب کا وہ جلوہ جمال
بل کھا رہے تھے غیظ سے زلف ووقا کے بال
کٹ جائے جس سے تیغ وہ ابروئے بے مثال
حلقہ کیا تھا چشم کو پلکوں نے گھیر کے
گویا کہ دو غزال تھے پنجوں میں شیر کے

حضرت علی اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میدان جنگ میں دشمن کے سامنے جاتے ہی رجز پڑھا اور مبارز کے طلبگار ہوئے یزیدی حیرت سے آپ کا منہ دیکھ رہے تھے آپ نے مقابلے کے لیے مرد میدان طلب کیا تو یزیدی لشکر میں سے کوئی بھی نکل کر مقابلے پر نہ آیا تو جوش غضب میں آپ نے گھوڑا دشمنوں کی صفوں کی طرف بڑھایا اور ان پر حملہ کر دیا یزیدی لشکر پر اس قدر خوف چھایا کہ وہ دور دور ہٹنے لگے اور میدان صاف ہو گیا عمرو بن سعد نے دیکھا کہ معاملہ بگڑتا ہے اس لیے غصے سے کام لینا چاہیے وہ قلب لشکر میں آیا اور تمام لشکریوں سے مخاطب ہو کر حضرت علی اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقابلے کے لیے ان کو ابھارا مگر کوئی بھی فوجی جوان آپ کے مقابلے پر آنے کے لیے تیار نہ ہوا۔

عمرو بن سعد کے لیے یہ صورتحال بڑی پریشان کن تھی وہ خود بھی خوفزدہ تھا اور مقابلے پر آنے سے ہچکچاتا تھا۔ حضرت علی اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور عمرو بن سعد کے بالکل نزدیک پہنچ گئے اور فرمایا اے عمرو بن سعد! تو جانتا ہے کہ میں کون ہوں اگر نہیں جانتا تو اچھی طرح پہچان لے اور ہمارا اور ہمارے خاندان کا مرتبہ ومقام جان لے۔

سب قطرے ہیں گر فیض کے دریا ہیں تو ہم ہیں
ہر نقطہ قرآن کے شناسا ہیں تو ہم ہیں

Marfat.com

حق جس کا ہے جامع وہ ذخیرہ ہیں تو ہم ہیں
افضل ہیں تو ہم عالم واعلیٰ ہیں تو ہم ہیں
تعلیم ملک عرش پہ تھا درد ہمارا
جبرائیل علیہ السلام سا استاد ہے شاگرد ہمارا

آپ نے فرمایا اے وہ لوگو! کہ تم مسلمان کہلاتے ہو۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھتے ہو پھر حیف ہے۔ کہ نبی زادوں پر ہاتھ اُٹھاتے ہو انہیں پانی کے ایک قطرے کے لیے ترساتے ہو کیا تمہیں معلوم نہیں۔ کہ ہمارا اخلق عظیم زمانے میں ایک مثال ہے جسے چشمہ فیض کہتے ہیں۔ وہ ہماری ہی سرکار ہے۔

ہم سے قطرہ کوئی مانگے تو گُہر دیتے ہیں
ہیں سخی ابن سخی بات پہ سر دیتے ہیں
پیٹ مسکین کا فاقوں میں بھی بھر دیتے ہیں
یاں تو زر دیتے ہیں فردوس میں گھر دیتے ہیں
اپنے مجرم کی گنہگار کی اُمید ہیں ہم
ذرہ پرور جسے کہتے ہیں وہ خورشید ہیں ہم

آپ کو اس قدر قریب دیکھ کر عمرو بن سعد پر سکتہ طاری ہو گیا حضرت علی اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پھر دشمن کی صفوں میں گھس گئے آپ کا کوئی بھی وار خالی نہیں جاتا تھا آپ کو لڑنے میں مشغول دیکھتے ہوئے عمرو بن سعد نے موقع غنیمت جانا اور ایک چال چلی طارق بن شیث کو اپنے پاس بلایا جو کہ یزیدی لشکر میں بڑا بہادر شمار ہوتا تھا اس سے کہا اے طارق! اگر تو حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے فرزند کا سر کاٹ لائے تو میں تجھے رقہ اور موصل کی حکمرانی دلوا دوں گا طارق نے کہا اس بات کی کیا گارنٹی ہے کہ تُو اپنے وعدے پر قائم رہے گا عمرو بن سعد نے قسم کھائی اور اسے اپنی انگوٹھی گواہی کے طور پر دی چنانچہ طارق بن شیث اپنا نیزہ لے کر حضرت علی اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف بڑھا آپ نے بھی اُسے اپنی طرف بڑھتے ہوئے دیکھ لیا اور اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا کر اُس پر وار کیا طارق نے پھرتی سے وار کو روک لیا اور چاہتا تھا کہ اپنا نیزہ آپ کی طرف بڑھائے

Marfat.com

مگر آپ نے اُس پر اپنے نیزے سے ایسا زبردست وار کیا کہ نیزہ اُس کے سینے میں پیوست ہو گیا وہ چکرا کر زمین پر گر پڑا اور ہلاک ہو گیا۔ آپ نے عمرو بن سعد کو للکارا کہ اب کسی اور کو میرے مقابلے پر بھیج طارق بن شیث کے دونوں بیٹے عمر بن طارق اور طلحہ بن طارق اپنے باپ کو مرتا ہوا دیکھ رہے تھے وہ غضبناک ہو کر باپ کا انتقام لینے کے لیے حملہ آور ہوئے مگر باپ کی طرح وہ بھی ہلاک ہو گئے۔ (تنقیح الشہادتین روضۃ الشہداء مرج البحرین نور العین)

پیاس کی شدت:

اس کے بعد عمرو بن سعد نے ایک اور بہادر مصراع بن غالب کو آپ پر حملہ کرنے کے لیے بھیجا وہ جراءت کر کے آگے بڑھا اور آپ پر حملہ آور ہوا آپ نے اسے بھی چند لمحوں میں موت کے گھاٹ اتار دیا میدان کربلا میں حضرت علی اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تنہا یزیدی فوج سے برسر پیکار تھے یزیدی فوج آپ کے سامنے بے بس ہو چکی تھی کہ اسی اثناء میں عمرو بن سعد نے محکم بن طفیل اور ابن نوفل کو ایک ایک ہزار سواروں کے ساتھ آپ پر حملہ کرنے کے لیے بھیجا تا کہ وہ آپ پر چاروں طرف سے حملہ کریں۔

یہ سُن کر تشنہ لب پہ چلے چارسُو سے تیر
پھر عقب سے پڑنے لگے روبرو سے تیر
آئے تھے فوج سیاہ عدو سے تیر
لب سُرخ تھے شبیہ نبی کے لہو سے تیر
مقتل میں کیا ہجوم تھا اس نور عین پر
پروانے گر رہے تھے چراغ حسین پر

جب چاروں طرف سے حضرت علی اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر حملہ ہو گیا تو اس کے باوجود کہ پیاس کے غلبے کی وجہ سے آپ پر نقاہت طاری تھی آپ نے پھرتی اور چابکدستی سے اپنے آپ کو دشمن کے واروں سے بچایا دشمنوں کے نرغے سے بجلی کی سی تیزی کے ساتھ نکل جاتے اِدھر اُدھر نکل جاتے تھے دشمن حیران تھے کہ کس طرح ان کو زخمی کر کے گھوڑے سے گرائیں بد حواسی میں اُن کی تلواریں آپس میں ہی ایک دوسرے پر پڑتی تھیں۔

Marfat.com

بجلی گری بجلی پہ اجل آئی اجل پر
ایک زلزلہ طاری ہوا گردوں کے محل پر
سیارے ہٹے کر کے نظر تیغ کے پھل پر
مریخ گرا شمس پہ اور شمس زحل پر
چہرہ نہ کیا سامنے سورج کی چمک نے
خود دانتوں سے تاروں کے زمیں پکڑی فلک نے
اس صف پر گری تیغ تو ہٹ کر اسے مارا
ہٹ کر اسے مارا تو پلٹ کر اسے مارا

لڑتے لڑتے حضرت علی اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تشنگی کا غلبہ ہوا آپ دشمن کا نرغہ توڑ کر باہر نکلے اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں تشریف لائے اور عرض کیا بابا جان !اب آپ کا بیٹا کوئی دم کا مہمان ہے امام عالی مقام نے فرمایا جان پدر! کچھ غم نہیں عنقریب جام شہادت لبریز ہو کر تمہارے سامنے آتا ہے بعض مورخین نے تحریر کیا ہے کہ امام عالی مقام نے حضرت علی اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی انگشتری مبارک ان کے منہ میں رکھ دی جس کے چوسنے سے انہیں تسکین ہوئی اور تشنگی ختم ہوگئی۔ (تنقیح الشہادتین نور العین، مرج البحرین)

حضرت علی اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت:

اس کے بعد حضرت علی اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پھر میدان جنگ میں آگئے اتنی دیر میں عمرو بن سعد نے اپنے لشکر کو حملے کے لیے تیار کر لیا تھا مگر حضرت علی اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دشمن کی صفوں میں گھستے ہی ان میں بھگدڑ مچ گئی کافی دیر تک لڑتے رہے تشنگی نے پھر غلبہ کیا اور لڑتے لڑتے نکل کر پھر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں آئے اور پیاس کا ذکر کیا امام عالی مقام نے ان کے چہرے کا گردوغبار صاف کیا اور فرمایا بیٹا گھبراؤ مت تم عنقریب حوض کوثر سے پیاس بجھاؤ گے حضرت علی اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ بشارت سن کر پھر میدان کی طرف تشریف لائے اور دشمن کے لشکر میں گھس کر لڑنے لگے دشمن نے چاروں طرف سے آپ کو

Marfat.com

گھیر لیا تھا ایک ظالم ابن نمیر نے آپ کو ایک ایسا نیزہ مارا کہ آپ کی پشت مبارک سے پار ہو گیا بعض مورخین کا کہنا ہے کہ یزیدی فوج کے ایک شخص مرہ بن منقذ نے جو پہلے ہی گھات میں تھا تاک کر نیزہ مارا جو پشت میں لگا اور پار ہو گیا حضرت علی اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھوڑے سے نیچے گر پڑے۔

اس حال میں بھی تیغ سے کیں برچھیاں قلم
لیکن جگر میں لگ گیا اِک نیزۂ ستم
زخم جگر سے بہنے لگا خون دم بدم
نکلے ہوئے رکابوں سے تھراتے تھے قدم
کھینچا جو سینہ سے نیزہ ٹکاں کے ساتھ
دو پارۂ جگر نکل آئے سناں کے ساتھ

شدید زخمی ہونے کے باعث زمین پر قدم جم نہ سکے اور لڑکھڑاتے ہوئے زمین پر آ رہے گرتے ہوئے زور سے امام عالی مقام کو آواز دی ابا جان! جلد خبر لیجئے آپ کا لخت جگر آپ سے ہمیشہ کے لیے جدا ہوتا ہے امام عالی مقام بیٹے کی پکار سن کر لپکے۔

جس دم سنی حسین نے وہ جانگزا صدا
صابر اگرچہ تھے پر کلیجہ اُلٹ گیا
ہاتھوں سے دل کو تھام کے دوڑے برہنہ پا
نعرہ کیا کہ اے علی اکبر کروں میں کیا
مل کر غریب و بے کس وتنہا سے جائیو
آئے ضعیف باپ تو دنیا سے جائیو
ہے ہے میرے شفیق پسر مہربان پسر
خوش روپسر سعید پسر مہربان پسر
مادر کا چین باپ کا آرام جان پسر
کم گو پسر شہید پسر نوجوان پسر

Marfat.com

مقتل کدھر ہے کوئی بتاتا نہیں مجھے
اے نور عین کچھ نظر آتا نہیں مجھے
مجھ کو غریب دشت بلا کہہ کے پھر پکار
اِک بار یا شہہ دوسرا کہہ کے پھر پکار
شبیر سید الشہدا کہہ کے پھر پکار
صدقے ہو باپ یا ابتا کہہ کے پھر پکار
میری بھی جان تن سے تیرے ساتھ جائے گی
مر جاؤں گا یہیں جو نہ آواز آئے گی

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے لخت جگر کی آواز سُن کر فوراً دوڑے ہوئے میدان جنگ میں آئے دیکھا کہ علی اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ زخموں سے نڈھال زمین پر گرے ہوئے ہیں دیکھ کر کہا اے علی اکبر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! تیرا باپ آ گیا ہے آنکھیں کھولو۔

دوڑے یہ بات کہہ کے جو سلطان بحر و بر
بیٹے کی شکل باپ نے دیکھی لہو میں تر
اُٹھا یہ دل میں درد کہ خم ہو گئی کمر
دیکھا جو زخم مُنہ کے قریب آ گیا جگر
تڑپے جو گر کے اور تڑپ کر ٹھہر گئے
غل پڑ گیا صفوں میں کہ شبیر مر گئے
ہوش آیا چند ساعت کامل کے بعد جب
دیکھا کہ مٹ رہی ہے شبیہہ رسول اب
آنسو بہا کے رکھ دیے بیٹے کے لب پہ لب
فرمایا بیٹا چھوڑ کے جاتے ہو مجھ کو اب
دل سے گلے لپٹنے کی حسرت نکال لو
باہیں اُٹھا کے باپ کی گردن میں ڈال لو

Marfat.com

اکبر نے آنکھیں کھول کے دیکھا رُخ پدر
گالوں پہ اشک آنکھوں سے ٹپکے اِدھر اُدھر
فرمایا شہہ نے زانو پہ رکھ کر سر پسر
روتے ہو کس لیئے بھلا اے غیرت قمر
یاں سے اُٹھا کے آل پیمبر میں لے چلوں
غم ماں کا ہے تو آؤ تمہیں گھر میں لے چلوں

حضرت علی اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی آنکھیں کھول کر دیکھا اور کہا ابا جان! وہ دیکھیے دادا جان دو پیالے شربت کے لیے کھڑے ہیں اور ایک پیالہ میری طرف بڑھا رہے ہیں میں کہتا ہوں کہ دونوں مجھے دے دیجئے کہ بہت پیاسا ہوں فرما رہے ہیں کہ ایک تو پی لے دوسرا تیرے باپ حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے لیے ہے کہ وہ بھی پیاسا ہے وہ آ کر یہ پیالہ پئے گا۔ یہ کہتے ہوئے امام عالی مقام کے دیکھتے ہی دیکھتے شہید ہو گئے۔ اِنا للّٰہِ وا ناّاِلیہ راجعون۔

(روضۃ الشہداء۔ تنقیح الشہادتین۔ نور العین)

حضرت عبداللہ بن مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت:

راہ حق پر اپنی جان نثار کرنے کے لیے حضرت عبداللہ بن مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی بہت بے چین تھے اس لیے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور میدان جنگ میں یزیدی فوج کا مقابلہ کرنے کے لیے جانے کی اجازت طلب کی تو آپ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور فرمایا بیٹا! میں تمہیں کس طرح اجازت دے دوں میرے دل سے تو ابھی تک تمہارے باپ مسلم بن عقیل (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی جدائی کا دُکھ محو نہیں ہوا۔ حضرت عبداللہ بن مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہمارے ہوتے ہوئے آپ دشمنوں سے مقابلے کے لیے جائیں آپ کو اس ذات معبود برحق کی قسم! جس نے آپ کے نانا جان کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے مجھے اجازت عطا فرمایئے شہادت کے حصول کے لیے میرا دل بے قرار ہے ان کے اصرار پر امام عالی مقام نے اجازت مرحمت فرما دی۔

امام عالی مقام سے اجازت لے کر حضرت عبداللہ بن مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ میدان کی

Marfat.com

طرف گئے اور دشمنوں کے مقابلے کے لیے للکارا لشکر یزید سے ایک شخص قدامہ بن اسد فزاری جو کہ بڑا بہادر شمار کیا جاتا تھا آپ سے مقابلہ کرنے کے لیے نکلا تھوڑی دیر تک دونوں میں زبردست مقابلہ ہوا آخر کار حضرت عبداللہ بن مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلوار کی ایک بھرپور ضرب سے قدامہ بن اسد زمین پر آ رہا اور ہلاک ہو گیا۔ یہ دیکھ کر یزیدی لشکر کے اوسان خطا ہو گئے اور ان میں سے کسی کو ہمت نہ ہوئی کہ آپ کے مقابلے پر تنہا آتا اگرچہ آپ تین دن کے بھوکے پیاسے تھے لیکن دشمن کی صفوں پر بجلی بن کر گرتے تھے جدھر کا رُخ کرتے یزیدی لشکر منتشر ہو جاتا اور آپ کو گھیرے میں لے کر ضرب لگانے کی کوشش کرتا تاریخ طبری میں ہے کہ عمرو بن صبیح صدائی نے آپ پر مسلسل تیر برسائے جس سے آپ شہید ہو گئے جبکہ بعض مورخین کا کہنا ہے کہ آپ نوفل بن مزاحم حمیری کے نیزے کی ضرب سے شہید ہوئے۔

حضرت عبداللہ بن مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید ہوتے دیکھ کر ان کے چچا حضرت جعفر بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ پرنم آنکھوں سے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے میدان جنگ میں جانے کے لیے اجازت حاصل کرنے کی غرض سے آگے بڑھے۔ امام عالی مقام نے ان کو سینے سے لگایا اور اجازت عطا فرمائی۔ حضرت جعفر بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ رجز پڑھتے ہوئے میدان کی طرف بڑھے۔

''میں مکہ مکرمہ کا باسی ہوں ہاشمی النسل اور ابو طالب کے گھرانے سے ہوں بے شک ہم تمام قبیلوں کے سردار ہیں اور حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تمام پاکیزہ لوگوں میں سب سے زیادہ پاکیزہ شخصیت ہیں۔''

اس کے ساتھ ہی آپ دشمن کی صفوں میں گھس گئے اور زبردست تلوار چلائی آپ کی بہادری دلیری اور جراءت کو دیکھ کر یزیدی لشکر دنگ رہ گیا ان میں سے کوئی بھی جم کر مقابلے پر کھڑا نہ ہو سکا تو چاروں طرف سے آپ کو گھیر ڈال دیا گیا اور تاک کر تیر مارے گئے جس سے آپ شدید زخمی ہو گئے یزیدی لشکر میں سے عبداللہ بن عرزہ خثعمی کا تیر لگنے سے آپ شہید ہو گئے۔

ان کی شہادت کے بعد ان کے بھائی حضرت عبدالرحمٰن بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ میدان میں اُترے اور لڑتے لڑتے بشر بن سوط ہمدانی اور عثمان بن خالد جہنی کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔

(تاریخ طبری۔ روضۃ الشہداء۔ جلد دوم ص 277)

Marfat.com

عون ومحمد کی شہادت:

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سگے بھانجے اور سیدہ زنیب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دونوں بیٹے عون ومحمد بڑی بے چینی سے امام عالی مقام کے ساتھیوں کو یکے بعد دیگرے شہید ہوتے ہوئے دیکھ رہے تھے آخر رہ نہ سکے دونوں خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئے کہ ماموں جان! ہمیں بھی اجازت دیجیے کہ ہم بھی راہ حق میں اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرنے کے لیے میدان جنگ میں جائیں امام عالی مقام نے فرمایا نہیں نہیں تمہیں اجازت نہیں تم اپنی ماں کے پاس جاؤ عون ومحمد نے کہا ماموں جان! امی جان کا بھی یہی حکم ہے دیکھیئے وہ بھی سامنے کھڑی ہیں امام عالی مقام نے اپنی بہن سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف دیکھا اور فرمایا میری بہن! کچھ خیال کرو کیا میں ان پھول جیسے بچوں کے سینوں پر تیر اور نیزے پار ہوتے دیکھ سکوں گا۔

سیدہ زنیب رضی اللہ تعالیٰ عنہا روتی ہوئی بھائی سے عرض گزار ہوئیں بھائی! میرا دل نہ توڑو یہ میرے لیے سعادت کی بات ہے کہ میرے بچے مصیبت میں آپ کے کام آجائیں اس سے بڑھ کر مصیبت کا دن پھر کبھی نہ آئے گا اگر آپ نے میری بات نہ مانی اور اجازت نہ دی تو میں کل روز محشر اپنی ماں فاطمۃ الزہرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو کیا جواب دوں گی جب وہ مجھ سے پوچھیں گی بیٹی! تم نے مصیبت کے وقت بھائی کا کیا ساتھ دیا تھا سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گفتگو سُن کر امام عالی مقام کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور آپ نے پرنم آنکھوں سے اجازت عطا فرما دی حضرت عون اور حضرت محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہا دونوں گھوڑوں پر سوار ہوئے تو سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں رخصت کرتے ہوئے نصیحت کی میرے بیٹو! آج اپنے نانا علی المرتضیٰ اور دادا جعفر طیار (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی روحوں کو شرمندہ نہ کرنا اور میدان جنگ میں پیچھے مڑ کر نہ دیکھنا دونوں بھائی نعرہ تکبیر بلند کرتے ہوئے دشمنوں کی طرف بڑھے۔

جنگ گاہ میں گھوڑوں کو اُڑاتے ہوئے آئے
شان اپنی سواری کی دکھاتے ہوئے آئے
نیزوں کو دلیرانہ ہلاتے ہوئے آئے

Marfat.com

انیاں سوئے اشرار بڑھاتے ہوئے آئے
لرزہ تھا شجاعوں کو دلیروں کی نظر سے
تکتے تھے صف فوج کو شیروں کی نظر سے
لشکر میں یہ غل تھا کہ وہ جانباز پکارے
لڑنا ہو جسے سامنے آ جائے ہمارے
ہم وہ ہیں کہ جب ہوتے ہیں میدان میں اُتارے
رستم کو بھگا دیتے ہیں تلوار کے مارے
ہے قہر خدا جان لے یہ ضرب ہماری
رُکتی نہیں دشمن سے کبھی یہ ضرب ہماری
دادا میں جو طاقت تھی وہ طاقت بھی ہے ہم میں
ہے زور بھی نانا کا شجاعت بھی ہے ہم میں
وہ دبدبہ وہ شان وشوکت بھی ہے ہم میں
اور ماموں کی مظلومی وغربت بھی ہے ہم میں
یہ رجز پڑھی دونوں نے جولاں کیئے گھوڑے
چلتے ہیں ادھر تیر کمانداروں نے جوڑے
غُل تھا کہ خبر دار کوئی منہ کو نہ موڑے
یا مار کے تلوار گرا دیتے ہیں ان کو
یا نیزوں کی نوکوں پہ اُٹھا لیتے ہیں اُن کو
سوار چلے آتے ہیں نیزوں کو سنبھالے
تھا شور کہ سینوں پہ رکھ دیتے ہیں بھالے
ہٹ ہٹ کے بڑھاتے تھے قدم برچھیوں والے
پر نہ رُکتے نہ تھے شاہ کی آغوش کے پالے
دو دن کے پیاسے یہ غضب لڑتے تھے دونوں

Marfat.com

جو تو کتا تھا شیر سے جا پڑتے تھے دونوں

عون ومحمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے یزیدی لشکر میں گھس گئے اور دشمنوں پر کاری ضربیں لگانے لگے دونوں بھائیوں کو شیروں کی طرح لڑتے ہوئے دیکھ کر دشمنوں نے گھیرے میں لے کر بے بس کرنا چاہا اور دونوں بھائیوں کو اس طرح نرغے میں لے لیا کہ دونوں بھائی ایک دوسرے سے جدا ہو گئے اور اپنی اپنی جگہ پر دشمنوں کے مقابلے کے لیے ڈٹ گئے بالآخر حضرت عون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عبداللہ بن قطبتہ الطائی نے اور حضرت محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عامر بن نہشل نے نیزوں سے شہید کر دیا ان کی شہادت کے بعد امام عالی مقام دوڑے ہوئے گئے اور باری باری دونوں کی لاشیں اُٹھا کر خیمے میں لائے سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے شہید بیٹوں کو دیکھا تو کہا اللہ کا شکر ہے آج زینب سرخرو ہے۔ (تنقیح الشہادتین۔شام کربلا ص 137)

اس ضمن میں علامہ ابن جریر طبری لکھتے ہیں کہ۔

"حضرت عبدالرحمٰن بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ابی طالب کے فرزند محمد فرض شہادت ادا کرنے کے لیے نکلے یہ وہی محمد ہیں جنہیں حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حاکم مدینہ سے حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے پروانہ امن حاصل کر کے دیا تھا اور ہدایت کی تھی کہ یہ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہنچا دو اس وقت حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ سے کوفہ روانہ ہو چکے تھے اس لئے حضرت عبداللہ بن جعفر کے فرزند محمد اور عون نے راستے میں یہ پروانہ دیا مگر جب آپ نے واپس ہونے سے انکار کیا اور ان دونوں نوجوانوں نے ابن جعفر کو اس کی اطلاع دی تو انہوں نے عون ومحمد کو ہدایت کی کہ اچھا پھر تم بھی حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ روانہ ہو جاؤ۔ چنانچہ یہ دونوں آخر وقت تک حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ رہے تا آنکہ وہ گھڑی آپہنچی جس کے لئے انہوں نے مکہ سے رخت سفر باندھا تھا سب سے پہلے محمد رجز پڑھتے ہوئے میدان میں آئے اور دشمن کے دس آدمی ہلاک کر کے شہید ہو گئے پھر عون میدان میں نکلے اور جوہر شمشیر زنی دکھانے کے بعد عبداللہ بن قطبتہ طائی کے ہاتھوں شہید ہو گئے محمد جس شخص کی تلوار سے شہید ہوئے اس کا نام عامر بن نہشل

Marfat.com

تمیمی ہے۔"

(تاریخ طبری جلد ششم ص 256)

امام عالی مقام کے بھائیوں کی شہادت:

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھی حق کی راہ میں اپنی جانوں کے نذرانے پیش کرتے جارہے تھے جانثاروں کی صف میں امام عالی مقام کے بھائی بھی موجود تھے چنانچہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی محمد الاوسط جو امامہ بنت ابی العاص کے بطن سے تھے میدان میں آئے اور فوج دشمن کے بہت سے افراد کو قتل کرنے کے بعد شہید ہو گئے۔ایک روایت کے مطابق قبیلہ ابان بن وارم کے ایک شخص نے تیر مار کر انہیں شہید کر دیا اور ان کا سر کاٹ کر ابن سعد کے سامنے پیش کر دیا۔

(تاریخ طبری جلد ششم ص 257)

جناب محمد الاوسط کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دوسرے فرزند عبداللہ جو ام البنین کے بطن سے تھے شہید ہوئے عبداللہ اور ان کے تین دوسرے بھائی عباس بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عثمان بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور جعفر بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ شمر ذی الجوشن کے بھانجے تھے اس لئے جب ابن زیاد نے اسے عمر بن سعد کے نام تہدیدی فرمان دے کر روانہ ہونے کا حکم دیا تو اس نے ابن زیاد سے کہا کہ میرے بھانجے حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ میدان کربلا میں آگئے ہیں آپ ان کے لئے امان کا فرمان لکھ دیں چنانچہ ابن زیاد نے شمر کی درخواست پر ان چاروں بھائیوں کے لیئے امان نامہ لکھ دیا کربلا پہنچ کر شمر نے ان چاروں کو بلایا اور ان سے کہا کہ میں نے تمہارے لئے امیر سے امان حاصل کر لی ہے مگر ان غیرت مند بھائیوں نے نہایت بے باکی سے اس کی امان کو یہ کہہ کر ٹھکرا دیا کہ:۔

"خدا کی لعنت ہو تجھ پر اور تیری امان پر کہ ہمیں تو امان دیتا ہے اور نواسہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ذبح کرنے کے درپے ہے۔" (تاریخ طبری جلد ششم ص 237)

واقعہ شہادت کے وقت ان کی عمر پچیس سال تھی بڑی شجاعت سے جنگ کی اور ہانی بن ثبیت حضرمی کے ہاتھ سے جام شہادت نوش کیا۔

Marfat.com

ان کے بعد ان کے بھائی عثمان بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگ کے لئے نکلے شہادت کے وقت ان کی عمر تئیس (23) سال تھی خولی بن یزید اصبحی نے تیر مار کر انہیں شہید کر دیا اور قبیلہ بنی ابان بن وارم کے ایک شخص نے ان کا سر کاٹ لیا حضرت عثمان بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد حضرت جعفر بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوئے۔ (تاریخ طبری جلد ششم ص 287)

حضرت عبداللہ بن امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت:

اس کے بعد حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگے بڑھے اور کہا چچا جان! مجھے بھی لڑنے کی اجازت عطا فرمایئے امام عالی مقام نے ان کو سینے سے لگایا اور اجازت دینے میں پس و پیش کیا مگر وہ بضد ہوئے اور اجازت حاصل کر کے میدان جنگ کا رخ کیا باوجود اس بات کے کہ دشمنوں کی ایک کثیر تعداد مقابلے پر موجود تھی لیکن جراءت اور دلیری کا مظاہرہ کرتے ہوئے لشکر یزید پر حملہ آور ہو گئے اور تلوار کے وہ جوہر دکھائے کہ دشمنوں میں کھلبلی مچ گئی۔ آپ کی دلاوری دیکھ کر عمرو بن سعد کے اوسان خطا ہو گئے۔ اس نے بہت سے جنگجوؤں کو بھیجا جنہوں نے چاروں طرف سے آپ پر حملہ کر دیا آپ پیاسے ہونے کے باوجود بڑی پھرتی سے لڑتے رہے اس دوران آپ کو تیروں کے بہت سے زخم لگے۔ جس سے نڈھال ہو گئے بالآخر ایک بدبخت فیہان بن زبیر نے حضرت عبداللہ بن حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کر دیا۔ (روضۃ الشہداء جلد دوم)

حضرت قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت:

جب حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہو گئے تو حضرت قاسم بن حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور میدان جنگ میں جانے کی اجازت طلب کی امام عالی مقام ان سے بہت محبت فرماتے تھے اور ایک روایت کے مطابق میدان جنگ کو بھیجنے میں مذبذب تھے مگر حضرت قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اصرار سے مجبور ہو کر اجازت عطا فرما دی حضرت قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ رجز پڑھتے ہوئے میدان میں گئے کہ۔

"اگر تمہیں معلوم نہ ہو تو اب جان لو کہ میں حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیٹا اور نواسہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں کیا ستم ہے کہ تم نے حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قیدی کی طرح محصور کر لیا ہے

Marfat.com

خدا اس جماعت کو ابر باراں سے محروم رکھے۔"

ایک روائیت میں ہے کہ حضرت قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔

"او دشمنان دین اور اپنے نبی کا گھرانہ اجاڑنے والو! میں قاسم بن حسن بن علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہوں میں خاندان رسالت کا چشم و چراغ ہوں میں گلشن بتول کا مہکتا ہوا پھول ہوں آؤ مجھے تیروں سے چھلنی کرو تلواروں سے گھائل کرو اور میرے لیے جنت کی راہ کھول دو تم میں سے کون میرے مقابلے پر آئے گا۔"

ایک دوسری روائیت میں آتا ہے کہ حضرت قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میدان جنگ میں پہنچ کر عمرو بن سعد کو للکارا اور کہا۔

"اے عمرو بن سعد! میرے سامنے آ اور مجھ سے مقابلہ کر یا جس جوان پہلوان پر تجھے ناز ہو اُسے میرے مقابلے کے لیے جلد بھیج۔"

آپ کی للکار سُن کر یزیدی لشکر میں کھلبلی مچ گئی اس یزیدی لشکر میں ایک شخص ارزق پہلوان بھی اپنے چار بیٹوں سمیت موجود تھا اس پہلوان کو مصر و شام والے ایک ہزار جوان کی طاقت کا مالک سمجھتے تھے اس کا شمار یزید کے خاص افراد میں ہوتا تھا اس کے بیٹے بھی بہت طاقتور تھے حضرت قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب یزیدی لشکر کو للکارا تو مقابلے میں آنے کے لیے کوئی تیار ہوا نہ تو عمرو بن سعد نے ارزق سے کہا کہ اے ارزق! تیری بہادری دیکھنے کا آج موقع ملا ہے جا اور اس جوان کی جوانی کو خاک میں ملا دے۔ ارزق اپنے آپ کو بڑا طاقتور پہلوان سمجھتا تھا اس لیے اس نے اس کو اپنی توہین خیال کیا اور کہا اے عمرو بن سعد! مجھے جانے اور مقابلہ کرنے میں تو انکار نہیں لیکن یہ سوچ کہ کہاں مجھ سا تجربہ کار جہاندیدہ پہلوان اور کہاں یہ نوجوان بھلا میرا اور اس کا کیا مقابلہ ہے عمرو بن سعد بولا اے ارزق! تیرا خیال غلط ہے بنی ہاشم کا بچہ بچہ شیر اور دلیر ہے تو اس کی کم عمری نہ دیکھ جب مقابلہ کرے گا تو تجھے خود ہی معلوم ہو جائے گا یہ جو تو چہرے پر افسردگی دیکھ رہا ہے صرف پانی نہ ملنے کی وجہ سے ہے ورنہ اگر ان لوگوں کے پاس ہماری طرح کھانے پینے کا سامان ہوتا۔ تو میں سچ کہتا ہوں کہ ایک ایک ہاشمی جوان سینکڑوں ہزاروں پر بھاری ہے۔

ارزق نے اپنے بڑے بیٹے کو یہ کہہ کر بھیج دیا کہ میرے جانے کی کیا ضرورت ہے

Marfat.com

میرا بیٹا ابھی قاسم کا سر لے کر آتا ہے چنانچہ اس کا بیٹا حضرت قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقابلے پر آیا اور حضرت قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں ذلت کے ساتھ مارا گیا اس کی تلوار پر حضرت قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قبضہ کر لیا اور پھر للکارے کہ کوئی دوسرا ہے تو میرے سامنے آئے ارزق نے اپنے بیٹے کو اس طرح مرتے ہوئے دیکھا تو بہت غضبناک ہوا اور اپنا دوسرا بیٹا مقابلے پر بھیجا حضرت قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس دوسرے کو بھی ہلاک کر دیا اب تو ارزق پر دیوانگی طاری ہو گئی اور اس نے اپنا تیسرا بیٹا بھیجا آپ نے اسے بھی چند لمحوں میں موت کے گھاٹ اتار دیا اس کے بعد ارزق کا چوتھا بیٹا آیا اور وہ بھی مارا گیا یکے بعد دیگرے چاروں بیٹوں کے مارے جانے سے ارزق کی آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا وہ غصہ میں دیوانہ ہو کر خود میدان میں آیا۔

جب حضرت قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقابلے پر ارزق آیا تو اس کو دیکھ کر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور دعا کی اے اللہ! میرے قاسم کی لاج تیرے ہاتھ میں ہے ارزق نے میدان میں آتے ہی غضبناک ہو کر نیزے سے حملہ کیا حضرت قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس وار سے اپنے آپ کو بچا لیا ارزق نے دوبارہ کئی وار کیئے لیکن اسے ناکامی ہوئی حضرت قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اس پر نیزے سے حملہ کیا مگر اس نے بھی اپنے آپ کو بچا لیا نیزے پھینک کر دونوں طرف سے تلواریں نکل آئیں۔ جب حضرت قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تلوار لہرائی تو ارزق اس تلوار کو دیکھ کر بولا یہ تلوار تو میں نے ہزار دینار میں خریدی تھی اور ہزار دینار میں زہر آب کرائی تھی تمہارے پاس کہاں سے آ گئی؟ حضرت قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا یہ تمہارے بڑے لڑکے کی نشانی ہے وہ تمہیں اس کا مزہ چکھانے کے لیے مجھے دے گیا ہے میں نے اس سے یہ چھینی تھی اس کے بعد آپ نے جنگی حکمت عملی سے کام لیتے ہوئے فرمایا تم ایک مشہور سپاہی ہو کر اس قدر بے احتیاطی سے کام لیتے ہو کہ میدان میں لڑنے کے لیے آ گئے اور گھوڑے کا تنگ ڈھیلا رکھتے ہو اسے کسا بھی نہیں وہ دیکھو زین پشت مرکب سے پھسلا ہوا ہے ارزق یہ دیکھنے کو جھکا ہی تھا کہ حضرت قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اللہ کا نام لے کر اس پر ایسی تلوار ماری کہ ارزق کے اُسی وقت دو ٹکڑے ہو گئے۔

اس کے بعد آپ دشمن کے لشکر پر حملہ آور ہوئے ان پر باز کی طرح جھپٹ پڑے کبھی میمنہ

Marfat.com

پر حملہ کرتے۔ تو کبھی میسرہ پر حملہ آور ہوتے اور کبھی قلب میں داخل ہو کر تیغ آبدار اور شان حیدر کرار کے جوہر دکھاتے چونکہ اکیلے تھے۔ مقابلے پر ہزاروں کی تعداد میں دشمن موجود تھے۔ آپ زخموں سے نڈھال ہو گئے ایک تیر آپ کے سینہ مبارک پر لگا جو آپ کے دل میں پیوست ہو گیا آپ خون سے لت پت گھوڑے سے لڑھکنے لگے اس حالت میں ایک ظالم شیث بن سعد اور بعض روایات کے مطابق عمرو بن سعد بن نفیل ازدی نے نیزہ مار کر شہید کر دیا۔

زخموں سے لگا خون رکابوں سے ٹپکنے
طاقت گئی لڑنے کی لگا ہاتھ بہکنے
پانی کے لیئے تن میں لگی روح پھڑکنے
مڑ مڑ کے سوئے خیمہ لگے یاس سے تکنے
سینہ پر سنان گرز لگا کاسئہ سر پر
تیور جو جھکے تھے کہ پڑی تیغ کمر پر

حضرت قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب زخمی حالت میں زمین پر گر پڑے تو ابھی چند آخری سانسیں باقی تھیں حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوڑے ہوئے گئے زخمی بھتیجے کا سر اُٹھا کر اپنے زانو پر رکھا چہرے سے خاک کربلا ہٹائی تو حضرت قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنکھیں کھول کر دیکھا اور مسکراتے ہوئے کہا مجھے نانا پاک اپنے ہاتھ میں جام کوثر لیئے اپنے پاس بلا رہے ہیں اس کے ساتھ ہی حضرت قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھیں بند ہو گئیں۔ کلمہ پاک پڑھتے ہوئے جام شہادت نوش کر گئے۔ (تاریخ طبری۔ تذکرۃ الحسنین، روضۃ الشہداء تنقیح الشہادتین)

حضرت عباس علمدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اجازت مانگی:

تاریخ کربلا میں حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کردار حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد سب سے زیادہ نمایاں دکھائی دیتا ہے اور اپنی موجودگی کا احساس جتنی مرتبہ انہوں نے کرایا ہے اتنا کسی اور نے نہیں کرایا جب حضرت امام عالی مقام اور آپ کے ساتھیوں پر پانی بند کیا گیا تو یہی حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دستہ لے کر فرات پر گئے اور دشمن کی زبردست مزاحمت کے باوجود پانی لانے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ یزیدی فوج سے مقابلے کے لیے اپنے

Marfat.com

ساتھیوں کی ترتیب کے وقت حضرت امام حسینؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو علم عطا فرمایا اور امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے جس جانثار نے سب سے آخر میں جنگ کر کے اپنی جان نثار کی وہ بھی یہی حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے ان میں بنو ہاشم کی بہت سی خصوصیات جمع ہوگئی تھیں حسن و جمال میں شہرہ آفاق تھے نہایت وجیہہ دلیر اور دراز قد تھے بڑے شجاع اور فصیح و بلیغ تھے دین داری اور تقویٰ کے لحاظ سے نہایت ممتاز حیثیت کے حامل تھے ان کی بہادری اور استقلال کا یہ عالم تھا کہ جب انہوں نے دیکھا کہ امام عالی مقام کی حفاظت کرنے والوں میں سوائے ان کے اور کوئی باقی نہیں رہا اور پرچم حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو بلند رکھنا ان کا فرض ہے۔ تو یہ دیوانہ وار میدان جنگ میں جانے کی غرض سے امام عالی مقام کی خدمت میں اجازت کے طلبگار ہوئے اور کہا اب مجھے میدان میں جانے کی اجازت دیجیے۔ اب تو حد ہوگئی ان ظالموں نے ہمارے تمام ساتھیوں اور عزیزوں کو شہید کر دیا ہے اور جو باقی بچے ہیں سب پیاس کے مارے نڈھال ہو رہے ہیں مجھ سے ان کی پیاس نہیں دیکھی جاتی میں پانی لینے فرات پر جا رہا ہوں اب دل میں ضبط کرنے کی تاب نہیں ہے۔

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا بھائی! تم تو میرے لشکر کے نشان ہو تم سے میری ڈھارس بندھی ہوئی ہے جب تم بھی اس غربت و بیکسی میں میرا ساتھ چھوڑ دو گے تو پھر میرا کون غمگسار رہے گا حضرت عباس علمدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا بھائی صبر کیجیے اور جس طرح ہو مجھے جانے کی اجازت دیجیے۔

میں چلا ساقی کوثر کی قسم
اب نہ ٹھہروں گا پیمبر کی قسم
دل مرا آج پریشان ہے بہت
آپؐ کی زلف معنبر کی قسم
جوش کھاتا ہے مرا خون جگر
خُلد کے لالہ احمر کی قسم
حیدری حملہ کروں گا جا کر

Marfat.com

اپنی شمشیر کے جوہر کی قسم
میرا گھوڑا نہ پھرے گا رن سے
دُلدل حیدر صفدر کی قسم
رُخ شبیر کا عاشق ہوں شہید
بُلبُل زار گل تر کی قسم

حضرت عباس علمدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اصرار جب بہت زیادہ ہو گیا تو حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو اجازت دے دی اور فرمایا کہ جس وقت عمرو بن سعد سے سامنا ہو تو ایک مرتبہ پھر اتمام حجت کے لیے اُس کے کان کھول دینا۔ آپ نے فرمایا ٹھیک ہے اس کے بعد حضرت عباس علمدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ خیمہ اہل بیت میں آئے دیکھتے ہیں کہ بہن سیدہ زینب اور سیدہ سکینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما پیاس کی شدت سے سخت مضطرب ہیں سیدہ سکینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ کو دیکھتے ہی کہا چچا جان! دیکھیے اب تو میرا حلق بالکل خشک ہو گیا ہے تشنگی سے زبان پر کانٹے محسوس ہوتے ہیں یہ سُن کر آپ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی بیوی کی طرف دیکھا جو کہ پیاس سے نڈھال بے حس و حرکت پڑی ہوئی تھیں عجب دردناک منظر تھا میر ببر علی انیس اس دلسوز واقعہ کو اپنے اشعار میں اس طرح بیان کرتے ہیں۔

تھے مضطرب و بیتاب حرم کھولے ہوئے سر
دیکھا کہ چلتے آتے ہیں عباس دلاور
رومال ہے آنکھوں پہ منہ اشکوں سے ہے تر
زوجہ تو پس پشت ہے اور پہلو میں ہے پسر
گودی میں ہیں مظلوم سکینہ کو سنبھالے
اور ننھے سے ہاتھوں کو وہ گردن میں ہے ڈالے
فرماتے ہیں بیٹے سے کہ اے ناز کے پالے
کرتا ہے پدر تم کو سکینہ کے حوالے
دروازہ پہ جا جا کے خبر لائیو بیٹا

Marfat.com

شہزادی کو تم کھیل میں بہلائیو بیٹا
آداب بجالائے تصدق ہوئے عباس
غش ہو گئے صدمے سے شہ بیکس و بے آس
ٹوٹا تھا فلک زوجہ عباس حزیں پر
اٹھتی تھی کبھی اور کبھی گرتی زمیں پر
القصہ چڑھے گھوڑے پہ عباس علمدار
بجلی کی طرح کوند گیا دشت میں رہوار
وہ چاند سی صورت وہ چمکتے ہوئے ہتھیار
سرتا بہ قدم دبدبہ حیدر کرار

میدان جنگ میں پہنچ گئے:

حضرت عباس علمدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھوڑے پر سوار دشمنوں کی فوج کی طرف بڑھے عمرو بن سعد نے دور سے آپ کو آتے ہوئے دیکھا تو وہ سراسیمہ ہوا آپ اپنا گھوڑا بڑھا کر اس کے سامنے پہنچ گئے اور اس سے للکار کر فرمایا۔

"اے عمرو بن سعد! کان کھول کر سن اور میری بات پر توجہ کر تو نے دیکھا نہیں تیرے لشکر نے گلزار رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کس قدر پھول توڑ کر اس بیابان میں ڈال دیے ہیں ارے ظالم! یہ وہ پھول ہیں جن کی خوشبو سے دماغ عالم معطر اور مشام دنیا معنبر تھا مگر تو نے ان کی ذرا قدر نہ کی دیکھ اور غور سے سن! امام عالی مقام اب بھی یہی چاہتے ہیں کہ تُو اپنے ظلم و ستم سے باز آ جا اور باقی ماندہ اہل بیت رسول کو لے کر کہیں چلا جانے دے وہ فرماتے ہیں کہ تو راستہ چھوڑ دے اور یہاں سے چلا جانے دے دوسری بات یہ ہے کہ چھوٹے بچے پیاس سے بلک رہے ہیں مجھے اجازت دے کہ میں ایک مشک پانی بھر کر بچوں کے لیے لے جاؤں اور اُن کے سوکھے حلق تر کروں اگر تو ان دو باتوں پر راضی ہو جائے تو حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) وعدہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن میں تجھ سے کسی قسم کا مواخذہ نہ کروں گا۔"

عمرو بن سعد نے کہا اے عباس بن علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) پہلے سوال کا جواب تو یہ ہے کہ

Marfat.com

اگر حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) آج یزید کی بیعت کرلیں تو ہم انہیں چھوڑ دینے کے لیے تیار ہیں لیکن جب تک انہیں بیعت یزید سے انکار ہے اُن کا ہمارے ہاتھ سے بچ کر نکل جانا دشوار ہے بے شک ہم جانتے ہیں کہ وہ عالی نسب اور والا حسب ہیں لیکن ہم حاکم وقت یزید کی اطاعت کے باعث ان کے لیے کچھ نہیں کر سکتے۔ دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ نہر فرات تو کیا اگر تمام روئے زمین کا پانی ہمارے قبضہ میں آ جائے تو بھی روانہ رکھیں گے کہ حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اوران کے ساتھ آنے والوں تک ایک قطرہ بھی پہنچائیں۔

حضرت عباس علمدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کی یہ بات سُن کر غصے میں آ گئے اور گھوڑا بڑھا کر فوراً خیمہ امام عالی مقام کی طرف پلٹے اور عرض کیا بھائی جان! وہ لعین تو کوئی بات نہیں مانتے اسی اثناء میں خیموں سے العطش العطش کی صدائیں حضرت عباس علمدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کانوں میں آئیں آپ سن کر بے قرار ہو گئے اور مشکیزہ لے کر پانی لانے کے لیے تیار ہو گئے امام عالی مقام نے دعا فرمائی اور اجازت دی۔ (روضۃ الشہداء۔ حیات امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

عباس علمدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت:

حضرت عباس علمدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشکیزہ لے کر گھوڑے پر سوار فرات کی طرف روانہ ہو گئے اور آن واحد میں کنارۂ فرات پر پہنچ گئے مورخین لکھتے ہیں کہ اس وقت چار ہزار یزیدی فوجیوں کا فرات پر پہرہ تھا دو ہزار پیدل اور دو ہزار سوار فرات پر ہر جانب چھائے ہوئے تھے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب فرات پر قدم رکھا تو سب نے آپ کو گھیر لیا آپ نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا تم لوگ مسلمان ہو یا کافر؟ انہوں نے جواب دیا ہم مسلمان ہیں آپ نے فرمایا مسلمانوں میں یہ کب روا ہے کہ چرند و پرند تو پانی پئیں اور فرزندان مصطفیٰ پیاسے تڑپیں تم لوگ قیامت کی پیاس سے نہیں ڈرتے ظالمو! جگر گوشہ رسول حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) پیاسے ہیں ان کے بچے پیاسے ہیں کچھ خیال کرو بچوں کے لیے تو پانی لینے دو یہ سُن کر بھی ان سنگدلوں پر کوئی اثر نہ ہوا اس پر آپ ان کی پرواہ کیے بغیر آگے بڑھے کہ۔

ہشیار ہو میں بنت پیمبر کا پسر ہوں
سقائے حرم ساقی کوثر کا پسر ہوں

Marfat.com

میں شیر خدا قاتل انتر کا پسر ہوں
عباسؓ میرا نام ہے حیدرؓ کا پسر ہوں
پانی کے لیے آئے ہیں ہم روک تو دیکھو
شیروں کو ترائی میں ذرا ٹوک تو دیکھو

حضرت عباس علمدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ دشمنوں کو پامال کرتے ہوئے فرات میں اتر گئے سب نے آپ پر حملہ کر دیا تھا آپ نے باہر نکل کران سے بھرپور مقابلہ کیا اور جب وہ ادھر اُدھر منتشر ہوئے تو آپ پھر فرات کی طرف بڑھے اور بسم اللہ کہہ کر پانی کا مشکیزہ بھر لیا اور چاہا کہ خود بھی دو گھونٹ پانی پی لیں۔ لیکن امام عالی مقام اور بچوں اور خواتین کی پیاس یاد آ گئی فوراً آنکھوں میں آنسو آ گئے اور پانی پیئے بغیر مشکیزہ لے کر روانہ ہونے کے ارادے سے گھوڑے پر سوار ہوئے تو یزیدی لشکر میں ہلچل مچ گئی۔

دریا سے چلا بحر شجاعت کا شناور
گویا اُفق چرخ سے نکلا شہ خاور
غل پڑ گیا پیاسوں کی ہوئی قسمت یاور
ہاں مشک تو لے جانے نہ پائے یہ دلاور

یزیدی لشکر بھلا کس طرح گوارا کر سکتا تھا کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ پانی لے کر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خیموں کی طرف چلے جائیں دیکھتے ہی دیکھتے سب چاروں طرف سے آپ پر ٹوٹ پڑے اور ایک ظالم نوفل نے پیچھے سے آ کر تلوار کا وار ہاتھ پر کیا جس سے آپ کا دایاں ہاتھ جس میں مشکیزہ تھا جھولنے لگا آپ نے مشکیزہ بائیں ہاتھ میں لے لیا مگر کسی بدبخت نے وہ ہاتھ بھی تلوار کے وار سے کاٹ دیا مجبوراً آپ نے مشکیزہ اپنے دانتوں میں دبا لیا اور پاؤں کی رکاب سے گھوڑے کو سرپٹ دوڑانا شروع کیا۔

جب نہر سے گھوڑے کو اُڑاتے ہوئے آئے
کس شان سے نیزہ کو ہلاتے ہوئے آئے
مشکیزہ کو ان سے بچائے ہوئے آئے

Marfat.com

سینہ کی نہ گردن کی نہ شانے کی خبر تھی
ہوش اپنا نہ تھا مشک بچانے کی فکر تھی

اب یزیدی لشکر کی طرف سے تیروں کی بارش شروع ہوگئی تیر آپ کے جسم پر لگنے کے ساتھ ساتھ مشکیزے پر بھی لگ رہے تھے جس سے مشکیزے میں چھید ہو گئے اور پانی بہنے لگا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ آبدیدہ ہوئے تیروں کے لگنے سے مشکیزہ پانی سے خالی ہو چکا تھا کہا یا اللہ کیا تشنگان دشت کربلا کی قسمت میں ایک قطرہ پانی بھی نہیں ہے غیب سے ندا آئی کہ ہم نے ان کے لئے شربت کوثر تیار کر رکھا ہے۔

کاری زخموں کے باعث نقاہت طاری ہو چکی تھی گھوڑے سے گرتے ہوئے امام عالی مقام کو آواز دی۔

گرے گھوڑے سے یہ کہہ کر الٰہی
خبر عباس کی لے جلد بھائی
چلائے کہ تشریف ادھر لایئے آقا
مشتاق کو دیدار کرا جایئے آقا
الطاف وکرم بندہ پہ فرمایئے آقا
اب گھوڑے سے گرتا ہے غلام آیئے آقا
باتیں کئی کہنی ہیں یہ فدوی انہیں کہہ جائے
مرتے ہوئے حسرت ملاقات نہ رہ جائے

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھائی کی آواز سنی تو ان کی طرف دوڑے حضرت عباس علمدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاک وخون سے لبریز زمین پر پڑے تھے۔

واں خاک پہ شہ خاک اڑاتے ہوئے پہنچے
کفار کے لشکر کو ہٹاتے ہوئے پہنچے
آنسو رُخ انور پہ بہاتے ہوئے پہنچے
پہنچے تو مگر ٹھوکریں کھاتے ہوئے پہنچے

Marfat.com

چلائے کہ جاتی ہے میری جان برادر
چھاتی سے لپٹ جا تیرے قربان برادر

امام عالی مقام نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر پر دست شفقت پھیرا پھر ان کے دیکھتے ہی دیکھتے حضرت عباس علمدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہو گئے ایک روائیت میں آتا ہے کہ جن بدبختوں نے ان کو شہید کیا ان کے نام حکیم بن طفیل طائی اور زید بن ورقا جہنی تھے۔
(تاریخ طبری۔ تنقیح الشہادتین۔ اعیان الشعیہ جلد چہارم)

حضرت علی اصغر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت:

اب حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود میدان میں یزیدی لشکر کے مقابلے پر نکلنے کے لیے تیاری کی اور اہل بیت اطہار کو تسلی و تشفی دینے کے لیے خیموں کی طرف آئے آپ کے چھوٹے فرزند حضرت علی اصغر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ شیر خوار تھے پیاس سے بے چین تھے چھ مہینے کی عمر ہے اور تین دن سے بھوکے اور پیاسے ہیں بھوکی پیاسی ماں کے سینے میں دُودھ خشک ہو چکا ہے پینے کے لیے پانی کے چند قطرے بھی نہیں ہیں حالت ایسی ہے کہ معصوم بچے کی خشک زبان کبھی باہر آتی ہے اور کبھی بے چینی سے پورا بدن ہلنے لگتا ہے اور غش کھا کر بے ہوش ہو جاتے ہیں جب معصوم بچے کی بے تابی بہت بڑھ گئی تو حضرت علی اصغر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ حضرت رباب بنت امراء القیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان کو گود میں لیئے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں آئیں اور کہا میرے سرتاج اب علی اصغر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی پیاس اور بیتابی دیکھی نہیں جاتی اس کو گود میں لے کر جایئے اور ظالموں کو دکھایئے شاید ان سنگدلوں کو اس بچے کی پیاس اور بیتابی پر ترس آ جائے اور پانی کے چند گھونٹ اس کو پلا دیں۔

امام عالی مقام نہیں چاہتے تھے کہ اتمام حجت کے لیے چھ ماہ کے معصوم بچے علی اصغر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے دشمنوں سے پانی مانگنے جائیں کیونکہ آپ کو قطعاً امید نہیں تھی کہ وہ لوگ بچے کے لیے چند قطرے پانی کے دے دیں گے لیکن پھر بھی حضرت علی اصغر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے دامن عبا میں لے کر دشمنوں کی طرف تشریف لے جا رہے تھے۔

Marfat.com

ہر اک قدم پہ سوچتے تھے سبط مصطفےٰ
لے تو چلا ہوں فوج عدو سے کہوں گا کیا
نہ مانگنا ہی آتا ہے مجھ کو نہ التجا
مانگوں گا بھی اگر تو بھلا دیں گے مجھ کو کیا
پانی کے واسطے نہ سُنیں گے عدو میری
بچے کی جان جائے گی اور آبرو میری
پہنچے قریب فوج تو گھبرا کے رہ گئے
چاہا کریں سوال پہ شرما کے رہ گئے
غیرت سے رنگ فق ہوا تھرا کے رہ گئے
چادر پسر کے چہرے سے سرکا کے رہ گئے
آنکھیں جھکا کے بولے کہ یہ ہم کو لائے ہیں
اصغر تمہارے پاس غرض لے کے آئے ہیں
گو میں بقول عمرو وشمر ہوں گناہگار
یہ تو نہیں کسی کے بھی آگے قصور وار
ششماہی بے زباں نبی زادہ شیرخوار
ہفتم سے سب کے ساتھ یہ پیاسا ہے شیرخوار
سن ہے جو کم تو پیاس کا صدمہ زیادہ ہے
مظلوم خود ہے اور مظلوم زادہ ہے!
یہ کون بے زبان ہے تجھے کچھ خیال ہے
دُرِ نجف ہے مجھ بے کس کا لال ہے
لومان لو تمہیں قسم ذوالجلال ہے
یثرب کے شہزادے کا یہ پہلا سوال ہے
پوتا علی کا تم سے طلب گار آب ہے

Marfat.com

دے دو کہ اس میں ناموری ہے تو خواب ہے

امام عالی مقام نے فرمایا اے میرے نانا جان کا کلمہ پڑھنے والو! میں نے اپنا تمام کنبہ اور خاندان اور احباب کو تمہاری بے رحمی اور جور و جفا کی نظر کر دیا اب بھی اگر آتش بغض و عناد جوش میں ہے تو اس کے لیے میں ہوں یہ میرا بچہ علی اصغر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) شیر خوار ہے پیاس سے دم توڑ رہا ہے اس کی بیتابی دیکھو اور کچھ شائبہ بھی رحم کا ہو تو اس کا حلق تر کرنے کو ایک گھونٹ پانی دے دو میرے اس ننھے مسافر سید بیکس مظلوم کو پانی پلا دو دیکھو! آج جو میرے اس ننھے مسافر کو پانی پلائے گا میرا وعدہ ہے کہ میں اسے حوض کوثر پر سیراب کروں گا۔

ان سنگدلوں پر امام عالی مقام کی کسی بات کا کوئی اثر نہ ہو عمرو بن سعد نے کہا اے حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) پانی کی اُمید نہ رکھو تمہیں اور تمہارے بچوں کو پانی نہیں دیا جا سکتا۔

یہ کہہ کر ہوئے مستعد قتل کماندار
صف باندھ کے چلوں سے ملائے لب ورخسار
ہونے لگی معصوم پہ جو تیروں کی بوچھاڑ
خم ہو کے بچاتے تھے اسے سید الابرار
چلاتے تھے پیہم کہ یہ کیا کرتے ہو تم
بچے کو جو تاکا تو خطا کرتے ہو تم

اسی اثناء میں ایک ظالم حرل بن کاہل نے تیر کا ایک ایسا نشانہ باندھ کر مارا کہ حضرت علی اصغر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حلق کو چھیدتا ہوا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بازو میں پیوست ہو گیا امام عالی مقام نے وہ تیر کھینچ کر نکالا تو خون کے چند قطرے حضرت علی اصغر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گردن سے نکلے آپ نے خون کے ان قطروں کو زمین پر نہ گرنے دیا تیر کے لگنے سے حضرت علی اصغر رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہو گئے۔

شاہ لاش کو ہاتھوں میں اُٹھا کر یہ پکارے
اے بار خدا خلق سے اصغر بھی سدھارے
صد شکر کہ تُو نے میرے سب کام سنوارے

Marfat.com

کچھ اور بجز نذرانہ نہ تھا پاس ہمارے
یہ ہے پسر صاحب معراج کا ہدیہ!
مقبول ہو اس بندۂ محتاج کا ہدیہ!

امام عالی مقام نے اپنی نگاہیں آسمان کی طرف اٹھائیں اور فرمایا اے اللہ! گواہ رہنا کہ میں نے معصوم علی اصغر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو بھی تیری راہ میں قربان کر دیا ہے۔ اے اللہ جو کچھ یہ لوگ کر رہے ہیں میں اس پر بھی تجھے گواہ بناتا ہوں یا اللہ! جس راہ پر اس وقت میں گامزن ہوں اس کی شدید کٹھن منزلیں تیری رحمت سے ہی آسان ہو رہی ہیں۔

آپ حضرت علی اصغر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لاش مبارک ہاتھوں پر اُٹھائے سوچ رہے تھے کہ اسے لے کر کس طرح خیمے میں جاؤں علی اصغر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی غم نصیب والدہ سے کیا کہوں گا اُسے کیسے بتاؤں گا کہ معصوم علی اصغر کو بھی ظالموں نے شہید کر دیا ہے پھر ارادہ کیا کہ خیمے میں لے جانے کی بجائے یہیں زمین کھود کر دفن کر دیا جائے اپنے معصوم صاجزادے کی لاش سینے سے چمٹالی آنکھوں سے آنسو رواں تھے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا کریں خیمے میں لے کر جائیں یا ادھر ہی دفن کر دیں۔

فرماتے تھے کیونکر علی اصغر تجھے پاؤں
اے جان تجھے خاک میں کس طرح ملاؤں
ماں تیری جو مانگے تو کہاں ڈھونڈنے جاؤں
اس وقت کلیجے کا کسے حال سناؤں
ہاتھوں سے میرے خاک گرائی نہیں جاتی
صورت تیری مٹی میں ملائی نہیں جاتی

امام عالی مقام ننھی سی نعش مبارک لے کر خیمہ میں آئے اور حضرت علی اصغر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ کو دیتے ہوئے فرمایا لو تمہارا علی اصغر حوض کوثر سے سیراب ہو کر آ گیا۔ حضرت علی اصغر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نعش مبارک کو دیکھ کر اہل بیت اطہار بے چین و بے قرار ہو گئے۔ بچے کی والدہ ماجدہ نے بچے کی لاش اپنے سینے سے لگائی زار و قطار روتی تھیں اور اس خیال سے کہ آواز خیمہ کے

Marfat.com

باہر نہ جائے چپکے چپکے فرماتی تھیں بیٹا علی اصغر! اس دشت غربت میں تم بھی مجھے چھوڑ کر چلے گئے،

اصغرؓ تمہیں گود میں بٹھاؤں
آؤ تمہیں جھولنا جھلاؤں
دے کر تمہیں لوریاں سناؤں
اُٹھو تو میں دودھ بھی پلاؤں
کچھ منہ سے بھی تم نہ کہنے پائے
بچپن میں یہ رنج و غم اُٹھائے
ماں جان سے اپنی کیوں نہ جائے
اصغرؓ کہہ کر کسے بلائے
خالی مری گود رہ گئی آج
فریاد سُنے کوئی مری آج
غم خوار مرا نہیں کوئی آج
دل کو ہے عجیب بے کلی آج
تم گھٹنوں چلنے بھی نہ پائے
دل کو کس طرح چین آئے
کیوں آنکھ نہ اشک خون بہائے
آئے ہو لہو میں تم نہائے

(تذکرۃ الحسنین۔ تنقیح الشہادتین۔ روضۃ الشہدا جلد دوم۔ سوانح کربلا)

امام عالی مقام کی تیاری:

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا وقت اب قریب آ چکا تھا تمام جانثار یکے بعد دیگرے شہید ہو چکے تھے صرف آپ کے صاحبزادے حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی رہ گئے تھے مگر چونکہ وہ بیمار تھے اس لیے نقاہت اور کمزوری کے باعث دشمنوں کے مقابلے ہونے سے قاصر تھے اب امام عالی مقام نے میدان جنگ میں جانے کا ارادہ فرمایا تو

Marfat.com

اگر چہ امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ناتوانی سے اُٹھ نہ سکتے تھے مگر کمزوری کے باوجود نیزہ تھامے لڑکھڑاتے ہوئے امام عالی مقام کے پاس آئے اور عرض کی ابا جان! میرے ہوتے ہوئے۔آپ کیوں تشریف لے جا رہے ہیں مجھے بھی حکم دیجئے کہ میں لڑ کر مرتبہ شہادت حاصل کر لوں اور اپنے بھائیوں سے جاملوں حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی باتیں سن کر آبدیدہ ہو گئے اور فرمایا بیٹا تم خیمہ اہل بیت میں جا کر بیٹھو اور قصد شہادت نہ کرو بیٹا! میں تمہیں کیسے اجازت دے دوں علی اکبر بھی شہید ہو گئے قاسم بھی دنیا سے رخصت ہو گئے تمام عزیز و اقارب اور احباب جو ساتھ تھے راہ حق میں اپنی جانیں قربان کر گئے میں تمہیں اجازت دے دوں تو خواتین اہل بیت کا کوئی محرم نہیں رہ جائے گا ان بیکس غریب الوطن کو کون مدینہ منورہ پہنچائے گا تمہاری ماؤں بہنوں کی نگہداشت و خبر گیری کون کرے گا بیٹا رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسل تمہارے جیسے ہی سے باقی رہے گی اور قیامت تک منقطع نہ ہو گی اور پھر میرے نانا اور بابا جان کی جو امانتیں میرے پاس ہیں وہ کس کے سپرد کی جائیں گی میری ساری امیدیں تمہاری ذات سے وابستہ ہیں دیکھو میری طرح صبر و استقامت سے رہنا حق کی راہ میں آنے والی تکلیف اور مصیبت کو برداشت کرنا اور ہر حالت میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شریعت مطہرہ اور ان کی سنت مبارکہ کی پیروی کرنا میرے بعد تم ہی میرے جانشین ہو تمہیں میدان جنگ میں جانے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ارشاد سُن کر حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاموش ہو رہے پھر امام عالی مقام نے ان کو نصیحت و وصیت کر کے تمام علوم ظاہری و باطنی سے آگاہ فرمایا جو طریقہ تعلیم سینہ بہ سینہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جاری ہوا تھا سب اسی وقت ان پر منکشف فرما دیا اور پھر آپ خیمہ کے اندر تشریف لائے اور میدان جنگ میں جانے کی غرض سے تیاری کرتے ہوئے ہتھیار اٹھائے اور دشمنوں سے مقابلہ کرنے کے لیے جانے لگے بیبیوں نے جب یہ دیکھا تو امام عالی مقام کی طرف بے بسی سے دیکھا سیدہ سکینہ نے روتے ہوئے کہا بابا جان! آپ کہاں جا رہے ہیں اس بیابان میں ہمیں کس کے سپرد کر کے جا رہے ہیں جن درندوں نے ننھے علی اصغر پر رحم نہیں کیا وہ ہمارے ساتھ کیا سلوک کریں گے آپ

Marfat.com

نے فرمایا اللہ تعالیٰ تم لوگوں کا محافظ و نگہبان ہے تم لوگ صبر و شکر سے کام لینا۔
(تنقیح الشہادتین۔ روضۃ الشہداء)

دشمنوں نے حملہ کر دیا:

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب میدان جنگ میں آئے تو پہلے کچھ رجزیہ اشعار پڑھے پھر یزیدی لشکر سے اتمام حجت کے لیے فرمایا۔

''تم لوگ آج میرے قتل کے لیے جمع ہوئے ہو اللہ کی قسم میرے بعد کسی ایسے شخص کو قتل نہیں کرو گے جس کا قتل میرے قتل سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا باعث ہو گا۔ اللہ تعالیٰ تم کو ذلیل کر کے مجھے اعزاز عطا فرمائے گا اور تم سے اس طرح بدلہ لے گا کہ تمہیں خبر تک نہ ہو گی خدا کی قسم اگر تم نے مجھے قتل کر دیا تو اللہ تعالیٰ تم پر شدید عذاب نازل فرمائے گا۔'' (تاریخ الکامل)

یزیدی لشکر سے سب سے پہلے تمیم بن قحطبہ نکلا جو شام کا نامی گرامی پہلوان تھا وہ تکبر و غرور سے جھومتا ہوا آیا اور کہنے لگا اے حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تمام احباب و اقارب کو قتل کرا چکے ہو مگر ابھی بھی لڑائی کی ہوس باقی ہے تم اکیلے ہزاروں کا مقابلہ کیسے کر سکو گے؟ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا مجھ سے لڑنے کے لیے تم لوگ آئے ہو یا میں تم سے لڑنے کے لیے آیا ہوں تم لوگوں نے میرا راستہ بند کیا میرے احباب و اقارب کو قتل کیا اب مجھے سوائے لڑائی کے کیا چارہ ہے؟ ابن قحطبہ نے یکدم آپ پر حملہ کرنا چاہا ابھی اس کا ہاتھ اُٹھا ہی تھا کہ آپ نے تلوار کا وار کر کے اس کا سر اُڑا دیا اس کے بعد یزید ابطحی مقابلے پر آیا اور بولا۔

''سب لوگ میری بہادری اور دلیری کو جانتے ہیں ہر طرف میری بہادری کا شور ہے روم و مصر میں میری بہادری کا شہرہ ہے میں بڑے بڑے بہادروں کو پلک جھپکتے موت کے گھاٹ اتار دیتا ہوں ہر کوئی میری شجاعت و دلاوری کا لوہا مانتا ہے میرے سامنے بڑے بڑے بہادر بھیڑ بکری کی طرح بھاگتے ہیں مجھ سے مقابلہ کرنے کی کوئی جراءت نہیں رکھتا آج تم میری قوت اور داؤ پیچ دیکھنا۔''

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی بات سن کر فرمایا۔

''کیا تو مجھے نہیں جانتا کہ میری رگوں میں ہاشمی خون ہے میں شیر خدا علی المرتضیٰ (رضی اللہ

Marfat.com

تعالیٰ عنہ) کا دلیر فرزند ہوں میری نظر میں تم جیسے نامردوں کی کوئی وقعت نہیں اور میں تجھے مکھی اور مچھر سے زیادہ اہمیت نہیں دیتا۔"

یہ سن کر یزید ابطحی نے غضبناک ہو کر آپ پر تلوار کا وار کیا آپ اس کی طرف سے غافل نہیں تھے اس لیے اس کا وار بچا گئے اور اس پر ایسا جوابی وار کیا کہ وہ دو ٹکڑے ہو کر زمین پر آ پڑا اور ہلاک ہو گیا۔

یزیدی لشکر میں سے بدر بن سہیل غصے میں عمرو بن سعد سے مخاطب ہوا کہ تم نے کن لوگوں کو حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے مقابلے پر بھیج دیا ہے جو کچھ دیر جم کر مقابلہ ہی نہ کر سکے میرے چاروں بیٹوں میں سے کسی کو بھیج کے دیکھ کہ کر ابھی چند منٹوں میں حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا سر کاٹ کر لاتے ہیں یہ سن کر عمرو بن سعد نے اس کے بڑے بیٹے کو بھیجا وہ گھوڑا دوڑاتا ہوا مقابلے پر آیا تو امام عالی مقام نے اس سے فرمایا کہ بہتر تو یہ تھا کہ تیرا باپ میرے مقابلے پر آتا اور تجھے اپنی آنکھوں سے مرتا ہوا نہ دیکھتا اس کے ساتھ ہی آپ نے اُس پر تلوار کا ایک ایسا بھرپور وار کیا کہ وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔ بدر بن سہیل نے ایک لمحے میں ہی اپنے بیٹے کو ہلاک ہوتے دیکھا تو غصے میں گھوڑا دوڑاتا ہوا نیزہ پکڑے آیا اور آپ پر حملہ آور ہوا آپ نے اس کا وار ناکام بنا دیا اور تھوڑی دیر میں ہی اسے بھی موت کے گھاٹ اتار دیا۔

اس کے بعد دشمنوں نے چاروں طرف سے آپ پر حملہ کر دیا مگر آپ نے اس پھرتی اور بہادری سے ان کا مقابلہ کیا کہ ان کے چھکے چھڑا دیے اور وہ منتشر ہونے لگے یہ دیکھ کر ایک یزیدی جس کا نام ابن اسطح تھا یزیدی لشکر کو پکار کر کہا اے نامردو! اب ایک تن باقی رہ گیا ہے اس سے بھاگ رہے ہو پھر وہ تلوار اٹھائے آپ کے مقابلے پر آیا ابھی اس نے وار کرنے کے لیے تلوار بلند کی ہی تھی کہ آپ نے تلوار کا وار کر کے اسے ہلاک کر دیا۔ دشمن کے سپاہیوں میں سے کوئی قریب آ کر مقابلہ کرنے کی جراءت نہ کرتا تھا اسی اثناء میں آپ پر تشنگی کا شدید غلبہ ہو گا اور آپ فرات کی طرف بڑھے آپ کو فرات کی طرف بڑھتے دیکھ کر شمر لعین نے پکار کر کہا اے لشکریو حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو ہرگز پانی نہ پینے دینا اگر اس نے پانی پی لیا تو پھر کسی کو زندہ نہیں چھوڑے گا اس پر دشمنوں کی ایک بہت بڑی تعداد نے امام عالی مقام پر حملہ کر دیا آپ ان

Marfat.com

مقابلہ کرتے ہوئے۔فرات تک جا پہنچے گھوڑا پانی میں ڈالا چلو میں پانی لے کر پینا چاہا۔تو ایک دم پیاسے شہیدوں کا خیال آ گیا علی اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ علی اصغر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر شہدائے کربلا کی پیاس کا منظر نگاہوں میں پھر گیا چنانچہ پانی پھینک دیا اسی دوران مکار یزیدیوں نے پکار کر کہا اے حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تم یہاں پانی پی رہے ہو اور وہاں خیمے لٹ رہے ہیں یہ سن کر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوراً گھوڑے پر سوار خیموں کی طرف پلٹے امام عالی مقام کو خیموں کی طرف آتے دیکھ کر یزیدی لشکر اِدھر اُدھر بھاگ اٹھا آپ خیمے کے اندر تشریف لے گئے اور اہل بیت اطہار سے فرمایا چادریں اوڑھے رکھو جزع وفزع نہ کرنا مصیبت پر صبر کرنا میرے تیموں کو آرام سے رکھنا۔پھر آپ نے حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سینے سے لگایا پیشانی کو چوم کر فرمایا بیٹا! جب مدینہ طیبہ پہنچو تو میرے دوستوں کو میرا اسلام کہنا اور میرا یہ پیغام دینا کہ اگر کبھی تم میں کوئی رنج و بلا میں مبتلا ہو تو میرا رنج و بلا میں مبتلا ہونا یاد کر لے اور جب کوئی پانی پیئے تو میری پیاس یاد کر لے۔

اس کے بعد حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوبارہ میدان جنگ میں آئے اور دشمنوں نے آپ پر پھر حملہ کر دیا آپ کے جسم اطہر پر نیزوں اور تیروں کے بہت سے زخم لگ چکے تھے مگر اس کے باوجود آپ بہادری اور دلیری کے ساتھ دشمنوں کے مقابلے پر ڈٹے رہے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس جراءت و بہادری کو جناب ابوالاثر حفیظ جالندھری ایک نظم میں اس طرح بیان کرتے ہیں۔

لباس ہے پھٹا ہوا
غبار میں اٹا ہوا
تمام جسم نازنیں چھدا ہوا کٹا ہوا
یہ کون ذی وقار ہے
بلا کا شہسوار ہے
کہ ہے ہزاروں قاتلوں کے سامنے ڈٹا ہوا
یہ بالیقین حسینؓ ہے

Marfat.com

نبیؐ کا نورعین ہے
یہ جس کی ایک ضرب سے
کمال فن حرب سے
کئی شقی گرے ہوئے تڑپ رہے ہیں کرب سے
غضب ہے تیغہ دوسر
کہ ایک ایک وار پر
اُٹھی صدائے الاماں زبان شرق وغرب سے
یہ بالیقین حسینؓ ہے
نبیؐ کا نور عین ہے
یہ کوئی حق پرست ہے
مئے رضا سے مست ہے
کہ جس کے سامنے کوئی بلند ہے نہ پست ہے
اُدھر ہزار گھات ہے
مگر عجیب بات ہے
کہ ایک سے ہزار ہا کا حوصلہ شکست ہے
یہ بالیقین حسینؓ ہے
نبیؐ کا نور عین ہے
عبا بھی تار تار ہے
تو جسم بھی فگار ہے
زمیں بھی تپتی ہوئی فلک بھی شعلہ بار ہے
مگر یہ مرد تیغ زن
یہ صف شکن فلک فگن
کمال صبر وتن دہی سے محو کارزار ہے

Marfat.com

یہ بالیقین حسینؓ ہے
نبیؐ کا نور عین ہے
دلاوری میں فرد ہے
بڑا ہی شیر مرد ہے
کہ جس کے دبدبے سے دشمنوں کا رنگ زرد ہے
حبیب مصطفیٰؐ یہ ہے
مجاہد خُدا یہ ہے
جبھی تو اس کے سامنے یہ فوج گرد برد ہے
یہ بالیقیں حسینؓ ہے
نبیؐ کا نور عین ہے
اُدھر سپاہ شام ہے
ہزار انتظام ہے
اُدھر ہیں دشمنان دیں اِدھر فقط امامؓ ہے
مگر عجیب شان ہے
غضب کی آن بان ہے
کہ جس طرف اُٹھی ہے تیغ بس خدا کا نام ہے
یہ بالیقین حسینؓ ہے
نبیؐ کا نور عین ہے

(تذکرۃ الحسنین، روضۃ الشہداء۔ سوز وساز)

شہادت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

عمرو بن سعد نے جب دیکھا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زیر کرنا بہت مشکل ہے تو اس نے حکم دیا کہ چاروں سے تیر برسائے جائیں اس پر ظالموں نے دور سے تیر چلانے شروع کر دیے بیک وقت آپ پر تیروں کی بارش شروع ہوگئی جس سے گھوڑا بھی اس قدر زخمی ہو

Marfat.com

گیا کہ اس کی ہمت جواب دے گئی مجبوراً امام عالی مقام کو ایک جگہ پر ٹھہرنا پڑا۔

ہر طرف سے تیر آ رہے تھے اسی اثناء میں ایک ظالم کا تیر آپ کے حلق پر آ لگا یہ دیکھ کر ایک بدبخت زرعہ بن شریک تمیمی فوراً آگے بڑھا اور آپ کے دست مبارک پر تلوار ماری ایک وار شمر لعین نے کیا جبکہ سنان بن انس نے پشت مبارک پر نیزہ مارا۔ امام عالی مقام ان پے در پے ضربوں سے چکرا کر گھوڑے سے گرے اس پر ظالموں نے پھر حملہ کر دیا۔

برچھی آ کر کوئی پہلو پہ لگا جاتا ہے
مارتا ہے کوئی نیزہ تو غش آ جاتا ہے
بڑھتے ہیں زخم بدن زور گھٹا جاتا ہے
بند آنکھیں سر پاک جھکا جاتا ہے
گرد زہرا و علی گریاں کناں پھرتے ہیں
غل ہے گھوڑے سے امام دو جہاں گرتے ہیں

دوپہر کا وقت ڈھل چکا تھا اور نماز جمعہ کی ادائیگی کا وقت تھا امام عالی مقام کو نماز کی بھی فکر تھی چنانچہ جب زمین پر گرے تو شمر پھرتی سے آگے بڑھ کر آپ کے سینہ مبارک پر چڑھ بیٹھا آپ نے آنکھیں کھول کر پوچھا تو کون ہے؟ کہنے لگا میں شمر ہوں آپ نے فرمایا ذرا اپنا سینہ کھول کر دکھا اس نے سینے سے کپڑا اٹھایا تو سفید داغ نظر آیا امام عالی مقام نے فرمایا رات کو نانا جان نے خواب میں سچ فرمایا تھا۔ کہ تیرے قاتل کا نشان یہ ہے وہی نشان تجھ میں موجود ہے پھر آپ نے فرمایا اے شمر! تجھے علم ہے کہ آج کون سا دن ہے؟ اس نے کہا جمعہ کا دن ہے ارشاد فرمایا وقت کون سا ہے کہا خطبہ پڑھنے اور جمعہ ادا کرنے کا آپ نے فرمایا اس وقت خطیب منبروں پر خطبہ پڑھتے ہوں گے میرے نانا جان کی تعریف کرتے ہوں گے ان پر دُرود پڑھتے ہوں گے اور تُو ان کے نواسے کے ساتھ یہ سلوک کر رہا ہے جہاں رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بوسے دیا کرتے تھے وہاں تُو خنجر پھیرنا چاہتا ہے دیکھ میں اس وقت اپنی داہنی طرف زکریا علیہ السلام اور بائیں طرف یحییٰ علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں۔ اے شمر میرے سینے سے ہٹ کہ نماز کا وقت ہے میں قبلہ رُخ ہو کر نماز پڑھ لوں مجھے نماز پڑھنے کی مہلت دے دے اس پر شمر لعین آپ کے سینے سے اُتر آیا آپ

Marfat.com

قبلہ رُخ ہو کر نماز پڑھنے میں مشغول ہو گئے جب سجدے میں گئے تو شمر نے اس حالت میں آپ کا سر مبارک تن سے جدا کر دیا۔

امام عالی مقام کی شہادت کے حوالے سے تاریخ کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر مبارک تن سے جدا کرنے والے کا نام شمر تھا۔ جبکہ بعض مورخین کا کہنا ہے کہ سنان بن انس نے سر مبارک کو تن سے جدا کیا تھا بلاشبہ یہ تاریخ اسلام کا نازک ترین وقت تھا۔ وہ عظیم المرتبت ہستی جو رسول کریم اور پیغمبر امن ہو کر مبعوث ہوئی تھی اور جس نے تمام عمر آزادی۔ انصاف اور قیام امن کے لئے عظیم جدوجہد کی آج اسی نبی کی اُمت کی ایک جماعت اسی کے خانوادے کے ایک ایک فرد کو چن چن کر قتل کر چکی تھی اور اب اس کے نواسے کے خون کی پیاسی ہو رہی تھی اور خانوادۂ رسول کا یہ رکن اعلیٰ یہ نواسہ رسولؐ اپنے جد کے دین کی حرمت بچانے کے لئے اپنے خاندان کو بھینٹ چڑھا کر اب خود بھی یکہ وتنہا ہونے کے باوجود موت کو مرحبا کہتا ہوا مردانہ وار بڑھ رہا تھا اور دشمن ہر طرف سے یلغار کر رہا تھا تا کہ خاندان نبوت کی اس نشانی کو بھی صفحہ ہستی سے مٹا دے باوجودیکہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ میدان جنگ میں تنہا تھے۔ اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حامی و مددگار سوائے خدا کے اور کوئی نہ تھا مگر پھر بھی شامی لشکر آپ کے مقابلے پر آتے ہوئے ہچکچاتا تھا۔ آخر شمر اور دوسرے سرداران لشکر کی تنبیہ پر دشمن نے یورش شروع کر دی۔ ایک تیر سنسناتا ہوا آیا اور دہن مبارک پر لگا سارا لباس خون سے رنگین ہو گیا دشمن کا یہ طرز عمل دیکھ کر آپ نے صرف اتنا کہا کہ اے پروردگار عالم! یہ لوگ تیرے نبیؐ کے نواسے کے ساتھ جو کچھ کر رہے ہیں اس کا شکوہ صرف تجھی سے کروں گا۔ بیان کیا گیا ہے کہ اسی دوران میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک صغیر سن بچہ خیمے کے باہر آ گیا اور حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف فرط محبت سے بڑھنے لگا کہ اتنے میں کسی بدبخت نے تیر مارا جو بچے کے گلے میں پیوست ہو گیا اور اس نے تڑپ تڑپ کر وہیں جان دے دی۔ اس کے بعد ہر طرف سے تیروں کی بارش شروع ہو گئی اور حضرت امام عالی مقام اس تیر باری کے باوجود گھوڑا بڑھاتے ہوئے دشمن کی صفوں میں گھس گئے۔ آپ کے حملوں میں بلا کی شدت تھی اور جو مقابلے پر آتا تھا وہ ہلاک یا زخمی ہو جاتا تھا۔ مالک بن بشر کندی جو دیر سے تاک میں تھا جب

Marfat.com

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے قریب سے گذرے تو اس نے تلوار کا ایک ایسا وار کیا جو سر مبارک پر پڑا اور کافی دُور تک کاٹتا چلا گیا۔ مگر اس شدید زخم نے بھی آپ کے حوصلوں کو پست نہ کیا اور اس حالت میں بھی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بپھرے ہوئے شیر کی طرح دشمن پر حملے کر کے اس کے کئی آدمیوں کو خاک پر گرا دیا لیکن اب سارا جسم زخموں سے چور ہو رہا تھا۔ بکثرت خون بہہ گیا تھا بھوک اور پیاس کی شدت نے بھی نڈھال کر دیا تھا اور شمشیر زنی نے بھی تھکا دیا تھا اس لئے آپ گھوڑے پر قائم نہ رہ سکے چالاک دشمن سمجھ گیا کہ اب ان کی قوت مدافعت جواب دے گئی ہے اس لئے اس نے ہر طرف سے یلغار شروع کر دی اور شمر نے یہ کہہ کر لوگوں کو غیرت دلائی کہ۔

"تمہاری مائیں مر جائیں تم ایک پیادے۔ کو نہیں مار سکتے تُف ہے تمہاری مردانگی پر اگر تم لوگ ایک ایک کنکری پھینکو۔ تو حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ دب کر مر جائے بڑھو بڑھو۔ اپنے نام اور خاندان کو رسوا نہ کرو۔"

اس جوشیلی تقریر نے کوفیوں کی ہمت بندھا دی ان کے پیادوں اور سواروں نیزہ بازوں اور تیراندازوں غرض سب نے مل کر حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر یکبارگی حملہ کر دیا اس حملہ عام میں زرعہ بن شریک تمیمی نے آگے بڑھ کر تلوار کا وار کیا جس سے آپ کا بازو زخمی ہو گیا دوسرا حملہ سنان بن انس نے نیزے سے کیا اور جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ زمین پر گر پڑے تو پھر اسی سنان بن انس نے آگے بڑھ کر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر تن سے جدا کر دیا۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ O

اے زمیں! خوش ہو کہ تیری زیب و زینت ہے حسینؓ
تیرے سناٹے میں محو خواب راحت ہے حسینؓ

جو دہکتی آگ کے شعلوں پہ سویا وہ حسینؓ — جس نے اپنے خون سے عالم کو دھویا وہ حسین
جو جواں بیٹے کی میت پر نہ رویا وہ حسین — جس نے سب کچھ کھو کے پھر کچھ بھی نہ کھویا وہ حسین

مرتبہ اسلام کا جس نے دوبالا کر دیا
خون نے جس کے دو عالم میں اُجالا کر دیا

نُطق جس کا نغمہ ساز پیمبر وہ حسین — تھا جو شرح مصطفےٰ تفسیر حیدر وہ حسین

Marfat.com

تشنگی جس کی جوابِ موج کوثر وہ حسین — لاکھ پر بھاری رہے جس کے بہتر وہ حسین

جو محافظ تھا خدا کے آخری پیغام کا
جس کی نبضوں میں مچلتا تھا لہو اسلام کا

ہنس کے جس نے پی لیا جام شہادت وہ حسین — مرگیا لیکن نہ کی فاسق کی بیعت وہ حسین

ہے رسالت کی سپر جس کی امامت وہ حسین — جس نے رکھ لی نوع انسانی کی عزت وہ حسین

وہ کہ سوز غم کو سانچے میں خوشی کے ڈھال کر
مسکرایا موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر

(تاریخ طبری۔تاریخ الکامل تنقیح الشہادتین۔تذکرۃ الحسنین روضۃ الشہداء)

......☆☆☆......

Marfat.com

شہادت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد

ظالموں کا مزید ظلم:

تمام مورخین نے لکھا ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد بھی ظالموں نے اپنا ظلم جاری رکھا چنانچہ شمر ذی الجوشن نے امام عالی مقام کا سر مبارک خولی بن یزید اصبحی کو دے کر حکم دیا کہ سارے لشکر میں اس کی تشہیر کی جائے چنانچہ خولی نے سر امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نیزے پر چڑھا کر سارے لشکر میں گھمایا۔ صرف اسی پر اکتفانہ کیا گیا بلکہ سواروں کا ایک دستہ طلب کر کے اسے حکم دیا گیا کہ گھوڑوں کے سُموں سے حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لاش کو روند ڈالو۔ چنانچہ شامی فوج کے گھوڑوں نے امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جسم مطہر کو اپنی ٹاپوں سے روند ڈالا۔ کہتے ہیں کہ لاش پر گھوڑے دوڑانے سے پہلے یزیدی فوج کے بعض سپاہیوں نے ہجوم کر کے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلوار۔ سپر اور نیزہ لوٹ لیا اور جسم کے بعض کپڑے تک اتار لئے اس لوٹ مار کے دوران میں شمر ذی الجوشن حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن الحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ (امام زین العابدین) کے خیمے کے پاس آیا اور انہیں دیکھ کر کہنے لگا کہ یہ زندہ ہے اسے کیوں قتل نہیں کیا گیا شامی فوج کے ایک سردار حمید بن مسلم نے شمر کے یہ الفاظ سن کر کہا کہ کیا تم بیمار کو بھی قتل کرو گے اتنے میں عمرو بن سعد بھی آ گیا اور اس نے بھی امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل کی مخالفت کی۔

لشکر یزید کے بہت سے سپاہیوں نے اہل بیت اطہار کے خیموں سے ان کا تمام سامان چھین لیا تھا ظالموں نے بیمار حضرت زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کمینگی کی انتہا کرتے ہوئے ان کا بستر بھی چھین لیا عمرو بن سعد نے جب یہ سب کچھ دیکھا تو اس نے بے پرواہی سے کہا کہ اب کوئی شخص عورتوں کے خیمے میں نہ جائے اور جو کچھ مال واسباب لوٹا گیا ہے اس کو واپس

Marfat.com

کر دیا جائے مگر کسی نے بھی کوئی چیز واپس نہ کی۔

ان ظالموں نے تمام شہدائے کربلا کی نعشوں کو میدان میں ڈال کر اُن کو اپنے گھوڑوں کے سموں سے روند کر نعشوں کی خوب بے حرمتی کی جب نعشوں کی بے حرمتی کر کے ظالموں نے اپنی تسکین کر لی تو پھر عمرو بن سعد کے حکم سے تمام شہدائے کرام کے سر مبارک کاٹ دیے گئے یہ سر نیزوں پر چڑھا کر شمر ذی الجوشن۔عمرو بن الحجاج۔عروہ بن قیس اور قیس بن اشعث کی سرکردگی میں ابن زیاد کے پاس بھیج دے گئے۔(تاریخ طبری جلد پنجم۔روضۃ الشہداء۔صواعق محرقہ)

شہدائے کربلا:

شہدائے کربلا کی تعداد کے بارے میں عام طور پر کہا جاتا ہے کہ میدان کربلا میں حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ بہتر (72) افراد نے شہادت پائی یہ تعداد اس تواتر سے بیان کی گئی کہ بڑے ثقہ اور محتاط مؤرخ بھی اسے بے تکلف درج کر دیتے ہیں حالانکہ واقعات کی چھان بین اور کتب تاریخ و سیر کی ورق گردانی کرنے کے بعد شہدائے کربلا کی یہ تعداد کسی طرح صحیح قرار نہیں پاتی۔زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ جس وقت حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ سے کوفہ کی جانب روانہ ہوئے اس وقت آپ کے ساتھیوں کی تعداد بہتر (72) تھی لیکن مکہ سے کوفہ تک مختلف مقامات پر لوگ آ آ کر آپ کے قافلے میں ملتے رہے اور بعض لوگ جو عمرو بن سعد کی فوج کے ساتھ آئے تھے جب انہوں نے دیکھا کہ ابن زیاد حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کوئی شرط منظور کرنے کے لئے تیار نہیں تو پوشیدہ طور پر ابن سعد کی فوج سے الگ ہو کر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لشکر میں آ گئے اس طرح تعداد میں اضافہ ہوتا رہا اور کربلا پہنچ کر یہ تعداد بہت بڑھ چکی تھی مگر روانگی کے وقت آپ کے ساتھیوں کی جو تعداد تھی وہی شہرت پا گئی اور بعد کی تعداد کو بھلا دیا گیا مستند کتب تاریخ سے واقعہ کربلا میں جن افراد کی شہادت ثابت ہوتی ہے ان کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔

شہدائے بنو ہاشم:

(1) حضرت علی اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (2) عبداللہ بن مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ (3) جعفر بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ (4) عبدالرحمن بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ (5) عون بن

Marfat.com

مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ (6) جعفر بن محمد بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ (7) احمد بن محمد بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ (8) محمد بن عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (9) عون بن عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (10) حضرت قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ (11) ابوبکر بن حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ (12) محمد الاوسط رضی اللہ تعالیٰ عنہ (13) عبداللہ بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (14) عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (15) جعفر بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (16) عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (17) علی اصغر بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ (18) سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

دیگر شہدائے کرام:

(19) بریر بن خضیر ہمدانی (20) مسلم بن عوسجہ (21) عبداللہ بن عمیر الکلبی (22) عمرو بن خالد (23) منجح بن سہم (24) عائذ بن مجمع (25) مجمع بن عبداللہ (26) جنادۃ بن حارث سلمانی (27) سعد (غلام عمرو بن خالد) (28) جندب بن حجیر بن کندی (29) جابر بن حجاج (30) جنادہ بن کعب بن حارث خزرجی (31) ادہم بن امیہ عبدی (32) جبلہ بن علی شیبانی (33) امیہ بن سعد طائی (34) جوین بن مالک بن قیس تمیمی (35) حارث بن بنہان (36) حلاس بن عمرو ازدی (37) حارث بن امراء القیس کندی (38) حجاج بن زید سعدی تمیمی (39) حباب بن عامر بن کعب (40) حبشتہ بن قیس النہمی (41) حنظلہ بن عمر شیبانی (42) سالم (غلام عامر بن مسلم) (43) زاہر بن عمرو اسلمی (44) سوار بن ابی عمیر (45) زہیر بن سلیم بن عمر وازدی (46) سیف بن مالک نمیری (47) زہیر بن بشر خثعمی (48) سلیم (غلام حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ) (49) ضرغامہ بن مالک تغلبی (50) شبیب بن عبداللہ (51) عباد بن مہاجر بن ابی المہاجر (52) شبیب بن عبداللہ نہشلی (53) عامر بن مسلم عبدی (54) عبدالرحمٰن بن عبدرب خزرجی (55) عبداللہ بن شبیط (56) عبدالرحمٰن بن عبداللہ ارحبی (57) عمار بن ابی سلامہ (58) عبدالرحمٰن بن مسعود (59) عبیداللہ بن یزید بن شبیط (60) عبداللہ بن بشیر خثعمی (61) عقبہ بن صلت جہنی (62) عمران بن کعب بن حارث (63) عمار بن حسان طائی (64) کردوس بن زہیر

Marfat.com

تغلبی (65) عمرو بن ضبیعہ ضبعی (66) قاسط بن زہیر بن حارث تغلبی (67) مسلم بن کثیر بن قلیب ازدی (68) کنانہ بن عتیق تغلبی (69) قارب بن عبداللہ (غلام حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ) (70) مسعود بن حجاج تیمی (71) نصیر بن ابی نیزر (72) مجمع بن زیاد بن عمرو جہنی (73) قاسم بن حبیب بن ابی بشیر ازدی (74) نعیم بن عجلان انصاری (75) منیع بن رقاد (76) مقسط بن زہیر بن حارث تغلبی (77) یزید بن حصین مشرقی (78) بکر بن حی بن تیم الملات تیمی (79) عمرو بن جنادہ بن کعب خزرجی (80) حبیب ابن مظاہر (81) حُر بن یزید تمیمی (82) سعید بن عبداللہ حنفی (83) زہیر بن القین (84) عمرو بن قرظتہ بن کعب الانصاری (85) سلمان بن مضارب بن قیس الجبلی (86) نافع بن ہلال جملی (87) شوذب بن عبداللہ (88) عابس بن ابی شبیب شاکری (89) حنظلہ بن اسعد شامی (90) عبداللہ بن عروہ بن صراق غفاری (91) عبدالرحمٰن بن عروہ غفاری (92) سیف بن حارث بن سریع ہمدانی (93) مالک بن عبد بن سریع (94) اسلم بن عمرو (ترکی النسل غلام حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ) (95) ابوثمامہ صائدی (96) انس بن حارث اسدی (97) جون بن جوی بن قتادہ (غلام حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ) (98) حجاج بن مسروق جعفی (99) سعد بن حارث (غلام حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) (100) زیاد بن عریب ہمدانی (101) عمر بن جندب حضرمی (102) سالم بن عمرو بن عبداللہ (103) قعنب بن عمرو نمری (104) یزید بن معقل جعفی (105) یزید بن ثبیط العبدی (106) سوید بن عمرو بن ابی المطاع خثعمی (107) ابو الشعثا کندی (108) ابوالحتوف الانصاری (109) رافع بن عبداللہ (110) انیس بن معقل اصحی (111) سعید بن حنظلہ تیمی (112) بشیر بن عمرو بن الاحدوث (113) عبدالرحمٰن بن عبداللہ یزنی (114) محمد بن مطاع (115) عمر بن عبداللہ مذحجی (116) معلیٰ بن المعلی (117) یحییٰ بن سلیم مازنی (118) عمرو بن مطاع جعفی (119) قرۃ بن ابی قرۃ غفاری (120) عبدالرحمٰن بن عبداللہ تیری (121) یحییٰ بن سلیم مازنی (122) قرۃ بن ابی قرۃ غفاری (123) انیس بن معقل اصحی (124) معلیٰ بن المعلی (125) علی بن مظاہر اسدی۔

(تاریخ طبری جلد ششم عمدۃ الطالب، روضۃ الصفا جلد سوم۔ اصابہ جلد دوم۔ ابصار العین۔

Marfat.com

ناسخ التواریخ جلد ششم۔ اعیان الشیعہ جلد اول و چہارم تنقیح المقال جلد دوم و سوم۔ مناقب ابن شہر آشوب جلد سوم و چہارم)

شہدائے کربلا کے یہ اسمائے گرامی بڑی احتیاط کے ساتھ لکھے گئے ہیں اور جس نام کی پوری طرح تصدیق نہ ہو سکی یا داخلی و خارجی شہادتوں نے جس کی تائید نہ کی اسے قلم انداز کر دیا گیا اس اعتبار سے سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ جن افراد نے شہادت پائی ان کی تعداد ایک سو پچیس ہے۔ ورنہ اگر وہ تمام نام شمار کر لئے جائیں جو کتب تاریخ و سیر میں درج ہیں تو یہ تعداد ڈیڑھ سو افراد تک پہنچ جاتی ہے مگر ایک سو پچیس افراد کی شہادت میں تو کوئی شک ہی نہیں۔

کربلا سے کوفہ کی جانب:

تاریخ کے اوراق کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دس محرم الحرام کو حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد شام ہو چکی تھی یزیدی فوج نے لوٹ مار کرنے کے بعد رات میدان کربلا میں گزاری دوسرے روز عمرو بن سعد نے اپنی فوج کے تمام ہلاک شدگان کی لاشوں کو اکٹھا کر کے ان کی نماز جنازہ پڑھنے کے بعد دفن کر دیا جبکہ امام عالی مقام اور آپ کے جانثار ساتھیوں کی سر بریدہ لاشوں کو میدان کربلا میں اُسی طرح کھلے میدان تلے چھوڑ دیا گیا پھر یہ دن بھی انہوں نے وہیں گزارا اور تیسرے دن کوفہ کے لیے چل پڑے اہل بیت اطہار کے واحد بچ جانے والے جوان حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو کافی بیمار تھے رسیوں سے جکڑ دیا گیا امام عالی مقام کی بیٹیوں بہنوں اور ازواج کو قیدی بنا کر ساتھ لے لیا گیا اور اہل بیت اطہار کا یہ لٹا پٹا قافلہ یزیدی فوج کے پہرے میں کوفہ کی طرف روانہ ہوا۔ شہداء کے لاشے میدان کربلا میں بے گور و کفن پڑے تھے جب یہ ستم زدہ قافلہ ان کے قریب سے گزرا تو سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا رو پڑیں اور کہا۔

''یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! آیئے دیکھیے آپ کے حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا خاک و خون میں لپٹا ہوا لاشہ چٹیل میدان میں پڑا ہے اس کا جسم ٹکڑے ٹکڑے کر دیا گیا ہے آپ کی بیٹیاں قیدی بنالی گئی ہیں۔ آپ کی ذریت قتل کر کے گرم ریت پر بچھا دی گئی ہے اور ان پر خاک اُڑ رہی ہے اے میرے نانا جان! یہ آپ کی اولاد ہے جسے ہنکایا جا رہا ہے ذرا حسین (رضی

Marfat.com

اللہ تعالیٰ عنہ) کو دیکھیے تو سہی ان کا سر کاٹ لیا گیا ہے اور میری چادر چھین لی گئی ہے۔"

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نعش مبارک دیکھ کر سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا بے اختیار دوڑتی ہوئی بھائی کی نعش مبارک سے چمٹ گئیں آنسو تھے کہ تھم نہیں رہے تھے کہا۔

قربان بہن آج میرے سرور میرے سید
مذبوح قضا کشتہ خنجر میرے سید
اے فاقہ کش و بے کس
و بے پر میرے سیہ
نیزے پہ ہے قاتل کے تیرا سر میرے سید
دیتے ہو صدا کچھ نہ بلاتے ہو بہن کو
کس یاس سے تکتے چلے جاتے ہیں بہن کو
اے میرے شہید اے میرے ماں جائے برادر
کس سے تیرا لاشہ بہن اٹھوائے برادر
کس طرح میرے دل کو قرار آئے برادر
پانی بھی نہ قاتل نے دیا ہائے برادر
انسان پہ ظلم یوں کبھی انسان کرتا نہیں
حیوان کو بھی پیاسا کوئی بے جان کرتا نہیں

اہل بیت اطہار کے اس ستم زدہ قافلے والوں کی آنکھوں میں آنسو تھے مگر صبر واستقامت کا بھرپور مظاہرہ کرر ہے تھے امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ صبر و برداشت کا مجسم نمونہ بنے سب کچھ بے بسی سے دیکھ رہے تھے اپنے والد ماجد حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نعش مبارک دیکھی تو رسیوں سے بندھے ہونے کے باوجود جذباتی ہو کر نعش مبارک سے لپٹ کر رونے لگے۔ اپنی بے بسی اور بے کسی کا خیال کر کے ضبط کا بندھن ٹوٹ گیا تھا دل کسی طرح قرار نہ پکڑتا تھا۔

Marfat.com

دل تھام کے چلائے یہ سجاد دل افگار
رخصت کے لیے آیا ہے یہ صاحب آزار
صدقے تیری مظلومی کے اے سید ابرار
باندھے ہوئے گردن لیے جاتے ہیں یہ اشرار
تلواریں علم سر پہ ہے دم لے نہیں سکتا
مجبور ہوں حضرت کو کفن دے نہیں سکتا
بعد آپ کے اُمت نے یہ کی ہے میری توقیر
اونٹوں کے رسن ہاتھ میں اور پاؤں میں زنجیر
پہنایا ہے گردن میں ایک طوق گلوگیر
جو قافلہ سے چھوٹے ہے اس کی یہ ہے تقدیر
بیماری میں جو ہم پہ ستم ہو سو روا ہے
شمشیر سے گردن نہ کٹانے کی سزا ہے

اسی اثناء میں ایک ظالم نے حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رسی سے کھینچ کر اُٹھادیا اور زبردستی کرتے ہوئے چلنے پر مجبور کیا۔

(تنقیح الشہادتین، حیات امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

قافلہ کوفہ پہنچ گیا:

اہل بیت اطہار کا یہ لُٹا ہوا قافلہ جب کوفہ پہنچا تو ہزاروں کی تعداد میں اہل کوفہ انہیں دیکھنے کے لیے جمع ہو گئے ان عہد شکن اور دغاباز کوفیوں کو دیکھ کر سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا بے اختیار جذباتی ہو گئیں اور بآواز بلند فرمایا۔

"لوگو! اپنی نظریں نیچی رکھو یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی لُٹی ہوئی اولاد ہے۔"

اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء اور رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود وسلام بھیجنے کے بعد فرمایا۔

"اے کوفیو! اے مکارو! اے بے وفا دغابازو اپنی زبان سے پھر جانے والو! اللہ کرے

Marfat.com

تمہاری آنکھیں ہمیشہ روتی رہیں تمہاری مثال ان عورتوں کی سی ہے جو خود ہی سوت کاتتی اور پھر اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتی ہیں۔"

تم لوگوں نے خود ہی میرے بھائی سے بیعت کا تعلق جوڑا اور پھر اپنے خبث باطنی کی وجہ سے توڑ ڈالا تمہارے دلوں میں کھوٹ اور کینہ ہے تمہاری فطرت میں جھوٹ اور دغا ہے خوشامد اور شیخی خوری اور عہد شکنی تمہارے خمیر میں ہے تم نے جو کچھ آگے بھیجا ہے وہ بہت بُرا ہے تم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نواسے کو جو جنت کے جوانوں کے سردار ہیں قتل کیا ہے اللہ تعالیٰ کا قہر تمہارا انتظار کر رہا ہے۔

تمہاری مثال اُس سبزے کی سی ہے جو نجاست کے ڈھیر پر لگا ہو تم نے ایک بہت بڑے جرم کا ارتکاب کیا جو منہ بگاڑ دینے والا اور مصیبت میں مبتلا کر دینے والا ہے تم نے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ذلت حاصل کی اور عیب کمایا تمہارے ماتھے پر بے وفائی اور غداری کا جو داغ لگ چکا ہے وہ کسی پانی سے زائل ہونے والا نہیں۔

"اے کوفیو! رکھو تمہارا پروردگار نافرمانوں کی تاک میں رہتا ہے اس کے ہاں دیر ہے اندھیر نہیں۔"

یہ سن کر بہت سے کوفیوں کے ضمیر نے ان کو ملامت کی اور وہ خاموشی سے سب کچھ دیکھتے رہے خدام بن کثیر جس کا شمار عرب کے فصیح ترین افراد میں ہوتا تھا وہ بھی اس مجمع میں موجود تھا وہ سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے زور بیان اور فصاحت و بلاغت سے دنگ رہ گیا اور بے ساختہ بولا واللہ! اے علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی بیٹی! تمہارے بزرگ تمام بزرگوں سے تمہارے جوان سب جوانوں سے تمہاری عورتیں سب عورتوں سے اور تمہاری نسل سب نسلوں سے بہتر ہے جو حق بات کہنے میں کسی سے نہیں ڈرتی۔ (جلاء العیون جلد دوم۔ مقتل ابن نما)

سیدہ اُم کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا خطبہ:

اس موقع پر کوفیوں کو دیکھ کر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہن سیدہ اُم کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی چپ نہ رہ سکیں اور فرمایا۔

"اے کوفہ والو! تمہارا بُرا حال ہو اور تمہارے منہ سیاہ ہوں تم لوگوں نے میرے پیارے

Marfat.com

بھائی کو بلایا پھر ان کو چھوڑ دیا اور ان کی مدد نہ کی تمہاری بے وفائی اور غداری کی وجہ سے وہ قتل ہوئے ان کا مال واسباب لوٹا گیا اور ان کے اہل بیت قیدی بنے اب تم ان پر روتے ہو اللہ تم کو ہمیشہ رلائے کیا تم جانتے ہو کہ تم نے کیا ظلم کیا ہے اور کن گناہوں کا انبار اپنی پشت پر لادا ہے۔"

(جلا العیون۔ جلد دوم۔ مقتل ابن نما)

امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خطبہ:

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اس موقع پر حمد وصلوٰۃ کے بعد کوفیوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

"جو جانتا ہے وہ جانتا ہے جو نہیں جانتا وہ جان۔ لے کہ میں علی بن حسین بن علی بن ابو طالب ہوں میں ان کا بیٹا ہوں جو فرات کے کنارے بھوکے پیاسے شہید کیئے گئے حالانکہ ان کے ذمے نہ کسی کا خون تھا نہ انہوں نے کسی کا مال لیا تھا میں ان کا بیٹا ہوں جن کی ہتک عزت کی گئی مال و اسباب بھی لوٹ لیا گیا ان کے اہل وعیال قیدی بنائے گئے میں تم کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں بتاؤ کیا تم نے میرے والد ماجد کو خطوط لکھ کر نہیں بلایا تھا اور کیا تم نے ان سے عہد و پیمان نہیں کیئے تھے؟ ضرور کیئے تھے پھر تم نے ان کو چھوڑ دیا صرف یہی نہیں بلکہ ان سے جنگ کی اور ان پر دشمن کو مسلط کیا پس تمہارے لیئے ہلاکت و بربادی ہو تم نے جہنم کا رستہ اختیار کیا اور اپنے لیئے بہت بری راہ پسند کی بولو! تم لوگ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کس طرح آنکھ ملاؤ گے اور کیا جواب دو گے؟ جب وہ تم سے دریافت کریں گے کہ تم نے میری عترت کو قتل کیا اور میری حرمت کی ہتک کی پس تم میری اُمت میں نہیں ہو۔" (جلاء العیون جلد دوم۔ مقتل ابن نما)

کوفہ کے بازاروں میں سر پھرائے گئے:

جب تمام شہدائے کربلا کے سر مبارک نیزوں پر چڑھائے عبید اللہ ابن زیاد کے پاس لائے گئے تو اس نے حکم دیا کہ ان سروں کو کوفہ کے بازاروں میں پھرایا جائے تا کہ سب لوگوں پر یزید کی ہیبت طاری ہو جائے اور کوئی بھی یزیدی حکومت کی مخالفت کرنے کی جراءت نہ کر سکے چنانچہ اہل بیت کے لٹے ہوئے قافلے اور نیزوں پر چڑھائے گئے شہداء کے سروں کو کوفہ میں پھرایا گیا اس ضمن میں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب کوفی امام عالی مقام کے

Marfat.com

نور کو گلی کوچہ میں پھرا رہے تھے تو میں اپنے گھر کی کھڑکی میں بیٹھا تھا جب سر انور میرے قریب سے گزرا تو میں اُس وقت سورۃ کہف کی یہ آیت مبارکہ پڑھ رہا تھا۔

اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَ الرَّقِيْمِ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا۔

(کیا تمہارا گمان ہے کہ اصحاب کہف ہماری نشانیوں میں سب سے بڑی نشانی ہیں)

تو اچانک امام عالی مقام کے سر انور سے یہ آواز آئی۔

اَعْجَبُ مِنْ هٰذَا قَتْلِي وَحَمْلِي

''اصحاب کہف کا واقعہ پڑھنے والے ذرا فاطمہ کے لال کی طرف دیکھ کیونکہ اس طرح قتل ہونا اور نیزے پر اٹھایا جانا اصحاب کہف کی قربانی سے بدرجہا عجیب ہے۔''

اس کے بعد امام عالی مقام کے سر انور سے سورہ یٰسین پڑھنے کی آواز آنے لگی۔

ایک روائیت میں آتا ہے کہ جب یہ قافلہ گزر رہا تھا تو حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امام عالی مقام کے سر انور سے سورۂ کہف کی مذکورہ بالا آیت مبارکہ سنی تو ان کے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور روتے ہوئے عرض کیا یا ابن رسول اللہ! بخدا آپ کا قصہ اس سے زیادہ تعجب خیز ہے۔

ایک بزرگ کا کہنا ہے کہ میں حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر مبارک کے قریب تھا میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ آپ کے لب مبارک ہل رہے ہیں میں نے سنا تو آپ یہ آیت مبارکہ تلاوت فرما رہے تھے۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ۔

(ظالموں کے بُرے عمل سے اللہ تعالیٰ کو غافل گمان نہ کرنا)

(عناصر الشہادتین ص 276۔280۔ شواہد النبوت ص 308۔ تذکرۃ الحسنین ص 98)

Marfat.com

ابن زیاد کی گستاخی:

”عبید اللہ بن زیاد جب اپنا دربار سجائے بیٹھا تھا تو اس وقت حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر مبارک اس کے سامنے پیش کیا گیا اس وقت اس کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی جسے وہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دندان مبارک پر مارنے لگا۔ قریب ہی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے محبوب صحابی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف رکھتے تھے جو یہ روح فرسا منظر برداشت نہ کر سکے اور غضب ناک ہو کر ابن زیاد سے یوں مخاطب ہوئے اپنی چھڑی کو ان ہونٹوں پر سے ہٹالے خدا کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس جگہ کو بوسہ دیتے تھے۔“

”یہ کہہ کر حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی بندھ گئی مگر ابن زیاد حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہ الفاظ سن کر طیش میں آ گیا اور کہنے لگا کہ اے بوڑھے! اگر تو سٹھیا نہ گیا ہوتا تو میں اسی وقت تیرا سر اڑا دیتا یہ کہہ کر انہیں اپنی مجلس سے نکلوا دیا اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ کہتے ہوئے چلے گئے کہ اے اھل عرب! آج کے بعد تم ذلیل ہو گے کہ تم نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرزند کو قتل کیا اور ایسے شخص کو اپنا حاکم بنالیا جو نیکوں کو قتل کرتا اور بدوں کی عزت افزائی کرتا ہے۔“ (بخاری شریف)

بعض روایات میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بجائے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام آیا ہے چنانچہ مروی ہے کہ جب حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر مبارک عبید اللہ بن زیاد کے سامنے پیش کیا گیا تو اس نے اپنی چھڑی آپ کے ہونٹوں پر لگائی حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی وہاں پر موجود تھے وہ یہ دیکھ کر تڑپ اٹھے اور فرمایا۔

”نہ، نہ ان لبوں سے اپنی چھڑی ہٹالے اللہ کی قسم! میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان لبوں پر بوسہ دیتے دیکھا ہے۔“

پھر ان کی آواز بھرا گئی اور انہوں نے زار و قطار رونا شروع کر دیا ابن زیاد جس نے خاندان رسالت کا کوئی لحاظ نہ کیا تھا وہ بھلا ان کی کیا عزت کرتا جھلا کر بولا روتے کیوں ہو؟ خدا تمہاری آنکھوں کو رُلاتا رہے خدا کی قسم! اگر مجھے یہ خیال نہ ہوتا کہ بڑھاپے کی وجہ سے تمہاری عقل

Marfat.com

ٹھکانے نہیں رہی تو میں تمہارا سر اُڑا دیتا اور پھر مجھے تیری صحابیت کا لحاظ ہے۔

یہ سُن کر حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کیسی بات ہے کہ تو نے نواسہ رسول کا تو کوئی لحاظ نہیں رکھا اور تجھے میرے صحابی ہونے کا لحاظ ہے اے ابن زیاد! تو دیکھ لے گا روز محشر اللہ تعالیٰ تجھے شدید عذاب میں مبتلا کرے گا وہ تجھے معاف نہیں کرے گا اور تو کبھی دنیا میں کامیاب نہ ہو سکے گا۔ پھر حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دربار میں موجود کوفیوں سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

"کس قدر افسوس کی بات ہے کہ تم نے نواسہ رسول کو قتل کیا حیا والی عورتوں کو بے پردہ کیا آخر تمہیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش ہونا ہے وہاں پر کیا منہ دکھاؤ گے کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کو شہید کرنے کے بعد تمہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے شفاعت کی توقع ہو سکتی ہے تم نے جو کچھ کیا ہے اس کی سزا نہ صرف آخرت میں ملے گی بلکہ اس کا بدلہ تمہیں اس دنیا میں بھی ضرور ملے گا۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ فرماتے ہوئے ابن زیاد کے دربار سے باہر نکل گئے۔"

(تاریخ طبری جلد ششم، البدایہ والنہایہ، ابن اثیر جلد چہارم، اخبار الطوال)

ظالم کے دربار میں کلمہ حق:

عبیداللہ ابن زیاد کے دربار میں حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قافلے کی خواتین کو بھی لایا گیا امام عالی مقام کی ہمشیرہ سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا مردوں سے ہٹ کر ایک طرف کو بیٹھ گئیں جبکہ خاندان رسالت کی دوسری خواتین نے اپنے آپ کو سمیٹتے ہوئے ان کے گرد حلقہ کر لیا یہ شان امتیاز دیکھ کر ابن زیاد نے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ آپ کی ایک لونڈی نے بتایا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نواسی اور فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بیٹی ہیں یہ سن کر ابن زیاد نے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو مخاطب کر کے کہا کہ۔

"خدا کا شکر ہے کہ اس نے تمہیں ذلیل وخوار کیا اور تمہارے دعوؤں کو جھٹلایا۔"

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کڑک کر بولیں کہ۔

"خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں اپنے نبی کے گھرانے میں پیدا کر کے عزت دی اور ہر قسم

Marfat.com

کی برائی اور گندگی سے پاک کیا ذلیل وخوار تو وہ ہوتا ہے جو اللہ کی نافرمانی کرتا ہے۔''

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یہ جرات مندانہ جواب سن کر آپ کے دل پر ابن زیاد نے دوسرا چرکا اس طرح لگایا کہ۔

''تم نے دیکھا کہ خدا نے تمہارے اہل بیت کو کس طرح قتل کیا اور تمہاری جڑ کو کاٹ دیا۔''

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب دیا کہ۔

''ان کی قسمت میں یہی لکھا تھا اس لئے وہ اپنی قتل گاہ میں چلے آئے جلد ہی تم اور وہ خدا تعالیٰ کے روبرو حاضر ہوں گے اس وقت وہ اللہ تعالے کے سامنے اپنا استغاثہ پیش کریں گے اور یقین ہے کہ خدا انصاف کرے گا۔''

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یہ جواب سن کر ابن زیاد کو سخت طیش آیا اور غصہ سے بے قابو ہو کر بولا کہ خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے تمہارے سرکش اور نافرمان (حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو ہلاک کر کے میرا دل ٹھنڈا کیا۔

یہ سن کر حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے جذبات پر قابو نہ رکھ سکیں اور گریہ وزاری کے ساتھ فرمانے لگیں کہ۔

''قسم ہے میری زندگی کی کہ تم نے ہمارے مردوں کو قتل کیا ہماری شاخوں کو قطع کیا اور ہمارے خاندان کو تباہ وبرباد کیا کیا اس سے تمہارا دل ٹھنڈا ہوا۔''

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی جرات مندانہ اور فصیح وبلیغ گفتگو سن کر ابن زیاد نے کہا کہ میری زندگی کی قسم تو بڑی بہادر اور شاعرہ ہے تیرا باپ بھی شجاع اور شاعر تھا حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ ہم عورتوں کو اس سے کیا سروکار اس دوران ابن زیاد کی نظر حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر پڑی اور ان سے پوچھا کہ تمہارا کیا نام ہے انہوں نے فرمایا کہ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابن زیاد بولا کہ کیا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خدا نے قتل نہیں کیا حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میرے ایک اور بھائی کا نام بھی علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھا انہیں لوگوں نے قتل کر دیا ابن زیاد بولا انہیں لوگوں نے نہیں اللہ تعالے نے قتل کیا۔ حضرت زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالے ہی لوگوں کو ان کے

Marfat.com

وقت مقررہ پر وفات دیتا ہے اور کسی انسان کی مجال نہیں کہ وہ خدا تعالیٰ کی منشا و حکم کے بغیر مر سکے پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قرآن حکیم کی یہ آیت تلاوت فرمائی۔

اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِھَا وَمَا کَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰہِ○

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ جواب سن کر ابن زیاد آگ بگولہ ہو گیا اور حکم دیا کہ اسے بھی قتل کر دیا جائے یہ دیکھ کر حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے انہیں اپنے پیچھے چھپا لیا اور ابن زیاد سے کہا کہ کیا ہمارے خاندان کے اتنے افراد قتل کرنے کے بعد بھی تمہارا دل ٹھنڈا نہیں ہوا خدا کی قسم یہ اس وقت تک قتل نہیں کیا جا سکتا جب تک کہ مجھے قتل نہ کر دیا جائے آخر اللہ تعالےٰ نے اس کے دل میں کچھ رحم ڈال دیا اور وہ امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارادہ قتل سے باز آ گیا۔ اس کے بعد اس نے لوگوں کو جامع مسجد میں جمع ہونے کا حکم دیا اور منبر پر جا کر پہلے خدا تعالیٰ کی ثناء و صفت کی اور پھر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ شہادت بیان کر کے کہا کہ خدوند تعالےٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے اس نے امیر المومنین (یزید) کو کامیابی عطا فرمائی اور ان کے دشمن کو قتل کر کے ذلیل و خوار کیا۔ اس کے بعد اس نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نہایت ناشائستہ الفاظ سے یاد کیا۔ عبداللہ بن عفیف ازدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بڑے عقیدت مند تھے اور ضعیف العمر ہونے کے علاوہ بصارت بھی کھو چکے تھے یہ انداز تخاطب برداشت نہ کر سکے اور انہوں نے کھڑے ہو کر ابن زیاد سے کہا کہ اے کذاب ابن کذاب! تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بیٹے کو قتل کرتا اور پھر اس کے منبر پر کھڑے ہو کر اس قسم کی باتیں کرتا ہے خدا تجھے ہلاک کرے ابن زیاد نے حکم دیا کہ اسے پکڑ لو لوگوں نے عبداللہ کو پکڑنا چاہا لیکن ان کے قبیلے کے لوگ بھی وہاں موجود تھے وہ مزاحم ہوئے اور انہوں نے عبداللہ کو چھڑا لیا مگر ابن زیاد نے رات کے وقت پولیس کا ایک مسلح دستہ بھیج کر انہیں گھر سے گرفتار کرا لیا اور پھر انہیں قتل کرا دیا۔

(تاریخ طبری جلد ششم ص 262۔ ص 313 البدایہ والنہایہ جلد ششم، ابن اثیر جلد چہارم)

Marfat.com

کوفہ سے دمشق تک:

ابن زیاد لعین نے اسیران کربلا اور شہدائے کرام کے سروں کو چند روز کوفہ میں رکھنے کے بعد زحر بن قیس۔ شمر ذی الجوشن۔ محفن بن ثعلبہ اور خولی بن یزید کو حکم دیا کہ تمام سروں اور قیدیوں کو ساتھ لے کر دمشق میں یزید کے پاس پہنچیں۔ چنانچہ پانچ ہزار سواروں کی معیت میں اہل بیت کا قافلہ شہداء کے سروں کے ساتھ جو کہ نیزوں پر رکھے ہوئے تھے۔ کوفہ سے دمشق کی طرف روانہ ہوا کوفہ سے دمشق کی جانب جاتے ہوئے راستے میں چند ایسے واقعات بھی پیش آئے۔ جنہیں مورخین نے تاریخ کے اوراق میں محفوظ کر لیا ہوا ہے۔ انہی میں سے چند واقعات ذیل میں درج کیئے جاتے ہیں۔

سرانور سے سلام کا جواب آیا:

دمشق کی طرف جاتے ہوئے جب یہ قافلہ حوالی حلب میں آ کر ایک پہاڑ کے نیچے اترا اس پہاڑ پر ایک قصبہ تھا اور قصبہ کے امیر کا نام عزیز بن ہارون تھا اور یہ یہودی تھا رات کو حضرت بی بی شہر بانو کی لونڈی شیریں نے رو کر عرض کی کہ اگر اجازت ہو تو جو کچھ میرے پاس بقیہ ہے اسے بیچ کر اس پہاڑی قصبہ سے آپ کے لیئے کچھ کپڑا کر لاؤں حضرت بی بی شہر بانو نے اس کے اصرار پر اجازت دے دی چنانچہ شیریں پہاڑ پر گئی اور قصبہ کا دروازہ بند پا کر کھٹکھٹایا قصبہ کے امیر عزیز بن ہارون نے خود آ کر دروازہ کھولا اور شیریں کا نام لے کر پکارا شیریں نے سلام کیا اور نہایت عزت واحترام کے ساتھ اپنے گھر لے گیا شیریں نے پوچھا کہ آپ کو میرا نام کیسے معلوم ہوا؟ اس نے جواب دیا کہ میں نے ابھی خواب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کو پریشانی کی حالت میں دیکھا اور ان سے پریشانی کی وجہ دریافت کی تو انہوں نے فرمایا کہ تم نہیں جانتے کہ نبی آخر الزمان محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مظلوم نواسے کو ناحق قتل کر دیا گیا ہے اور ان کا سر مبارک شام کی طرف لیئے جا رہے ہیں اور آج رات اس پہاڑ کے نیچے ٹھہرے ہیں میں نے عرض کی کیا آپ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو جانتے اور مانتے ہیں؟ فرمایا اے عزیز! وہ سچے رسول ہیں ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ہم سے عہد لیا ہے ہم ان پر ایمان لائے ہیں جو ان پر ایمان نہیں لائے گا وہ جہنم میں جائے گا۔

Marfat.com

عزیز بن ہارون کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ مزید یقین کے لیئے مجھے کچھ بتایئے تو فرمایا کہ تم قلعہ کے دروازے پر جا کر کھڑے ہو جاؤ ایک لونڈی شیریں نامی آ کر دروازہ کھٹکھٹائے گی تم اس کی متابعت کرنا اسی کی وجہ سے تم دولت اسلام حاصل کرو گے اور پھر جب تم امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر مبارک کے پاس پہنچو تو ہمارا اسلام کہنا وہ سلام کا جواب دیں گے چنانچہ میں چونک کر خواب سے بیدار ہوا اور فوری طور پر دروازہ پر آیا کہ تم نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ اس کے بعد شیریں نے سارا واقعہ آ کر حضرت بی بی شہر بانو کو بتایا جسے سُن کر تمام اہل بیت اطہار بہت حیران ہوئے پھر صبح کے وقت عزیز بن ہارون لشکر یزید میں آیا اور سپاہیوں کو کچھ رشوت دے کر اہل بیت اطہار کے پاس آیا اور ہر ایک کو ایک قیمتی لباس پیش کیا ایک ہزار دینار حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نذر کیئے اور اسلام قبول کر لیا پھر وہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر مبارک کے پاس گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کا سلام پیش کیا تو سر انور سے سلام کا جواب آیا۔ (تذکرۃ الحسنین ص 102)

پادری نے اسلام قبول کر لیا:

دمشق کی طرف جاتے ہوئے راستے میں رات کے وقت جب قافلہ ایک منزل پر پہنچا تو وہاں پر ایک بڑا مضبوط گرجا دکھائی دیا یزیدی لشکر کی قیادت کرنے والوں نے سوچا کہ رات ہو گئی ہے یہ گرجا کافی بڑا ہے اس میں ہی رات گزار لیتے ہیں اس گرجا میں ایک بوڑھا پادری رہتا تھا شمر اس پادری کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ ہم لوگ رات کو تمہارے گرجا میں رہنا چاہتے ہیں پادری نے پوچھا کہ تم کون لوگ ہو اور کہاں جاؤ گے؟ شمر نے کہا کہ ہم عبید اللہ ابن زیاد کے سپاہی ہیں ایک باغی اور اس کے ساتھیوں کے سر اور اس کے اہل و عیال کو یزید کے پاس دمشق لے جا رہے ہیں پادری نے پوچھا وہ سر جسے تم باغی کا سر کہہ رہے ہو کہاں ہے؟ شمر نے دکھایا۔ تو دیکھ کر پادری پر ایک ہیبت طاری ہو گئی اور کہنے لگا تمہارے ساتھ تو بہت سے لوگ ہیں اور گرجے میں اتنی جگہ نہیں ہے اس لیئے تم ان سروں اور قیدیوں کو تو گرجے میں رکھو اور خود باہر رہو شمر نے یہ سوچ کر کہ اس طرح سر اور قیدی محفوظ رہیں گے اس بات پر حامی بھر لی چنانچہ امام عالی مقام کے سر مبارک کو ایک صندوق میں بند کر کے گرجے کی ایک کوٹھڑی میں اور اہل بیت اطہار کو گرجے

Marfat.com

ایک مکان میں رکھا گیا۔

آدھی رات کے وقت پادری نے دیکھا کہ کوٹھری کے روشندانوں میں سے روشنی باہر آ رہی ہے پادری نے اُٹھ کر دیکھا تو کوٹھری میں چاروں طرف روشنی ہی روشنی تھی پھر اس نے دیکھا کہ اس کوٹھری میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دیگر ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن ظاہر ہوئی ہیں اور صندق کھول کر سرانور دیکھ رہی ہیں پھر تھوڑی دیر بعد اس نے آواز سنی اے بوڑھے پادری! جھانکنا بند کر کہ خاتون جنت تشریف لاتی ہیں یہ آواز سن کر پادری بے ہوش ہو گیا اور پھر جب اسے ہوش آیا تو اُسے کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا لیکن اس نے ایک آواز سُنی کہ کوئی روتے ہوئے کہہ رہا ہے السلام علیکم! اے مظلوم مادر! اے شہید مادر! غم نہ کر میں دشمنوں سے تیرا انتقام لوں گی اور اللہ تعالیٰ سے تیرا انصاف چاہوں گی یہ سن کر پادری پھر بے ہوش ہو گیا اور جب اسے ہوش آیا تو سارا منظر اس کی آنکھوں سے غائب ہو چکا تھا وہ بے تاب ہو کر کوٹھری کا تالا کھول کر اندر داخل ہوا پھر اس نے صندوق کا تالا کھولا اور سرانور کو نکال کر مشک و گلاب خوب اچھی طرح چھڑکا اور نہائیت احترام اور ادب کے ساتھ کھڑے ہو کر عرض کیا اے سردار! مجھے علم ہو گیا ہے کہ آپ ان میں سے ہیں جن کی تعریف تورات و انجیل میں میں نے پڑھی ہے آپ گواہ رہیے کہ میں اسلام قبول کرتا ہوں چنانچہ اس کے بعد وہ کلمہ پڑھ کر دائرہ اسلام میں داخل ہو گیا۔ (تذکرۃ الحسنین ص 105)

اس کی شکل تبدیل ہو گئی:

مروی ہے کہ کوفہ اور شام کی راہ میں رات کے وقت شہدائے کرام کے سروں کی نگہبانی کے لیے پچاس جوانوں کا مسلح پہرہ رہتا تھا ایک رات ان پچاس جوانوں میں ابوالخنوق نامی شخص بھی شامل تھا اس رات تمام پہریدار سو گئے مگر ابوالخنوق کو نیند نہیں آ رہی تھی اسی اثناء میں آسمان سے ایک ایسی عجیب آواز اس کے کانوں میں آئی قریب تھا کہ زمین و آسمان پھٹ جاتے پھر اس نے دیکھا کہ ایک شخص جس نے لمبا سفید نورانی لباس زیب تن کیا ہوا تھا نیچے آیا اور صندوق میں سے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر مبارک کو باہر نکالا روتے ہوئے ان کے منہ کے بوسے لینے شروع کیئے ابوالخنوق نے چاہا کہ اُس سے پیشتر کہ پہرے پر موجود لوگ جاگ جائیں آگے

Marfat.com

بڑھ کر امام عالی مقام کا سر مبارک ان سے لے کر صندوق میں رکھ دے کہ اچانک ایک شخص اس پر گر جا کہ خبر دار آگے مت بڑھنا یہ آدم علیہ السلام ہیں جو کہ نواسہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعزیت کے لیئے تشریف لائے ہیں۔

پھر اسے آواز آئی کہ حضرت نوح علیہ السلام تشریف لائے ہیں اس کے بعد اس نے سنا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت اسحاق علیہ السلام تشریف لائے ہیں ان کے بعد اس نے دیکھا کہ وہاں پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ تشریف لائے ہیں اور ساتھ حضرت علی المرتضیٰ حضرت امام حسن حضرت حمزہ اور حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی ہیں اس کے بعد نور کی ایک کرسی آئی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس پر نزول فرمایا اور تمام انبیاء کرام اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپ کے اطراف میں تھے پھر ایک فرشتہ ہاتھ میں ننگی تلوار اور دوسرے ہاتھ میں آگ کا گرز لیئے ہوئے آیا اس کے بعد فرشتے نے ابوالخنوق کا ہاتھ پکڑا تو اس نے فریاد کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! میں مسلمان ہوں اہل بیت کا ہمدرد ہوں یہ لوگ مجھے زبردستی اپنے ساتھ لے کر آئے ہیں۔

اس فرشتے نے ابوالخنوق کے منہ پر ایک طمانچہ مارا جس سے اس طرف کا گال سیاہ ہو گیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو چھوڑ دو فرشتے نے اس کو چھوڑ دیا۔ اور وہ صبح تک بے ہوش پڑا رہا صبح جب اس کی آنکھ کھلی تو اس نے دیکھا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر مبارک بدستور صندوق میں بند ہے اور ان انچاس پہریداروں کا کچھ پتہ نہیں البتہ صندوق کے چاروں اطراف راکھ کے ڈھیر پڑے ہوئے ہیں۔ اس کے بعد شمر نے ابوالخنوق کو بلایا اور اس سے پوچھا کہ تمہارا ایک طرف کا گال کیوں سیاہ ہو گیا ہے اس پر اُس نے رات کی ساری سرگزشت سنادی اور پھر ایک ایسی زبردست آہ اس کے منہ سے نکلی کہ وہ زمین پر گر پڑا اس کی شکل تبدیل ہوگئی اور پھر تھوڑی دیر میں ہی وہ جاں بحق ہو گیا۔ (عناصر الشہادتین)

دمشق کے قریب:

کربلا کے قیدیوں اور شہداء کے سروں کو لے کر جب یزیدی لشکر، دمشق کے قریب پہنچا۔ تو یزید کو بھی اطلاع کر دی گئی کہ قافلہ قریب آن پہنچا ہے اس نے تمام شہر آراستہ کرنے اور اہل شہر کو

Marfat.com

خوشیاں منانے اور گھروں سے باہر نکل کران کے استقبال کرنے کا حکم دیا انہی۔ دنوں صحابی رسول حضرت سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ، تجارت کے سلسلہ، میں شام آئے ہوئے تھے۔ وہ دمشق کے ایک نزدیکی قصبے سے گزرے تو دیکھا کہ لوگ بڑی خوشی کا مظاہرہ کر رہے ہیں ڈھول اور باجے بجاتے ہیں۔ انہوں نے ایک شخص سے پوچھا کہ یہ کس بات کی خوشی منائی جارہی ہے تو لوگوں نے کہا کہ اہل عراق نے حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر یزید کو بھیجا ہے۔ اس لیئے تمام اہل شام اس کی خوشی منا رہے ہیں۔

یہ سن کر حضرت سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک آہ بھری اور پوچھا کہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر مبارک کس دروازے سے شہر میں لایا جائے گا؟ جواب ملا کر باب الساعۃ سے آپ اُس طرف دوڑے اور بڑی جدوجہد کے بعد وہاں پر پہنچے اور اہل بیت اطہار کے بالکل نزدیک چلے گئے دیکھا کہ ایک سرانور جو کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مشابہ ہے نیزہ پر چڑھا ہوا ہے جسے دیکھ کر حضرت سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ بے اختیار رو پڑے ان بزرگ کو روتے دیکھ کر سیدہ سکینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پوچھا کہ تم ہم پر کیوں رو رہے ہو؟ انہوں نے پوچھا آپ کا نام کیا ہے؟ فرمایا میں سکینہ بنت حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہوں انہوں نے فرمایا میں آپ کے نانا کا صحابی ہوں مجھے حکم دیجیے میں اس وقت آپ کے لیئے کیا کروں؟ سیدہ سکینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا میرے والد ماجد کے سرانور کو سب سے آگے کرادیں تا کہ لوگوں کی توجہ ہم سے ہٹ کر اس طرف ہو جائے چنانچہ انہوں نے اُس شخص کو جس نے نیزے پر سرانور اٹھایا ہوا تھا چار سو درہم دے کر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سرانور کو خواتین سے دور کرادیا۔

(تذکرہ ص 107 خطبات محرم ص 435)

قیدی یزید کے دربار میں:

تمام قیدیوں کو یزید کے دربار میں لایا گیا قیدیوں کو ایک طرف ٹھہرایا گیا اور یزید نے ایک ایک سر کو اپنے سامنے منگوا کر دیکھا اور ہر ایک کے بارے میں اس نے پوچھا اس کے بعد حکم دیا کہ حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا سر پیش کیا جائے چنانچہ امام عالی مقام کا سر مبارک ایک طشت میں رکھ کر اس کے پاس لایا گیا تو اس نے اپنے ہاتھ میں پکڑی ہوئی لکڑی سے، حضرت امام حسین

Marfat.com

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لب و دندان مبارک چھوئے اور کہا کیا یہ حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے لب و دندان ہیں؟ یہ دیکھ کر ایک صحابی رسول حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ اس وقت وہاں تشریف فرما تھے بولے اور کہا۔

قَطَعَ اللّٰهُ يَدَكَ يَايَزِيد۔

اے یزید! اللہ تیرے ہاتھ کاٹے یہ کیا کر رہا ہے تو اُس جگہ کو لکڑی سے چھو رہا ہے۔ جس جگہ میں نے بار بار رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بوسہ لیتے ہوئے دیکھا ہے۔

یزید یہ سن کر آگ بگولا ہوا اور کہا اے سمرہ! اگر تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا صحابی نہ ہوتا تو اللہ کی قسم! میں تجھے ابھی قتل کروا دیتا حضرت سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کیسی عجیب بات ہے۔ میں تو ایک صحابی ہونے کی وجہ سے امان پا گیا اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نواسے تھے۔ تیرے حکم سے شہید کر دیے گئے۔ یزید نے یہ دیکھ کر کہ معاملے بگڑ نہ جائے حضرت سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے دربار سے نکال دیا۔ (تذکرہ ص 110)

امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جراءت مندی:

قیدیوں میں حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی یزید کے دربار میں موجود تھے آپ کو دیکھ کر یزید نے پوچھا یہ کون ہے اُسے بتایا گیا کہ یہ علی بن حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہے کہنے لگا میں نے تو سنا تھا وہ مارا گیا بتایا گیا کہ حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے تین بیٹے تھے علی اکبر علی اصغر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) مارے گئے یہ علی اوسط ہیں کہ بیماری کی وجہ سے بچ گئے اور گرفتار کر لیئے گئے۔ یزید نے حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا او لڑکے! تم نے دیکھ لیا کہ تمہارے باپ نے حاکم وقت کی مخالفت کی اور پھر اس کی سزا پالی اب تم بتاؤ تم اس بارے میں کیا کہتے ہو؟ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔

"اے دنیا پرست انسان! میرا تم سے ایک سوال ہے اور اس سوال کا جواب تم سچائی کے ساتھ دینا مجھے بتا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے نانا جان کو نبی بنایا کہ تیرے نانا کو قرآن حکیم میرے نانا پر نازل ہوا یا تیرے نانا پر اور پھر قرآن حکیم کی روشنی میں دنیا کے ظلم کدہ کو ہمارے آباؤ اجداد نے نورِ توحید سے منور کیا یا تیرے آباؤ اجداد نے کعبہ میں بتوں کو ختم کر کے اسے بیت اللہ ہم نے بنایا

Marfat.com

کہ تم نے ہر مسلمان کے قلب میں ایمان کی شمعیں ہم نے روشن کیں یا تم نے اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ میرے خاندان نے توحید کی شمع روشن کی اور تم نے اسے بجھانے کی کوشش کی۔"

یزید نے جب حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ جواب سنا تو وہ آگ بگولا ہو گیا اور غصے سے جلاد کو حکم دیا کہ ان کو قتل کر دیا جائے یزید کا یہ حکم سن کر حضرت اُم کلثوم بنت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رو پڑیں اور بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"اے پیارے نانا جان آپ کے حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو شہید کر دیا گیا اور اب آپ کی نسل منقطع کی جارہی ہے جلدی آیئے ہماری فریاد رسی کیجئے۔"

یزید یہ سن کر ڈر گیا اور حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مخاطب ہو کر بولا اے عابد! میں تو مذاق کر رہا تھا تم آؤ اور میرے ساتھ بیٹھ جاؤ یزید نے اپنے بیٹے کو بھی آپ کے برابر بٹھا دیا اور کہا اے علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) میرا بیٹا تمہارے برابر ہے کیا اس سے مقابلہ کر سکتے ہو؟ آپ نے فرمایا ایک ایک تلوار دونوں کو دے اور مقابلہ کرا کے دیکھ لے اسی اثناء میں نقارہ یزید بجا تو یزید کے بیٹے نے بڑے فخر سے کہا یہ نوبت میرے باپ کے نام کی بج رہی ہے یا تیرے باپ کے نام کی۔

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب میں تامل فرمایا اتنی دیر میں موذن نے اذان کہنا شروع کی تو آپ نے یزید کے بیٹے سے فرمایا دیکھ وہ میرے باپ دادا کے نام کی نوبت بجی جو قیامت تک اسی طرح بجتی رہے گی اور تیرے باپ کے نام کی نوبت چند روز بج کر ختم ہو جائے گی۔ یزید کا بیٹا یہ سن کر لا جواب ہو گیا دربار میں موجود حاضرین اس جواب سے بہت حیران ہوئے۔ اس کے بعد یزید نے کہا اے ابن حسین تم تو ناراض ہو گئے۔ ہوان باتوں کو چھوڑو اگر تمہیں کوئی حاجت ہے۔ تو مجھ سے طلب کر آپ نے فرمایا۔ میں تم سے یہ مطالبات کرتا ہوں۔

(1) میرے باپ کے قاتل کو میرے حوالے کرتا کہ میں اپنے ہاتھ سے اسے قتل کروں۔

(2) میرے باپ کا سر اور دیگر شہداء کے سر میرے حوالے کرتا کہ ان کو ان کے جسموں کے ساتھ ملا کر دفن کر دوں۔

(3) مجھے اجازت دے کہ میں اہل بیت کو لے کر مدینہ طیبہ چلا جاؤں۔

Marfat.com

(4) کل جمعہ ہے مجھے اجازت دے کر میں منبر پر جا کر خطبہ پڑھوں۔

یزید نے کہا تمہارے تین مطالبات میں پورے کر دیتا ہوں البتہ تمہارا پہلا مطالبہ پورا نہیں کیا جا سکتا۔

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ میرے باپ کے قاتل کو میرے حوالے کرنے کا مطالبہ بھی پورا کرو اس پر یزید نے کہا کہ اس بارے میں میں ذرا چھان بین کر لوں پھر اس نے لشکر میں شامل تمام سرکردہ افراد کو جمع کر کے ان سے پوچھا کہ تم میں سے حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا قاتل کون ہے؟ کسی نے کہا خولی ہے۔ خولی سے پوچھا گیا تو اس نے کہا سنان ابن انس ہے چنانچہ سنان بن انس کو مجرم قرار دیا گیا سنان بن انس نے کہا حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا قتل میں نے نہیں بلکہ شمر نے کیا ہے اس پر یزید شمر سے مخاطب ہوا اور کہا اے شمر! سب یہ کہتے ہیں کہ حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا قاتل تو ہے اس لیے تمہیں اس جرم کی پاداش میں جلاد کے حوالے کرنا چاہتا ہوں۔

شمر نے جب یہ صورتحال دیکھی اور خیال کیا کہ اب موت یقینی ہے تو وہ بولا اے یزید حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا قاتل میں نہیں بلکہ تُو ہے کیونکہ ان کے قتل کا حکم تیری طرف سے ہی جاری ہوا تھا اور حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) پر لشکر کشی تیرے ہی حکم سے کی گئی تھی یہ سن کر یزید کو کوئی جواب نہ بن پڑا اور منافقانہ طور پر رونے لگا۔

(تاریخ طبری جلد ششم، تنقیح الشہادتین ص 131۔ تذکرہ ص 113)

سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی جراءت مندی:

یزید کے دربار میں جب حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر مبارک کو یزید لعین نے چھڑی سے گستاخی کرتے ہوئے بے ادبی کی تو یہ دیکھ کر اہل بیت اطہار کی خواتین رونے لگیں سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے امام عالی مقام کے سر انور سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

"اے حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے اے دوش پیمبر کے سوار اے فاطمۃ الزاہرا (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے لخت جگر اے نوجوانان جنت

کر بہ ا ا ! "

Marfat.com

یزید نے سن کر پوچھا یہ عورت کون ہے؟ اسے بتایا گیا کہ یہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہن سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں یزید نے سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مخاطب ہو کر کہا کیا تمہارا بھائی یہ نہیں کہتا تھا کہ میں یزید سے بہتر ہوں اور میرا باپ یزید کے باپ سے بہتر تھا۔

سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے نہائیت بے خوفی اور جراءت سے جواب دیا کہ بلاشبہ میرا بھائی سچ کہتا تھا یزید نے کہا میری عمر کی قسم! حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے نانا میرے دادا سے بہتر تھے حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی ماں میری ماں سے بہتر تھیں رہا میرا باپ اور حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا باپ تو یہ سب جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کس کے حق میں فیصلہ دے دیا۔

اس پر سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود وسلام بھیجنے کے بعد فرمایا۔

"اے یزید! کیا صرف اس وجہ سے کہ تو نے ہم پر زمین وآسمان تنگ کر دیا اور ہمیں قیدی بنا کر زبردستی ہمیں اپنے سامنے پیش کرایا یہ گمان کر لیا ہے۔ کہ ہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ذلیل اور تو عزیز ہے تو نے سمجھ لیا کہ آج تجھے دنیا حاصل ہے اس لیے ناک چڑھا کر اترا رہا ہے اور خوشی کا اظہار کر رہا ہے مگر ٹھہر جا جلدی نہ کر کیا تجھے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھول چکا ہے کہ کافر لوگ یہ گمان نہ کریں کہ ہم نے ان کو جو ڈھیل دے رکھی ہے یہ ان کے لیئے بہتر ہے ہم تو صرف اس لیئے ان کو مہلت دیتے ہیں کہ وہ دل کھول کر گناہ زیادہ کر لیں ان کے لیئے رسوا کن عذاب موجود ہے۔"

اے یزید! کیا یہ انصاف کی بات ہے کہ تو اپنی آزاد عورتوں اور لونڈیوں کو تو گھر میں پردے کے اندر بٹھائے۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گھرانے کی۔ بیٹیوں کو بے پردہ ننگے سر بازاروں میں پھرائے ایسا شخص ہم اہل بیت کے بغض وعداوت میں کس طرح سستی سے کام لے سکتا ہے جس کی نظروں میں ہمارے لیئے دشمنی حسد اور کینہ موجود ہے۔

اے یزید! تو جنت کے جوانوں کے سردار! ابو عبداللہ (امام عالی مقام) کے لب ودندان مبارک پر اپنی چھڑی سے بے ادبی کرتا ہے تو کیوں نہ ایسا کرے جبکہ تو نے ہمارے زخم کو گہرا کر دیا اور ذریت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور عبدالمطلب کی اولاد کے خون کو بہا کر ان کی بنیاد کو اصل سے اکھیڑنے کی کوشش کی۔

Marfat.com

اسی دوران ایک سرخ رنگت والے شامی نوجوان نے سیدہ فاطمہ بنت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے یزید سے کہا امیر المومنین یہ لڑکی مجھے دے دیجئے یہ سن کر سیدہ فاطمہ بنت علیر ضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی چادر مبارک پکڑلی اوران کے ساتھ لگ کر کھڑی ہوگئیں سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا تڑپ اُٹھیں اور اُس شامی نوجوان کو غصے سے کہا۔

"تم کمینے ہو نہ تجھے کوئی حق حاصل ہے اور نہ یزید کو اس کا اختیار ہے۔"

یزید غضبناک ہوکر بولا تم جھوٹ بولتی ہو میں اس بات کا اختیار رکھتا ہوں اگر چاہوں تو ابھی ایسا کرسکتا ہوں سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب دیا اللہ تعالیٰ نے ہرگز تمہیں یہ حق اور اختیار نہیں دیا جب تک کہ تو اللہ کے دین سے نہ نکل جائے اگر تو اسلام کے سوا کوئی اور دین اختیار کرلے تو پھر دوسری بات ہے۔

سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جراءت مندی سے جواب دیتے ہوئے دیکھ کر یزید غصے میں آ گیا اور بولا تم ایسی باتیں میرے سامنے کیوں کرتی ہو حالانکہ دین سے تمہارا باپ اور بھائی نکل چکا ہے۔ سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی خاموش نہ رہیں اور فرمایا اے یزید! تم نے اور تمہارے باپ دادا نے اللہ کے دین سے میرے باپ کے دین سے میرے بھائی کے دین سے اور میرے نانا کے دین سے ہدائیت حاصل کی ہے یزید نے کہا اے دشمن خدا! تُو جھوٹ بولتی ہے سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا تم زبردستی حاکم بنے بیٹھے ہو ظلم وستم کرتے ہو گالیاں دیتے ہو اور اپنی طاقت سے مخلوق کو دباتے ہو۔

یزید سے اس بات کا جواب نہ بن پڑا تو چپکا ہو گیا اسی اثناء میں اُس شامی نوجوان نے پھر کہا امیر المومنین! یہ لڑکی مجھے دے دیجیے۔ یزید نے اُسے ڈانٹتے ہوئے کہا خاموش رہ اللہ تجھے موت دے اور تجھے کبھی بیوی نصیب نہ ہو۔

سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پھر یزید اور اہل دربار کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

"اے یزید! گردش فلک اور ہجوم آفات نے مجھے تجھ سے مخاطب کرنے پر مجبور کر دیا ہے یاد رکھ اللہ تعالیٰ زیادہ عرصے تک ہمیں اس حال میں نہیں رکھے گا ہمارے مقاصد کو ضائع نہ کرے گا تو

Marfat.com

نے ہمیں نقصان نہیں پہنچایا۔ بلکہ اپنے آپ کو نقصان پہنچایا ہے کس قدر افسوس اور ظلم کی بات ہے کہ تیرے آدمیوں نے دوش رسول کے سوار اس کے بھائیوں فرزندوں اور ساتھیوں کو نہائیت بیدردی سے قتل کر دیا تو نے اہل بیت کی پردہ دار خواتین کی بے حُرمتی کی کاش کہ تو اس وقت کربلا کے شہیدوں کو دیکھ سکتا تو اپنی ساری دولت وحشمت کے بدلے ان کے پہلو میں کھڑا ہونا پسند کرتا ہم عنقریب اپنے نانا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر ان مصائب کو بیان کریں گے جو تیرے بے رحم ہاتھوں سے ہمیں پہنچے ہیں اور یہ اس جگہ ہو گا جہاں اولاد رسول اور ان کے ساتھی جمع ہوں گے ان کے چہروں کے خون اور جسموں کی خاک صاف کی جائے گی جہاں ظالموں سے ان کے ظلم کا بدلہ لیا جائے گا حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور ان کے ساتھی مرے نہیں اپنے خالق کے پاس زندہ ہیں اور وہی ان کے لئے کافی ہے وہ عادل حقیقی خاتم الانبیاء کی اولاد اور ان کے ساتھیوں کو قتل کرنے والوں سے ضرور بدلہ لے گا وہی ہماری امید گاہ ہے اور ہم اسی سے فریاد کرتے ہیں۔"

(تاریخ طبری حصہ چہارم ص 307۔308۔تاریخ الکامل۔تنقیح الشہادتین)

امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جامع مسجد دمشق میں:

یزید نے حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے وعدہ کیا تھا کہ وہ ان کو جامع مسجد دمشق میں خطبہ جمعہ کہنے کی اجازت دے گا چنانچہ اگلے روز جمعۃ المبارک کے دن جب تمام لوگ جامع مسجد میں اکٹھے ہونے لگے تو حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی لایا گیا یزید اور اس کے تمام قریبی ساتھی بھی وہاں پر موجود تھے لوگوں کی کثیر تعداد کو دیکھ کر یزید نے خیال کیا کہ کہیں امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خطبے کی وجہ سے لوگوں میں اس کے خلاف اشتعال پیدا نہ ہو جائے اور حالات بگڑ جائیں تو اس نے اس خدشے کے پیش نظر اپنے خطیب کو خطبہ کے لیے اشارہ کر دیا چنانچہ خطیب نے فوری طور پر خطبہ پڑھنا شروع کیا اور یزید کی تعریف میں خوب مبالغہ آرائی کی جب اس نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں لعن طعن سے کام لیا تو حضرت زین العابین رضی اللہ عنہ برداشت نہ رسکے اور خطیب کو ٹوکتے ہوئے فرمایا اے شامی! تم اپنی قوم کے بدترین خطیب ہو۔

Marfat.com

اس کے بعد آپ نے یزید سے فرمایا تو نے مجھے خطبہ پڑھنے کی اجازت دی تھی اور مجھ سے وعدہ کیا تھا مگر یہ تم نے وعدہ خلافی کی ہے اور مجھے خطبہ پڑھنے نہیں دیا لہذا تم اپنے وعدے کو پورا کرو اور مجھے خطبہ پڑھنے دو تاکہ میں منبر پر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے احکام کے مطابق خطبہ پڑھوں یزید نے کہا خطیب کو خطبہ پڑھنے دیں آپ نے جو کچھ کہنا ہے یہیں پر کھڑے ہو کر کہہ لیں منبر پر جانے کی کیا ضرورت ہے۔

اس پر مسجد میں چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں اور شور سا مچ گیا شام کے بہت سے سرکردہ افراد نے کھڑے ہو کر کہا کہ ان کو خطبہ پڑھنے دیا جائے لوگوں کے اصرار سے مجبور ہو کر یزید نے امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خطبہ پڑھنے کی اجازت دے دی اس روز مسجد میں لوگوں کا اس قدر رش تھا کہ تل دھرنے کو جگہ نہ ملتی تھی آپ منبر پر رونق افروز ہوئے اور پہلے نہائیت فصاحت و بلاغت سے حمد و نعت بیان کی اور پھر فرمایا۔

"جو مجھے جانتا ہے وہ جانتا ہی ہے اور جو نہیں جانتا وہ اب جان لے کر میں نور دیدۂ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور سرور سینہ علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دلبند فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور فرزند حسین برادر حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوں جنہیں میدان کربلا میں تین روز بھوکا پیاسا مظلوم شہید کیا گیا۔"

میں اُس نبی کی اولاد ہوں۔ جس کے طفیل ساری کائنات تخلیق کی گئی۔ اور وہی اللہ تعالیٰ کا برگزیدہ پیغمبر ہے۔

میں مظلوم کربلا بیکس و بے بس تشنہ لب بیابان اُمید امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لخت جگر ہوں جن کو کربلا کی تپتی ہوئی زمین پر بغیر کسی جرم و خطا کے بھوکا پیاسا اپنے بھائیوں بیٹوں اور ساتھیوں کے ساتھ شہید کر دیا گیا جن کے گھوڑوں کی کونچیں کاٹ دی گئیں جن کی لاشوں کو گھوڑوں کے سموں سے روندڈالا گیا اور جن کے سر نیزوں پر چڑھائے گئے۔

میں اُس مظلوم شہید ستم کی یادگار ہوں جو تمہارے نبی کا نواسہ تھا جسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے دوش مبارک پر سوار کرتے تھے اور بے یار و مددگار اپنی قوم کے ہاتھوں قتل کر دیے گئے اور جن کے عزیز و اقارب پر ہر طرح کا ظلم ڈھایا گیا میں صبر و رضا کے اُس گلیم پوش کا فرزند

Marfat.com

ہوں جس کی لاش کربلا کے میدان میں بے گوروکفن تشنہ لبی کی حالت میں تڑپی۔
میں خاندان نبوت کا چراغ افسردہ ہوں اور گلزار امامت کی لٹی ہوئی بہار ہوں۔
میں اس پیاسے مسافر کا نور نظر ہوں جس کے گھرانے کی مستورات کو قیدی بنالیا گیا اور کوفہ کی گلیوں اور بازاروں میں تماشہ بنا کر پھرایا گیا اور جن کی بے حرمتی کے استقبال میں شام وعراق کے شہروں کو سجایا گیا اور گھروں میں چراغاں کیا گیا۔

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابھی اس قدر ہی فرمایا تھا۔ کہ مسجد میں موجود لوگ رونے لگے اور ایک شور برپا ہو گیا یہ دیکھ کر یزید خوفزدہ ہوا اور اس نے موذن کو اقامت کے لئے اشارہ کیا چنانچہ موذن اقامت کہنے کے لیے کھڑا ہوا اُس نے اللہ اکبر کہا تو آپ نے فرمایا نَعَمْ لَاشَیْءَ اَکْبَرُ مِنْہُ جب موذن نے اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہا تو آپ نے فرمایا نَعَمْ شَھِدَ بِھَا لَحْمِیْ وَ شَعْرِیْ وَ دَمِیْ پھر جب موذن نے اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ کہا تو آپ نے اپنا عمامہ مبارک سر مبارک سے اتار کر اس موذن کی طرف پھینکا اور اس سے فرمایا اے موذن! میں تجھے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ ذرا ٹھہر جا۔

موذن آپ کے فرمانے پر چپ ہو گیا تو امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یزید سے مخاطب ہو کر فرمایا اے یزید یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تیرے جد بزرگوار ہیں یا میرے اگر تو انہیں اپنے جد بزرگوار کہے گا۔ تو سب لوگ تجھے جھوٹا کہیں گے۔ اور اگر تو انہیں میرے جد بزرگوار کہے گا تو پھر بتا میرے مظلوم باپ کو کیوں شہید کیا مجھے یتیم کیوں کیا اہل بیت کو گرفتار کر کے ان کو قید کیوں کیا ان کو شہر بہ شہر کیوں پھرایا انہیں قیدیوں کی طرح اپنے دربار میں کیوں بلوایا تم نے میرے باپ دادا کے دین میں رخنہ کیوں ڈالا باوجود اس کے کہ تُو اُن کا کلمہ پڑھتا ہے پھر بھی تجھے شرم نہیں آئی یہ کہتے ہوئے آپ رو پڑے یہ سن کر مسجد میں موجود لوگوں میں جوش وخروش پیدا ہو اور ان کے رونے کی آوازیں بلند ہونے لگیں پھر آپ نے لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا لوگو! بتاؤ اس وقت دنیا میں میرے سوا کوئی ایسا ہے جس کا جد بزرگوار پیغمبر ہو؟

یہ سنتے ہی مسجد میں زبردست شور برپا ہو گیا لوگ زاروقطار رونے لگے کئی بے ہوش ہو گئے یزید نے موذن پر غصہ کیا اور اسے کہا کہ فوری طور پر اقامت پوری کرے چنانچہ موذن نے جلدی

Marfat.com

جلدی اقامت کہی اور نماز کے لیئے جماعت کھڑی کردی گئی نماز کی ادائیگی کے بعد یزید نے ایک مجلس عام طلب کی اور اس میں اس نے سب کے سامنے سرداران کوفہ کو بلا کر ان کو سخت برا بھلا کہا ان کے ساتھ ناراضی کا اظہار کیا اور کہا کہ میں تم سے اُس وقت خوش ہوتا کہ جب تم حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو میرے پاس زندہ لے کر آتے میں ان کی خدمت میں خوشامد کر لیتا لعنت ہے ابن زیاد پر جس نے یہ کام کیا۔

(تنقیح الشہادتین ص 133۔تذکرہ ص 115،حیات امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

اہل بیت اطہار کی مدینہ طیبہ کو واپسی:

یزید لعین نے نہائیت مکاری سے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل کا سارا الزام ابن زیاد کے سر لگا دیا اور کہنے لگا کہ خدا ابن مرجانہ (ابن زیاد) پر لعنت کرے اگر وہ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل نہ کرتا تو بھی میں اس سے راضی رہتا اگر اس کی جگہ میں ہوتا تو حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معاف کر دیتا مگر اس کے بعد اس نے حضرت امام زین العابدین سے جو گفتگو کی اس میں اس کے دل کی بات زبان پر آ ہی گئی اس نے کہا کہ تمہارے باپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میرے ساتھ جدال وقتال کیا میرے حقوق کو پامال کیا یہ اسی کا نتیجہ ہے جو تم دیکھ رہے ہو ان کا خیال تھا کہ وہ مجھ سے افضل اور خلافت کے مستحق ہیں انہوں نے یہ بات نظر انداز کر دی کہ ملک خدا تعالےٰ کا ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا کر دیتا ہے اس کے بعد اس نے مستورات کو محل کے زنانہ حصے میں بھیج دیا اس کے گھر کی عورتیں اہل بیت نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شکستہ حالی و بے سروسامانی کو دیکھ کر اپنے جذبات پر قابو نہ رکھ سکیں اور دھاڑیں مار مار کر روئیں یزید نے اپنے طرز عمل سے اس امر کی بڑی کوشش کی۔ کہ خاندان حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے افراد کی دلدہی کر کے ان کے غم وغصہ کو زائل کر دے کیونکہ اسے اندیشہ تھا کہ جب یہ لوگ مدینہ پہنچ کر سارے واقعات سنائیں گے۔تو حجاز میں میرے خلاف آگ لگ جائیگی جس کا بجھانا میرے بس سے باہر ہوگا یہی وجہ ہے۔ کہ وہ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اکثر کھانے پر بلاتا اور انہیں اپنے ساتھ ہی کھانا کھلاتا۔ اس کے محل کی مستورات۔ بھی خاندان حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مستورات کے ساتھ بڑی خاطر ومدارات کا سلوک کرتیں رخصت ہوتے وقت اس نے مالی نقصان کی تلافی کی بھی پیش کش کی

Marfat.com

جسے ان غیور خواتین نے پائے حقارت سے ٹھکرا دیا۔

یزید نے اہل بیت اطہار کے بچ جانے والے افراد کو مدینہ طیبہ پہنچانے کی غرض سے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر کہا کہ ان کو ضروری سامان سفر اور چند اچھے لوگوں کے حفاظتی دستے کے ساتھ بحفاظت مدینہ طیبہ پہنچا دو انہوں نے اس خدمت کو قبول کیا اور پھر اپنی حفاظت میں قافلہ اہل بیت کو لے کر مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہوئے جب قافلہ چلنے لگا تو سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا محملوں پر سیاہ چادریں ڈال دو تا کہ دیکھنے والوں کو پتہ چل جائے کہ یہ سیدۃ النساء کی مظلوم اولاد ہے۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جہاں تک ہو سکا ان مصیبت زدہ مسافروں کی سہولت کا خیال رکھا اور انہیں کوئی تکلیف نہ ہونے دی جب قافلہ دمشق سے مدینہ طیبہ کے لیئے روانہ ہوا تو راستے میں اہل بیت اطہار نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ ہم چاہتے ہیں کہ ہمیں کربلا کی راہ سے لے کر جایا جائے تا کہ ہم دیکھ سکیں کہ ہمارے پیاروں کی لاشیں اسی طرح بے گور و کفن پڑی ہیں یا کسی نے انہیں دفن کر دیا ہے انہوں نے اہل بیت اطہار کی خواہش کا احترام کیا اور کربلا کی طرف رُخ کر لیا جب کربلا پہنچے تو وہاں پر حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بنی ہاشم کے کچھ لوگ پہنچے ہوئے تھے ان کو دیکھ کر سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے روتے ہوئے رنج والم سے فرمایا۔

”اے بنی ہاشم! تمہارا چاند غروب ہو گیا اے میرے نانا کے صحابی! جس کو آپ نے اپنے آقا علیہ الصلوٰۃ السلام کے دوش مبارک پر سوار کیا تھا اس کا جسم اطہر گھوڑوں کے سموں سے پامال کر دیا گیا۔“

بیبیوں نے کربلا کا میدان دیکھا تو سارا منظر ان کی نظروں میں گھوم گیا یہ وہی میدان تھا جہاں ان کو پانی کے چند قطروں کے لیئے ترسایا گیا تھا جہاں چمن زہرا کو اجاڑا گیا تھا جہاں گلشن رسالت کے لہلہاتے ہوئے پھولوں کو تیروں سے چھلنی کر دیا گیا تھا جہاں راکب دوش رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو زخموں سے چور چور کر کے گھوڑے سے گرا کر خاک و خون میں تڑپایا گیا تھا امام عالی مقام کے جسم اطہر کو گھوڑوں کے سموں سے پامال کیا گیا تھا سب کی روتے ہوئے ہچکیاں

Marfat.com

بندھ گئیں۔ سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرمارہی تھیں یہاں ہمارے خیمے تھے یہاں ہمارے جانور باندھے گئے تھے یہاں ہمارے اونٹوں کے کجاوے رکھے گئے تھے پھر آپ نے بھرائی ہوئی آواز میں فرمایا یہاں بھائی عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی نعش مبارک پڑی تھی یہاں علی اکبر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) خاک وخون میں لپٹے پڑے تھے یہاں ننھے علی اصغر اور میرے عون ومحمد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے بے سر جسم پڑے تھے پھر اپنے پیارے بھائی امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام لیا تو بے اختیار ہچکیاں لے کر رو پڑیں (تنقیح الشہادتین۔ نور العین فی مشہد الحسین)

حضرت نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حُسن سلوک:

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہایت تعظیم اور ادب کے ساتھ قافلہ اہل بیت کو لے کر چل رہے تھے اور ان کی حفاظت کا ہر طرح سے خیال رکھ رہے تھے وہ راستے میں اپنے مسلح دستے کے ہمراہ قافلے کے ساتھ اس طرح چلتے تھے۔ کہ اہل بیت اطہار کا قافلہ ان کی نظروں کے سامنے رہتا اگر کسی مقام پر اہل قافلہ رکنا چاہتے تو یہ حفاظتی دستے سمیت ایک طرف ہو جاتے اور خود کافی فاصلے پر ٹھہرتے تا کہ خواتین آسانی سے نقل وحرکت کر سکیں اور ان پر کسی سپاہی کی نگاہ نہ پڑے اور وہ سہولت کے ساتھ وضو اور قضائے حاجت کے لیئے جا سکیں کبھی کبھار راستے میں چلتے ہوئے خود آگے ہو کر اہل قافلہ سے ان کی ضروریات کے بارے میں پوچھتے کہ کسی چیز کی ضرورت ہو تو مہیا کی جا سکے غرضیکہ اس طرح وہ اہل قافلہ کے ساتھ حسن سلوک کرتے ہوئے مدینہ منورہ پہنچ گئے اور قافلہ والوں کو راستے میں ہر ممکن کوشش کی کہ ان کو کسی طرح کی تکلیف نہ ہو۔

جب قافلہ مدینہ طیبہ پہنچا تو حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حسن سلوک کو دیکھتے ہوئے سیدہ فاطمہ بنت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی بہن سیدہ زینب بنت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا کہ دوران سفر نعمان بن بشیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے ہمیں کوئی تکلیف نہیں ہونے دی اور ہمیں سہولت کے ساتھ مدینہ طیبہ پہنچایا ہے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بہت ہی شریف الطبع اور نیک طینت انسان ہیں اس لیے انہیں بطور انعام انہیں کچھ دیا جائے چنانچہ انہوں نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے حسن سلوک کے صلہ میں اپنی چوڑیاں اتار کر بھیجیں اور فرمایا کہ اس وقت ہمارے پاس اور کچھ نہیں کہ آپ کی خدمت کا معاوضہ دیں حضرت نعمان رضی

Marfat.com

اللہ تعالیٰ عنہ نے زیور واپس لوٹاتے ہوئے کہا اللہ کی قسم! میں نے جو کچھ کیا صرف اللہ اور اس کے رسول کے لیے کیا ہے اگر مجھے دنیا کمانے کی لالچ ہوتی تو میں آپ کے اس زیور سے بلکہ اس سے بھی کم پر خوش ہو جاتا یہ کہتے ہوئے حضرت نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔

(تاریخ طبری حصہ چہارم۔ تاریخ اسلام)

قافلہ مدینہ طیبہ پہنچ گیا:

قافلہ اہل بیت اطہار کے مدینہ طیبہ پہنچنے سے قبل ہی کربلا کے میدان میں ہونے والے ظلم و ستم کی اطلاعات مدینہ طیبہ میں پہنچ چکی تھیں چنانچہ جب یہ مصیبت زدہ افراد شہر میں داخل ہوئے تو ہزاروں کی تعداد میں مردوں اور خواتین نے روتے ہوئے ان مسافروں کی پیشوائی کی اس وقت مدینہ طیبہ میں کوئی دل ایسا نہ تھا جو سوگوار نہ تھا اور غم سے اشکبار نہ تھا ایک روایت میں آتا ہے کہ یہ قافلہ مدینہ طیبہ کے جس راستے سے گزرا وہاں کا کوئی مکان ایسا نہیں تھا جو اپنے مکینوں سے خالی نہ ہو گیا ہو ہر طرف ایک قیامت برپا تھی سبھی کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

حضرت عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھرانے کی بچیاں کہہ رہی تھیں قیامت کے دن وہ اُمت کیا جواب دے گی جب ان سے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پوچھیں گے کہ تم نے ہمارے بعد ہماری اولاد کے ساتھ یہی سلوک کیا کہ ان میں سے بعض خاک وخوں میں لپٹے ہوئے ہیں تلواروں تیروں اور نیزوں سے ان کے جسم گھائل ہیں ان کی لاشیں بے آب و گیاہ وادی میں پڑی رہ گئیں ان میں سے بعض کو قیدی بنا لیا گیا اور ان کے ہاتھ رسیوں سے جکڑ دیے گئے۔

مدینہ طیبہ پہنچتے ہی حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ بابا جان نے وصیت فرمائی تھی کہ جب کبھی مدینہ منورہ پہنچو تو سب سے پہلے نانا جان کے روضہ اطہر پر حاضری دینا چنانچہ یہ قافلہ روضہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر حاضر ہوا اور رو رو کر فریاد کی حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔

"نانا جان! اپنے پیارے نواسے حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا سلام قبول کیجئے آپ کے

Marfat.com

خاندان کے یتیم آئے ہیں اپنی یتیمی اور بے کسی کی فریاد لے کر حاضر ہوئے ہیں ان کے دل ٹوٹے ہوئے اور دکھی ہیں ان کی آنکھیں خون کے آنسو رو رہی ہیں۔ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! جسے آپ اپنے دوش مبارک پر بٹھاتے تھے جسے پھولوں کی طرح سونگھتے تھے جس کو بوسے دیتے تھے جس کی گردن پر آپ بوسے دیتے تھے ہم نے اُس پر اپنی آنکھوں سے خنجر چلتے ہوئے دیکھا ہے جن ہونٹوں سے آپ اپنے ہونٹ مبارک ملتے تھے ان پر ہم نے یزید کو بید لگاتے ہوئے دیکھا ہے قسم ہے آپ کی عزت وعظمت کی جس کے سینے کو آپ اپنے سینہ اطہر سے لگاتے تھے اس پر ہم نے شمر کو بے ادبی کے ساتھ سوار دیکھا ہے۔"

یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! ظالموں نے آپ کی اولاد کو بے بسی کی حالت میں بھوکا پیاسا شہید کیا ہمارا مال اسباب سب لوٹ لیا مجھے بھی قتل کرنے کی کوشش کی تاکہ آپ کی نسل منقطع ہو جائے مجھے رسیوں سے جکڑ کر قیدی بنایا گیا شہداء کے سروں کو نیزوں پر چڑھا کر بازاروں میں پھرایا گیا ہمیں ابن مرجانہ اور یزید کے سامنے مجرموں کی طرح کھڑا کیا گیا آپ کی آل کی توہین اور تذلیل کی گئی ہم بے یار و مددگار شکستہ دلوں کے ساتھ سب کچھ لٹا کر آئے ہیں۔

نانا جان! میری آنکھوں کے سامنے کئی روز کے بھوکے اور پیاسے آپ کے اہل بیت اور ان کے جانثاروں نے اپنی جانیں قربان کیں میرے سامنے ان کے سر جدا کیے گئے میں نے ان کی لاشوں کو گھوڑوں کے سموں تلے پامال ہوتے ہوئے بھی دیکھا ہے یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! ہم گردش تقدیر کے ستائے ہوئے آپ کے پاس حاضر ہوئے ہیں کہ آپ بھی روز محشر ہماری بے کسی یتیمی اور بے حرمتی کے گواہ رہیں۔

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فریاد غم سن کر سب لوگ دھاڑیں مار مار کر رونے لگے۔ (تاریخ طبری، نور العین، روضۃ الشہداء، تنقیح الشہادتین)

سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بھی روتے ہوئے کہا۔

"اے میرے نانا جان! میں آپ کے نواسے اور اپنے بھائی حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی شہادت کی خبر لائی ہوں آپ کی اولاد کو رسیوں میں باندھ کر بے پردہ کوفہ اور دمشق کی گلیوں میں پھرایا گیا۔"

Marfat.com

اس کے بعد یہ لوگ خاتون جنت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی قبر مبارک پر جنت البقیع میں حاضر ہوئے اور وہاں بھی حال غم سنایا پھر یہ لوگ اپنے گھروں کو واپس آئے عبدالملک بن ابی الحارث کا کہنا ہے کہ اللہ کی قسم! میں نے اتنا رونا (یعنی آنکھوں سے آنسو بہانا) نہیں سنا جیسا اس روز بنی ہاشم کی خواتین اپنے گھروں میں حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) پر روئیں۔
(تاریخ طبری جلد ششم ص 268)

حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب ان کے دونوں صاحبزادوں کے شہید ہونے کی اطلاع دی گئی تو ان کے بعض غلام اور احباب تعزیت کی غرض سے آئے ان کے ایک آزاد کردہ غلام ابوالسلاس نے ان سے ہمدردی کرتے ہوئے کہا ہم پر یہ مصیبت حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی وجہ سے آئی ہے۔ یہ سنتے ہی حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو کھینچ کر ایک جوتا مارا اور کہا او بدذات کے بچے تو حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے بارے میں ایسی بات کہتا ہے اللہ کی قسم! اگر میں بھی وہاں پر ہوتا تو میں بھی ان پر اپنی جان نثار کر دیتا میں اپنے دونوں بیٹوں کی شہادت کو مصیبت نہیں سمجھتا انہوں نے تو میرے بھائی میرے ابن عم کا ساتھ دیتے ہوئے صبر و رضا کے ساتھ اپنی جانیں فدا کی ہیں اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے شہادت حسین اور غم حسین میں ہمیں بھی شامل کیا اگر مجھ سے ان کی مدد (ان کے ساتھ جا کر) نہ ہو سکی تو میرے بچوں نے تو وفاداری و جانثاری کا حق ادا کر دیا۔
(تاریخ طبری، تاریخ الکامل ابن اثیر جلد چہارم ص 37)

حضرت رباب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفا شعاری:

حضرت رباب بنت امراء القیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی اپنے خاوند حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ کربلا کے میدان میں موجود تھیں اور ان کے سامنے تمام شہادتیں ہوئی تھیں اہل بیت اطہار کے غمزدہ قافلے میں شامل تھیں مدینہ طیبہ پہنچ کر یہ بھی اپنے غم پر قابو نہ پا سکیں اپنی بیٹی سیدہ سکینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ اکثر واقعہ کربلا یاد کر کے روتیں ایک مرتبہ روتے ہوئے یہ مرثیہ پڑھا۔

Marfat.com

واحسينا فلا نسيت حسينا

اقصدته اسنة الاعداء

غادروه بكربلاء صريعا

لاسقى الله جانبى كربلاء

"ہائے حسین! میں حسین کو کبھی نہیں بھول سکتی جس کا دشمن کے نیزوں نے قصد کیا وہ اسے کربلا میں گرا کر چھوڑ گئے اللہ تعالیٰ کربلا کی دونوں اطراف کو سیراب کرے۔"

ایک اور موقع پر حضرت رباب رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے خاوند حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یاد کرتے ہوئے فرماتی ہیں۔

ان الذى كان نورا يستضآء به

بكربلاء قتيل غير مدفون

سبط النبى جزاك الله صالحة

عنا وجنبت خسران الموازين

قد كنت لى جبلاً صبعاً الوذبه

وكنت تصحبنا بالرحم والدين

من لليتامىٰ و من للسائلين ومن

يعنى ويأوى اليه كل مسكين

"بے شک وہ شخص جو ایک ایسا نور تھا جس سے روشنی حاصل کی جاتی تھی وہ میدان کربلا میں بغیر دفن کیئے پڑا ہوا ہے۔"

اے نبی کے نواسے! اللہ تعالیٰ تجھے ہماری طرف سے اچھا بدلہ عطا فرمائے۔ اور روز محشر نیکیوں کے میزان کے گھاٹے سے بچا کر رکھے۔

Marfat.com

تو میرے لیے ایک دشوار گزار پہاڑ تھا جس میں میں پناہ حاصل کرتی تھی اور تو نے رحمدلی اور دینداری کی بنیاد پر ہمارا ساتھ دیا۔

کون ہے جو یتیموں کا سہارا اور سوالیوں کا مددگار ہے اور کون ہے جس کے پاس تمام مسکین آ کر پناہ لیں۔

حضرت رباب بنت امراء القیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جب مدینہ طیبہ میں قیام کیئے چند ماہ گزر گئے اور عدت ختم ہو گئی تو معززین قریش کی طرف سے نکاح کے پیغامات آنا شروع ہو گئے مگر آپ کے دل میں حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت اور ان سے جدائی کا غم اس قدر غلبہ پا چکا تھا کہ اپنے طور پر عہد کر لیا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد کسی سے بھی شادی نہیں کریں گی امام عالی مقام سے اپنی محبت اور وفاداری کا اظہار کرتے ہوئے فرماتی ہیں۔

واللہ لا ابتغی صھرا بصھرکم

حتی اغیب بین الرمل والطین

''اللہ کی قسم! میں تیرے رشتے کے سوا کسی سے رشتہ نہیں چاہتی یہاں تک کہ مجھے ریت اور مٹی کے درمیان غائب کر دیا جائے۔''

جن لوگوں نے آپ سے نکاح کرنے کی خواہش کا اظہار کیا ان کو صاف جواب دیتے ہوئے فرمایا۔

''اللہ کی قسم! میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کسی کو اپنا سسر نہیں بناؤں گی۔''

حضرت رباب بنت امراء القیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے خاوند حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے تقریباً ایک سال بعد 62ھ میں وفات پا گئیں۔ (نساء من عصر التابعین)

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت:

جیسا کہ اس سے قبل بیان کیا جا چکا ہے کہ جب یزید نے تخت حکومت بیٹھ کر حاکم مدینہ ولید بن عقبہ کے نام خط میں لکھا کہ حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) عبداللہ بن عمر (رضی اللہ تعالیٰ

Marfat.com

عبداللہ بن زبیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے بیعت لینے میں سختی سے کام لو اور جب تک وہ بیعت نہ کرلیں تو انہیں ذرا بھی مہلت نہ دو چنانچہ ولید بن عقبہ نے جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلوا کر یزید کی بیعت کا مطالبہ کیا تو انہوں نے کہا کہ جب سارے لوگ بیعت کرلیں گے تو میں بھی کرلوں گا اس پر ولید کے مصاحبین میں سے ایک شخص نے کہا کہ آخر تم بیعت کیوں نہیں کرلیتے کیا تمہیں اس امر کا انتظار ہے کہ لوگوں کے درمیان نفاق پیدا ہو جائے۔ جدال وقتال ہو (وہ لوگ جن کی خلافت کی توقع ہے) مارے جائیں اور جب میدان صاف ہو جائے تو لوگ کہیں کہ اب تو عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوائے کوئی باقی ہی نہیں رہا چلو انہیں کے ہاتھ پر بیعت کرلیں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ نہ تو میں کشت وخون ریزی کا خواہشمند ہوں نہ لوگوں کے درمیان اختلاف کا طالب ہوں اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ لوگ جن کے متعلق خلیفہ ہونے کی امید ہے ہلاک ہو جائیں میں تو صرف یہ کہتا ہوں کہ جب سارے لوگ بیعت کرلیں گے اور میں دیکھوں گا کہ اب میرے سوائے کوئی باقی نہیں رہا تو میں بھی بیعت کرلوں گا حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ جواب سن کر سب خاموش ہو گئے اور پھر کسی نے ان سے کوئی تعرض نہ کیا لیکن ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا معاملہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مختلف تھا۔ ایک تو اس لئے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یزید کو ان سے ہوشیار رہنے کی ہدایت کردی تھی دوسرے وہ بہت بہادر عقلمند اور باا ثر آدمی تھے۔ ان کا بغیر بیعت کئے مدینہ سے نکل جانا یزید کو نہایت شاق گذرا اور اس نے انہیں اپنے لئے بہت بڑا خطرہ تصور کیا باوجودیکہ حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی طرف سے کسی ہنگامے کی ابتدا نہیں کی بلکہ نہایت خاموشی سے حرم شریف میں بیٹھ گئے جہاں عبادت الٰہی کے سوائے انہیں اور کوئی کام نہ تھا لیکن یزید کو ان کا خاموش بیٹھنا بھی گوارا نہ ہوا اور اس نے ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پے درپے کئی قاصد بھجوا کر بیعت کا مطالبہ کیا مگر انہوں نے ہر بار یہی جواب دیا کہ مجھے ان امور سے کوئی سروکار نہیں میں نہ تمہاری بیعت کروں گا اور نہ کسی ہنگامے کی ابتدا کروں گا یزید کو اس جواب سے اطمینان نہ ہوا اور اس نے عمرو بن سعید اشدق کو جسے ولید کو معزول کر کے مدینہ کا گورنر مقرر کیا گیا تھا لکھا کہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جبراً بیعت لو ایک روایت میں ہے کہ یزید نے قسم

Marfat.com

کھائی کہ میں ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس وقت تک کوئی بات نہ سنوں گا۔ جب تک وہ پابہ زنجیر میرے سامنے نہ لایا جائے چنانچہ یزید کے گورنر عمرو بن سعید نے مکہ کے پولیس افسر کو لکھا۔ کہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اوران کے حمائیتیوں پر سختی کرو۔

حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکہ آتے ہی لوگوں کا ایک گروہ جسے یزید کی بیعت ناپسند تھی ان کے پاس جمع ہو گیا یہ گروہ ان سے برابر کہتا رہتا تھا کہ آپ یزید کے مقابلے کے لئے اٹھ کھڑے ہوں۔ مگر ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان لوگوں کو بھی یہی جواب دیا۔ کہ میں اپنی طرف سے فتنہ وفساد کی ابتدا نہ کروں گا لیکن جب مکہ کے پولیس افسر نے حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عقیدت مندوں پر سختی شروع کی تو حالات خراب ہونے لگے منذر بن زبیر محمد بن منذر۔ عبدالرحمن بن اسود بن عبدیغوث، عثمان بن عبداللہ بن حکیم، خبیب بن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور محمد بن عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ وہ لوگ تھے جنہیں مکہ کے پولیس افسر نے گرفتار کر کے درے لگوائے اور انہیں ذلیل کیا ان کا جرم صرف اتنا تھا کہ یہ لوگ یزید کی امارت کو پسند نہ کرتے تھے اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راہ ورسم رکھتے تھے جب گورنر مدینہ نے دیکھا کہ پولیس کی سختیوں سے بھی معاملات درست نہ ہو سکے اور ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یزید کی بیعت نہیں کی تو اس نے انیس بن عمرو اسلمی کو ایک لشکر دے کر مکہ روانہ کیا اب حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تلوار اٹھانے کے سوائے اور کوئی چارہ نہ تھا چنانچہ انہوں نے بھی اپنے مددگاروں کو اکٹھا کیا اور دیکھتے ہی دیکھتے ایک بڑی جماعت ان کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو گئی حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عبداللہ بن صفوان جمحی کو اس جماعت کا امیر مقرر کر کے یزیدی فوج کے مقابلے کے لئے روانہ کر دیا ذی طویٰ کے مقام پر دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا ایک خوں ریز جنگ کے بعد یزیدی لشکر شکست کھا کر بھاگا اور ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فوج کے ہاتھوں اس کے بے شمار آدمی ہلاک وزخمی ہوئے۔ اس واقعہ نے نہ صرف مکہ پر بلکہ سارے حجاز پر ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خوف واثر قائم کر دیا مگر چونکہ اسی دوران میں حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا معاملہ پیش آ گیا۔ اس لئے یزید حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف توجہ نہ کر سکا اور ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی خاموشی کے ساتھ حرم میں بیٹھے

Marfat.com

عبادت کرتے رہے حالانکہ اگر وہ چاہتے تو یزید اور اس کے عمال کو کافی پریشان کر سکتے تھے مگر واقعہ یہ ہے کہ انہوں نے حتیٰ الامکان خون ریزی سے دامن بچایا اور خود کسی جنگ کا آغاز نہیں کیا۔ (تاریخ طبری۔ تاریخ اسلام)

جب حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ملی تو انہوں نے اہل مکہ کے سامنے کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرنے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجنے کے بعد فرمایا۔

"اہل عراق میں قلیل تعداد کو مستثنیٰ کر کے اکثر غدار اور بدکار ہیں اور کوفہ والے تو عراق والوں کے بدترین لوگ ہیں انہوں نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس لیئے بلایا تھا کہ ان کی مدد کریں گے اور ان کو اپنا والی بنائیں گے پھر جب وہ ان کے پاس پہنچ گئے تو ان کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے اور ان سے مطالبہ کرنے لگے کہ یا تو آپ اپنا ہاتھ ہمارے ہاتھ میں پکڑا دیں تا کہ ہم آپ کو گرفتار کر کے بخیریت ابن زیاد کے پاس پہنچا دیں اور وہ اپنا حکم آپ پر چلائے ورنہ آپ جنگ کے لیے تیار رہیں سو واللہ! حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے یہ دیکھتے ہوئے کہ ان کی کثیر تعداد کے مقابلہ میں آپ کی اور آپ کے ساتھیوں کی تعداد قلیل ہے آپ نے عزت کی موت کو ذلت کی زندگی پر ترجیح دی اللہ تعالیٰ حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) پر رحمت نازل فرمائے اور ان کے قاتل کو رسوا کرے۔"

ان لوگوں نے جس طرح سے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے شخص کی مخالفت اور نافرمانی کی وہ ان کے طرز عمل سے نصیحت پکڑنے اور ان سے روکنے کے لیے کافی تھا لیکن جو تقدیر میں ہوتا ہے پورا ہو کر رہتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ کسی معاملے کا ارادہ فرما لیتا ہے تو اس کو ہرگز ٹالا نہیں جا سکتا سو کیا اب حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے بعد بھی اس حکمران قوم پر اطمینان کریں۔ ان کے قول کی تصدیق کریں۔ اور ان کے عہد کو قبول کریں نہیں، نہیں ہم ان کو اس کا اہل نہیں سمجھتے اللہ کی قسم! انہوں نے اُس حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کیا۔ جو رات کو دیر تک نمازوں میں کھڑے رہتے اور دن میں کثرت سے روزے رکھتے تھے اور جو اقتدار ان کو ملا ہے وہ اس کے ان سے زیادہ حقدار اور دین اور فضل کے اعتبار سے زیادہ مستحق تھے اللہ کی قسم! وہ تلاوت قرآن کی

Marfat.com

بجائے گانے بجانے اور خوف الٰہی سے رونے کی بجائے نغمہ وسرود کا شغل نہیں رکھتے تھے۔ نہ روزوں کی بجائے شراب نوشی میں مصروف رہتے تھے نہ ذکر الٰہی کی مجالس کو چھوڑ کر شکار کی جستجو میں گھوڑے کو ایڑ لگایا کرتے تھے۔ (یہ سب باتیں یزید پر طنز تھیں۔) سو یہ لوگ عنقریب آخرت میں خرابی دیکھیں گے۔ (تاریخ طبری جلد پنجم ص 274-275)

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے واقعہ سے لوگوں میں غم وغصہ پھیل چکا تھا حجاز کے لوگ غم وغصہ سے بے قابو ہو گئے اس واقعہ نے سارے حجاز کو یزید سے متنفر کر دیا اور لوگوں نے فیصلہ کر لیا کہ جب تک خون حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقام نہ لے لیں گے چین سے نہ بیٹھیں گے چنانچہ اہل مدینہ کا ایک وفد حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے درخواست کی کہ آپ ہماری بیعت لے لیجئے۔ مگر اہل بیت کے قتل عام کی وجہ سے حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر سے ایک قیامت گزر چکی تھی وہ سخت دل برداشتہ تھے دل دنیا سے سرد ہو چکا تھا اور ہر طرف سے قطع تعلق کر کے گوشہ نشینی اختیار کر لی تھی۔ اس لئے انہوں نے بیعت قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ ادھر سے مایوس ہو کر ایک وفد حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں مکہ بھیجا گیا اور ان سے درخواست کی گئی کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد آپ سے زیادہ افضل اور خلافت کا مستحق اور کوئی نہیں آپ ہماری بیعت لے لیجئے تا کہ آپ کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو کر ہم خون حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقام لے لیں مکہ کے لوگ پہلے ہی حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عقیدت مند تھے مکہ اور مدینہ کے علاوہ دیگر دیار وامصار سے بھی ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیعت لینے کی درخواست کی گئی۔

ان حالات میں کہ ایک طرف حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کر کے یزید اپنے ظلم وستم کے محضر نامے پر مہر تصدیق ثبت کر چکا تھا اور خود کو نا اہل خلافت ثابت کر چکا تھا دوسرے عوام وخواص سب ان سے بیعت لینے کی درخواست کر رہے تھے۔ تیسرے یزید ان سے اپنی بیعت کا مطالبہ کر رہا تھا ورنہ بصورت دیگر قتل کی دھمکیاں دے رہا تھا۔ اس لئے حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی خلافت کی بیعت لینے کا فیصلہ کر لیا چنانچہ مکہ مدینہ اور عرب کے متعدد

Marfat.com

شہروں کے لوگوں نے ان کی بیعت کر لی اس بیعت میں مدینہ اور مکہ کے اکابر بھی شامل تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انکار:

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی اپنی بیعت خلافت کی دعوت دی مگر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مصلحت کے تحت بیعت کرنے سے انکار کر دیا ان کے انکار کے بارے میں جب یزید کو پتہ چلا تو اس نے خیال کیا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس لیئے حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت سے انکار کیا ہے کہ وہ میری بیعت میں داخل ہیں اس لیئے وہ خوش ہوا اور اس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک خط تحریر کیا جو یہ ہے۔

"امابعد! مجھے پتہ چلا ہے کہ ابن زبیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے آپ کو اپنی بیعت کے لیے کہا تھا اور آپ ہماری وفاداری میں ہماری بیعت پر مستقیم ہیں اللہ تعالیٰ آپ جیسے رشتہ دار کو بہتر سے بہتر جزائے خیر عطا فرمائے جو وہ ان حضرات کو عطا کرتا ہے جو صلہ رحمی کرتے ہیں اور اپنے عہد پر قائم رہتے ہیں سواب میں کچھ بھی بھولوں مگر آپ کے اس احسان کو نہیں بھولوں گا اور نہ آپ کی خدمت میں فوراً ایسے صلے کی روانگی کو جو آپ کے شایان شان ہو اب آپ ذرا اتنا خیال اور رکھیں کہ جو بھی بیرونی شخص آپ کی خدمت میں آئے جس کو ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی جادو بیانی سے متاثر کر لیا ہو تو آپ ابن زبیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے حال سے اسے آگاہ فرمائیں کیونکہ اس حرم کعبہ کی حرمت کے حلال کرنے والے کی نسبت لوگ آپ کی بات زیادہ سنتے اور زیادہ مانتے ہیں۔" (تاریخ الکامل جلد چہارم ص 50)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یزید کو سرزنش:

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب یزید کا بھیجا ہوا خط پڑھا تو فوری طور پر اس کے نام ایک جوابی خط تحریر فرمایا جس میں یزید کو سرزنش کرتے ہوئے لکھا۔

"امابعد! مجھے تمہارا خط ملا میں نے جو ابن زبیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے بیعت نہیں کی تو واللہ اس بارے میں میں تم سے اچھے سلوک اور تمہاری تعریف وستائش کا خواستگار نہیں ہوں بلکہ میں نے جس نیت سے ایسا کیا ہے اس کا علم اللہ تعالیٰ کو خوب ہے اور تمہیں جو یہ زعم ہے کہ میرے

Marfat.com

حسن سلوک کو فراموش نہیں کرو گے تو اے انسان! اپنے اس حسن سلوک کو اپنے پاس اُٹھا رکھ کیونکہ میں اپنے حسن سلوک کو تم سے اُٹھا رکھوں گا اور تم نے جو مجھ سے یہ درخواست کی ہے کہ میں لوگوں کے دلوں میں تمہاری محبت پیدا کروں اور ان کو ابن زبیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے نفرت دلاؤں اور ان کو بے یارومددگار چھوڑنے پر آمادہ کروں سو ایسا بالکل نہیں ہو سکتا نہ ہمیں تمہاری خوشی منظور ہے۔ اور نہ تمہارا اعزاز اور یہ ہو بھی کس طرح سکتا ہے حالانکہ تم نے حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو اور ان جوانان عبدالمطلب کو قتل کیا جو ہدائیت کے چراغ اور ناموروں میں ستارے تھے تمہارے سواروں نے تمہارے حکم سے ان لوگوں کو ایک کھلے میدان میں اس حالت میں ڈال دیا تھا کہ ان کے بدن پر جو کچھ تھا وہ چھینا جا چکا تھا ان کو پیاس کی حالت میں قتل کیا گیا اور کفن کے بغیر بے سہارا پڑا رہنے دیا ان پر ہوائیں خاک ڈالتی رہیں اور بھوکے بجوان کی لاشوں پر باری باری آتے جاتے رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیئے ایسی قوم کو بھیجا جن کے ہاتھ ان کے خون سے رنگین نہیں تھے ان لوگوں نے آ کر ان کو کفن دیا اور دفن کیا حالانکہ اللہ کی قسم ان ہی کے طفیل تجھے یہ عزت ملی ہے اور تجھے اس جگہ بیٹھنا نصیب ہوا جس جگہ اب بیٹھا ہوا ہے اب میں خواہ سب چیزیں فراموش کر دوں لیکن اس بات کو فراموش نہیں کر سکتا کہ تُو نے ہی حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو مجبور کر کے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حرم سے حرم الٰہی میں پہنچایا اور پھر تُو اپنے سواروں کو برابر ان کے پاس بھیجتا رہا اور مسلسل لگا رہا حتیٰ کہ ان کو عراق کی طرف روانہ کر کے چھوڑا چنانچہ وہ حرم مکہ سے اس حالت میں نکلے کہ ان کو دھڑکا لگا ہوا تھا اور پھر تیرے سواروں نے ان کو جا لیا۔ یہ سب کچھ تُو نے اللہ تعالیٰ، رسول اللہ اور ان اہل بیت کی عداوت میں کیا کہ جن سے اللہ تعالیٰ نے نجاست دور کر کے ان کو خوب پاک وصاف کر دیا تھا حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے تمہارے سامنے صلح کی بھی پیشکش کی تھی اور واپس لوٹ جانے کی بھی درخواست کی لیکن تم نے یہ دیکھ کر کہ وہ اس وقت بے یارومددگار ہیں اور ان کے خاندان کا استحصال کیا جا سکتا ہے موقع کو غنیمت جانا اور تم ان کے خلاف باہم تعاون کر کے ان پر اس طرح ٹوٹ پڑے کہ گویا تم مشرکوں یا کافروں کے خاندان کو قتل کر رہے ہو پس میرے نزدیک اس سے زیادہ تعجب کی اور کیا بات ہو گی کہ تو میری دوستی کا خواہاں ہے حالانکہ تو میرے دادا کے خاندان کو قتل کر چکا ہے اور تیری تلوار سے

Marfat.com

میرا خون ٹپک رہا ہے اب تو میرے انتقام کا ہدف ہے اور اس خیال میں نہ رہنا کہ آج تُو نے ہم پر فتح پالی ہے ہم بھی کسی نہ کسی دن تجھ پر فتح پا کر رہیں گے۔ والسلام۔"

(تاریخ الکامل ابن اثیر جلد چہارم ص 50-51)

مدینہ طیبہ میں قتل و غارتگری:

یزید کو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے معاملے سے فراغت ہو گئی تو اس نے حجاز کی طرف رجوع کیا ادھر مدینہ طیبہ میں اس کے خلاف جو شورش برپا تھی اس کی خبریں بھی اسے مل رہی تھیں چنانچہ اس نے مسلم بن عقبہ کو جو بڑا نامور سیاستدان اور قابل جرنیل تھا ایک لشکر جرار دے کر اہل مدینہ سے نمٹنے کے لئے بھیجا اور ہدایت کر دی کہ اگر تم وفات پا جاؤ تو حصین بن نمیر فوج کا سپہ سالار ہو گا اس کے ساتھ ہی اس نے عبیداللہ بن زیاد کو ایک فرمان بھیجا کہ تمہارے پاس جس قدر فوج ہو وہ لے کر مکہ روانہ ہو جاؤ اور ابن زبیر کو مغلوب کر لو مگر ابن زیاد نے خلاف توقع اس خدمت سے معذوری ظاہر کی اور کہا کہ فرزند رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قتل کے بعد اب میں مکہ معظمہ کی بے حرمتی کا ارتکاب جرم نہیں کروں گا۔

ادھر یزید کا لشکر مدینہ کی طرف روانہ ہوا اور ادھر اہل مدینہ نے عبداللہ بن حنظلہ اور عبداللہ بن مطیع العدوی کی قیادت میں جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں۔ انہوں نے بنوامیہ پر عرصہ حیات تنگ کر دیا۔ اور ایک سخت حملے کے بعد انہیں مروان کے مکان میں محصور ہونے پر مجبور کر دیا۔ اس دوران میں یزید کا لشکر مدینہ پہنچ گیا۔ اہل مدینہ بھی حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے فضیل بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی۔ قیادت میں مسلح ہو کر مقابلے کے لئے نکلے ان لوگوں میں سینکڑوں انصار مہاجرین صحابہ صحابہ کی۔ اولاد اور حفاظ قرآن شامل تھے۔ بڑی خوں ریز جنگ ہوئی۔ اور اہل مدینہ، نے کمال جرات و استقامت کا مظاہرہ کیا۔ مگر آخر کار انہیں شکست ہوئی۔

اور یزیدی فوج نے مدینہ میں داخل ہو کر یزید کے حکم سے تین روز تک سخت خوں ریزی کی کسی کی عزت و ناموس اور جان و مال محفوظ نہ رہا بعض بڑے اکابر کام آئے اور مدینۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گلی کوچے انسانی خون سے لالہ زار ہو گئے اس جنگ میں گو اہل مدینہ کو شکست

Marfat.com

ہوئی مگر یزیدی فوج کو بھی سخت نقصان اٹھانا پڑا اور سب سے بڑی بات یہ کہ اس خوں ریزی اور مدینۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بے حرمتی کی وجہ سے لوگ یزید کے اور زیادہ دشمن ہو گئے۔

مدینہ طیبہ میں قتل و غارتگری کے حوالے سے امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ۔

''جب اہل مدینہ سے یزید کی جو مخالفت ظاہر ہوئی تھی ظاہر ہوئی تو یزید نے مسلم بن عقبہ کو ان کی طرف بھیجا جس نے آ کر تین دن تک مدینہ طیبہ کو حلال کر دیا (کہ فوج کے لیئے اہالیان مدینہ پر ہر قسم کے ظلم و ستم کی کھلی چھٹی تھی) پھر لوگوں کو یزید کی بیعت کے لیے اس شرط پر دعوت دی کہ وہ یزید کے زرخرید غلام ہیں اور اللہ کی اطاعت ہو یا معصیت دونوں صورتوں میں اس کا حکم بجا لانا ضروری ہے۔'' (طبرانی)

اسی حوالے سے امام طبری نقل فرماتے ہیں کہ۔

''مسلم بن عقبہ نے ایک جماعت کو زندہ گرفتار کر کے قتل کرا دیا جس میں حضرت معقل بن سنان۔ محمد بن ابی الجہم بن حذیفہ اور یزید بن عبداللہ بن زمعہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بھی شامل تھے اور باقی لوگوں سے اس شرط پر بیعت لی کہ وہ یزید کے غلام ہیں۔'' (طبری)

اسی طرح سعید بن عبدالعزیز بیان کرتے ہیں کہ جنگ حرہ میں تین دن تک مسجد نبوی میں نہ تو اذان ہوئی نہ اقامت البتہ حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد نبوی کو نہیں چھوڑا (وہ وہیں پر چھپے رہے) اور وہ بھی نماز کا وقت صرف اس ہلکی سی آواز سے پہچانتے تھے جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبر انور سے وہ سنا کرتے تھے۔ (سنن دارمی)

علامہ یاقوت حموی لکھتے ہیں کہ۔

''فتنہ حرہ میں لشکر شام کے ہاتھوں موالی میں سے ساڑھے تین ہزار انصار میں سے چودہ سو اور بعض سترہ سو بتاتے ہیں اور قریش میں سے تیرہ سو حضرات قتل کر دیے گئے۔ یزیدی لشکر نے مدینہ طیبہ میں داخل ہو کر لوگوں کے اموال لوٹے اور ان کی اولاد کو قیدی بنایا۔'' (معجم البلدان)

یزیدی لشکر نے مدینہ طیبہ کی حُرمت کا قطعی طور پر خیال نہ کیا اور مسلمانوں کا بیدردی سے قتل عام کیا حالانکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ۔

''جو ظالم اہالیان مدینہ کو خوفزدہ کرے گا اسے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن خوفزدہ کرے گا

Marfat.com

ایسے بد بخت پر اللہ تعالیٰ اس کے فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہو اور نہ ہی اس سے مال اور بدلہ قبول کیا جائے گا۔" (کنز العمال جلد 12)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ فتنہ پرداز سرداروں میں سے ایک سرکش سردار مدینہ منورہ آیا۔ اُس وقت حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑھاپے کے باعث بینائی سے محروم ہو چکے تھے ان سے کہا گیا کہ مصلحت کا تقاضہ یہ ہے کہ اس ظالم کے مقابلہ سے چند دنوں کے لیئے کنارہ کشی اختیار کر لیجئے تا کہ کسی مصیبت سے محفوظ رہیں چنانچہ آپ اپنے دونوں بیٹوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر شہر سے باہر تشریف لے جا رہے تھے کہ کمزوری اور بینائی نہ ہونے کی وجہ سے گر گئے اور زبان سے یہ الفاظ نکلے ہلاک ہو وہ شخص جس نے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ڈرایا۔ بیٹے نے عرض کیا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کیسے ڈرایا جا سکتا ہے جبکہ وہ تو اس دار فانی سے دار بقا کو تشریف لے جا چکے ہیں۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے خود یہ فرمان سُنا ہے۔ کہ جس شخص نے اہل مدینہ کو ڈرایا اس نے دراصل مجھے ڈرایا ہے۔

(مسند امام احمد)

اسی طرح حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"جو شخص مدینہ والوں کے ساتھ مکر و فریب کرے گا تو وہ ایسا گھل جائے گا جس طرح پانی میں نمک گھل جاتا ہے۔" (بخاری شریف جلد اول ص 252)

اسی حوالے سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد مسلم شریف میں اس طرح سے آیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"جو شخص مدینہ طیبہ والوں کے ساتھ کسی قسم کی برائی کا ارادہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ اسے آگ میں اس طرح پگھلا دے گا جس طرح آگ میں سیسہ پگھل جاتا ہے یا پانی میں نمک گھل جاتا ہے۔" (مسلم شریف جلد اول ص 441)

اس حدیث پاک کی شرح کرتے ہوئے قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ۔

Marfat.com

"جس طرح کہ ان لوگوں کی شان (وشوکت) ختم ہو کر رہ گئی جنہوں نے بنوامیہ کے دور حکومت میں اہل مدینہ سے جنگ کی تھی جیسے مسلم بن عقبہ کہ وہ اس جنگ سے پلٹتے ہی ہلاک ہو گیا اور پھر اس طرح اسی مہم پر اس کو بھیجنے والا یزید بن معاویہ بھی اس کے پیچھے پیچھے موت کے منہ میں چلا گیا۔" (شرح صحیح مسلم از امام نووی جلد اول ص 441)

بیت اللہ پر چڑھائی:

مدینہ منورہ میں قتل عام اور لوٹ مار کا بازار گرم کرنے کے بعد یزیدی لشکر مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوا مگر اثنائے راہ میں مسلم بن عقبہ کا انتقال ہو گیا اور حصین بن نمیر اس فوج کا سپہ سالار مقرر ہوا۔ یزیدی فوج کی آمد کی خبر سن کر حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنا لشکر لے کر شہر سے باہر نکلے اور ابن نمیر کے لشکر کے ساتھ سخت مقابلہ کیا لیکن ایک خوں ریز جنگ کے بعد انہیں شکست ہوئی مگر انہوں نے ہمت نہ ہاری اور شہر میں آ کر پھر مقابلہ شروع کر دیا یزیدیوں نے شہر کا محاصرہ کر لیا اور ایک بلند مقام پر منجنیقیں نصب کر کے شہر پر سنگ باری شروع کر دی اس حملے میں انہوں نے حرمت کعبہ کا بھی لحاظ نہ کیا اور اس پر بھی پتھر برسائے جس کے نتیجے میں کعبہ کی عمارت کو سخت نقصان پہنچا مقابلہ جاری تھا کہ یزید کا انتقال ہو گیا یزید کی موت نے حالات کا پانسہ ہی پلٹ دیا اور ابن نمیر نے حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پیغام بھیجا کہ ہم جس کے لئے جنگ کر رہے تھے جب وہ ہی نہ رہا تو اب جنگ جاری رکھنے سے کیا فائدہ آیئے ہم دونوں باہم صلح کر لیں اس کے بعد دونوں کی ملاقات ہوئی اور اس ملاقات میں ابن نمیر نے حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ پیش کش کی کہ یزید کے بعد خاندان بنوامیہ میں کوئی ایسا شخص نہیں ہے جس پر لوگوں کا اجماع ہو سکے اور جو اس وسیع و عریض سلطنت کو سنبھالنے کی اہلیت رکھتا ہو اس لئے آپ میرے ساتھ شام تشریف لے چلئے میں آپ کے لئے راستے کی ساری رکاوٹیں دور کر دوں گا مگر حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابن نمیر کی یہ پیش کش اس خیال سے رد کر دی کہ ان کا شام جانا سیاسی لحاظ سے درست نہ تھا مورخین نے اس واقعہ کو اس رنگ میں پیش کیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیاسی لغزش تھی حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے ان حالات میں کہ ہر طرف افراتفری تھی ابھی ان کی حکومت پوری طرح قائم نہ ہوئی تھی نہ انہیں سیاسی استحکام حاصل

Marfat.com

ہوا تھا ان کا شام جانا کسی طرح خطرات سے خالی نہ تھا وہ شام جہاں بنوامیہ کے قبیلے آباد تھے اور جس سرزمین پر گذشتہ نصف صدی سے انہیں اقتدار حاصل تھا پھر ان میں اور خصوصاً شام میں بڑے مفسد اور فتنہ پرداز لوگ موجود تھے ان کے درمیان حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جانا اور حجاز کو خالی چھوڑ جانا دانشمندی کے لحاظ سے بھی مناسب نہ تھا اس لئے انہوں نے وہی کیا جو حالات اور سیاست کا تقاضا تھا۔ ہاں البتہ ان سے ایک بڑی سیاسی غلطی ہوئی اور وہ یہ کہ مروان اس کے بیٹے عبدالملک اور بنوامیہ کے بعض اور اکابر کو انہوں نے حجاز سے نکال دیا بعد میں اسی مروان اور اس کے بیٹے عبدالملک سے ان کا مقابلہ ہوا اور انہیں کے ہاتھوں شکست کھا کر انہیں جام شہادت پینا پڑا۔ حالانکہ اگر وہ اس وقت ان لوگوں کو مکہ مکرمہ یا مدینہ طیبہ میں سے کسی شہر میں نظر بند کر دیتے تو یہ لوگ حجاز سے جا کر کسی قسم کا کوئی فتنہ نہ اٹھا سکتے اور ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت مضبوط و مستحکم ہو جاتی۔

......☆☆☆......

Marfat.com

امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتلوں کا عبرتناک انجام

یزید کی عبرتناک موت:

تاریخ کے اوراق کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ یزید کی موت حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے ساتھیوں کی شہادت کے چار سال بعد ہی نہایئت اذیت ناک طریقے سے ہوئی یزید کی عبرتناک موت کے بارے میں مختلف روایات ہیں بعض مورخین کا کہنا ہے کہ کثرت شراب نوشی کی وجہ سے یزید کے پھیپھڑے ناکارہ ہوگئے تھے جس کے باعث اسے سانس لینے میں بھی بہت دشواری ہوتی تھی اور وہ ہر وقت شدید تکلیف میں مبتلا رہتا تھا اسی دوران وہ اسہال کی بیماری میں مبتلا ہو گیا اور اسی بیماری کی حالت میں تڑپ تڑپ کر مر گیا۔

(طبری۔عقد الفرید)

یزید کی عبرتناک موت کے بارے میں ایک روایئت میں آتا ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد جب اہل بیت اطہار کے زندہ بچ جانے والے قافلے کو کوفہ کے بازاروں میں پھرایا گیا اور پھر ان کو دمشق یزید کے دربار میں لے جایا گیا اُس وقت اہل بیت کے ایک مظلوم نے یزید کو بھرے دربار میں مخاطب ہو کر کہا اے یزید! سن لے کہ جس سلطنت کی بنیاد کو تو نے حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے خون سے مضبوط کرنے کی کوشش کی ہے تیری اولاد بھی اس پر نہیں تھوکے گی اس بات کو سن کر سارے دربار میں سناٹا چھا گیا اور سننے والوں کے دلوں میں یہ بات بیٹھ گئی کہ خاندان اہل بیت رسالت کے مظلوم کی یہ آہ ضرور لگے گی۔

پھر وہی ہوا جلد ہی یزید پر ایک مہلک بیماری نے حملہ کر دیا اس کی آنتوں میں زخم ہو گئے پیٹ درد کی تکلیف سے وہ پانی سے نکالی ہوئی مچھلی کی طرح تڑپ تڑپ جاتا تھا بالآخر بستر مرگ پر لیٹ گیا۔وہ حمص میں تھا اسے اپنی موت بالکل سامنے نظر آنے لگی اس کے علاج کی تمام کوششیں ناکام ہو گئیں تو مایوس ہو کر اس نے اپنے بیٹے معاویہ کو اپنے پاس بلایا اور اس سے حکومتی امور کے

Marfat.com

متعلق کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ اُس کا بیٹا اس کے بولنے سے پہلے ہی چیخ اُٹھا اور نہایت ذلت و حقارت سے تخت نشینی کی پیشکش قبول کرنے سے انکار کردیا اور کہا جس تخت سلطنت پر آل رسول کے خون کے چھینٹے پڑے ہوئے ہیں اس کو میں کبھی بھی قبول نہیں کرسکتا اللہ تعالیٰ مجھے اس منحوس سلطنت کی وراثت سے محروم رکھے جس کی بنیادیں سبط رسول کے خون پر قائم کی گئی ہیں۔

یزید نے جب اپنے بیٹے کی بات سنی تو اس کی درد کی شدت میں مزید اضافہ ہوگیا اور وہ رنج وغم اور تکلیف کے باعث بستر پر اپنے پاؤں پٹخنے لگا چند دنوں بعد ہی اس کی حالت بہت بگڑ گئی اس کی آنتوں کے زخموں میں کیڑے پڑ گئے تکلیف کی شدت سے اس کا یہ حال تھا کہ وہ خنزیر کی طرح چیختا تھا اس کے حلق مین پانی کے چند قطرے ٹپکائے جاتے تو اسے یہ قطرے تیر کی طرح لگتے اور وہ تڑپ کر رہ جاتا اللہ تعالیٰ نے اسے اس دنیا میں ہی عبرت کا نشان بنادیا اسے پیاس لگتی تو پانی کے لیے تڑپتا اگر چند قطرے اسے پلائے جاتے تو پھر پہلے سے بھی زیادہ شدت سے تڑپتا اور چیختا آخر کار اسی طرح تڑپتے تڑپتے اس کی جان نکل گئی اس کی لاش سے اس قدر بدبو اُٹھتی تھی کہ اس کے قریب جانا دوبھر تھا چنانچہ اس کو اسی طرح قبر میں ڈال دیا گیا۔ (نقش کربلا ص 65)

یزید کی موت کے بارے میں ایک روائیت یہ بھی ہے کہ وہ ایک روز اپنے ساتھیوں کے ہمراہ سیر کے لیئے گیا شکار کی تلاش میں وہ کافی دور تک چلا گیا اسے ایک ہرن نظر آیا تو اس نے اپنا گھوڑا ہرن کے پیچھے لگا دیا ہرن کے پیچھے بھاگتے ہوئے وہ ایک جنگل میں جا پہنچا اور کافی دور جا نکلا اور اپنے ساتھیوں سے بچھڑ گیا اسی اثناء میں ہرن بھی اس کی نظروں سے اوجھل ہوگیا اسے شدید پیاس محسوس ہوئی لیکن دور دور تک پانی نہیں تھا پیاس نے اس پر ایسا غلبہ کیا کہ وہ بے حال ہوگیا پیاس کی شدت کے باعث تڑپتے تڑپتے اس کی جان نکل گئی۔ (نورالعین)

یزید کی موت ربیع الاول 64 ہجری کو ہوئی اس کی موت کے بعد لوگوں نے اس کے بڑے بیٹے معاویہ کو حکومت کا سربراہ بنایا معاویہ نیک دل اور صالح نوجوان تھا اپنے باپ یزید کا ظلم وستم اور دیگر غیر شرعی حرکات اس کے سامنے تھیں اور وہ ان چیزوں سے بہت بیزار اور بددل تھا یہ حکومت سنبھالنا نہیں چاہتا تھا یہی وجہ تھی کہ جب مسند اقتدار اس کے سپرد کی گئی تو اس نے لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا۔

Marfat.com

"لوگو! مجھ میں حکومت سنبھالنے کی قوت و اہلیت نہیں ہے اور مجھے تم میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا کوئی بھی نظر نہیں آتا۔ کہ جسے میں تم پر خلیفہ مقرر کر دوں۔ اور نہ ہی کوئی اہل شوریٰ دکھائی دیتے ہیں کہ معاملہ ان پر چھوڑ دیا جائے لہٰذا تم لوگ اپنے معاملات جس طرح بہتر سمجھتے ہو اپنے لیئے جسے چاہو منتخب کر لو۔"

یہ کہتے ہوئے اس نے حکومت چھوڑ دی اور اپنے گھر میں گوشہ نشین ہو گیا پھر اُسے بیماری نے آلیا وہ گھر میں ہی رہا تقریباً چالیس یوم کے بعد گھر سے اس کی میت ہی نکالی گئی۔

(تاریخ طبری حصہ چہارم ص 375۔ تاریخ الکامل جلد چہارم)

اس حوالے سے علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ تحریر کرتے ہیں کہ یزید کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا معاویہ مسند حکومت پر بیٹھا یہ ایک نیک شخص تھا اسے بیماری کی حالت میں حکومت کا سربراہ بنایا گیا تھا بیماری کی حالت میں ہی وہ فوت ہو گیا اُس نے نہ تو کسی طرف لشکر کشی کی اور نہ ہی کوئی حکومتی امور انجام دیے اور نہ ہی اس نے کسی دن امامت کا فریضہ انجام دیا اس کی حکومت چالیس روز تک رہی بعض مورخین کہتے ہیں کہ اس کی حکومت دو ماہ تک رہی جبکہ بعض کا کہنا ہے کہ تین ماہ رہی۔ بیس یا اکیس سال کی عمر میں اس کا انتقال ہوا اس کی حالت نزع میں لوگوں نے اس سے کہا کہ آپ اپنے بعد کسی کو خلیفہ نامزد کر دیں تو معاویہ بن یزید نے کہا کہ جب میں نے خلافت کا ذائقہ نہیں چکھا تو پھر اس کی تلخی میں کیوں چکھوں یعنی کسی کو نامزد کرنے کا وبال اپنے سر کیوں لوں۔ (تاریخ الخلفاء)

ایک روائیت میں آتا ہے کہ معاویہ بن یزید کو جب لوگوں نے تخت سلطنت پر بٹھایا چاہا تو اس نے کہا۔

"میرے باپ (یزید) نے حکومت سنبھالی تو وہ اس کا اہل نہ تھا۔ اس نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نواسے سے تنازعہ کھڑا کیا آخر اس کی عمر گھٹ گئی اور نسل ختم ہو گئی اور پھر وہ اپنی قبر میں اپنے گناہوں کی ذمہ داری لے کر دفن ہو گیا۔"

یہ کہہ کر وہ رو پڑا اور کہا جو بات ہم پر سب سے گراں ہے وہ یہی ہے کہ اس کا بُرا انجام اور بُری عاقبت ہمیں معلوم ہے اس نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قرابت داروں کو قتل کیا

Marfat.com

شراب کو حلال کیا اور بیت اللہ کو ویران کیا۔ (الصواعق محرقہ ص 134)

اہل عراق کی پشیمانی:

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا غم ان لوگوں کو بھی ہوا جنہوں نے خطوط پر خطوط لکھ کر اور وفود پر وفود بھیج کر انہیں عراق تشریف لانے کی دعوت دی تھی مگر ابن زیاد کے ظلم وستم اور اپنی کمزوری کی بنا پر وہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کوئی امداد نہ کر سکے تھے شہادت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد یہ لوگ سلیمان بن صرد کے مکان میں جمع ہوئے یہ وہی مکان ہے جس میں جمع ہو کر انہی لوگوں نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عراق تشریف لانے کی سب سے پہلے دعوت دی تھی جب یہ لوگ دوبارہ اس مکان میں اکٹھا ہوئے تو ان میں سے ہر شخص کے چہرہ سے ندامت اور غیظ وغضب کے آثار ہویدا تھے اس اجتماع میں ان لوگوں نے اپنی اس غلطی پر سخت شرمساری کا اظہار کیا اور عہد کیا کہ جب تک امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتلوں سے انتقام نہ لیں گے آرام کی نیند نہ سوئیں گے بعض لوگوں نے اس اجتماع میں بڑی ولولہ انگیز تقریریں کیں میتب بن نجبہ نے کہا کہ۔

"ہم نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عراق آنے کی دعوت دی اور ان کی امداد کا وعدہ کیا لیکن جب وہ تشریف لے آئے تو ہم نے ان کی امداد سے پہلو تہی کی دامے درمے قدمے سخنے غرض کسی طرح اپنا عہد ایفا نہ کیا جب خدا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم سے باز پرس کریں گے تو ہم اپنی صفائی میں کیا کہیں گے اب صرف یہی ممکن ہے کہ جن لوگوں نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کرنے میں حصہ لیا ہے ان میں سے ایک شخص کو بھی قتل کئے بغیر باقی نہ چھوڑیں ورنہ ہم سب اپنی جانیں دے دیں۔" (تاریخ طبری جلد ہفتم ص 47)

حاضرین نے میتب کی اس تقریر سے بہ کلی اتفاق کیا اور متفقہ طور پر سلیمان بن صرد کو اپنا قائد منتخب کر لیا اس کے بعد سلیمان نے ایک جوشیلی تقریر کی جس میں انہوں نے کہا کہ۔

"ہم لوگ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آمد کے لئے چشم براہ رہتے تھے لیکن جب وہ تشریف لے آئے تو ہم نے ان کے ساتھ غفلت برتی وہ ہمیں بلا رہے تھے اور ہم کوئی جواب نہ دیتے تھے آخر کو وہ ظالموں اور فاسقوں کے نیزوں اور تیروں سے ہمارے قرب میں شہید ہو گئے

Marfat.com

اور شہادت کے بعد ان کے کپڑے اتار لئے گئے اب خداوند تعالیٰ کا غضب جوش میں آیا ہی چاہتا ہے اس لئے عہد کر لو کہ جب تک انتقام نہیں لے لو گے اپنی بیویوں سے الگ رہو گے خدا کی قسم جب تک کہ قاتلان حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ٹھکانے نہیں لگا دو گے یا اپنی جانیں نہیں دیدو گے خداوند تعالیٰ تم سے ناراض رہے گا اپنی تلواروں پر دھار رکھ لو اپنے نیزے ٹھیک کر لو اور سامان جنگ کی پوری طرح تیاری کر لو تا کہ جب تمہیں پکارا جائے تو فی الفور میدان میں آ جاؤ۔''

(تاریخ طبری جلد ہفتم ص 48)

یہ اور اس قسم کی دوسری تقریروں نے حاضرین میں عجیب جوش پیدا کر دیا۔ اور وہ ایک نئے ولولے کے ساتھ اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے اس کے بعد بھی اکثر ان کے اجتماع ہوتے رہے اور خفیہ خفیہ انہوں نے تحریک انتقام جاری کر دی اس سلسلے میں کوفہ کے علاوہ بصرہ مدائن اور عراق کے باہر بھی انہوں نے اپنے داعی بھیجے اور اس مقصد کے لئے متعدد خطوط لکھے جن میں سے ایک خط کا اقتباس درج ذیل ہے۔

''ہم لوگوں نے ابن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دعوت دے کر بلایا لیکن جب وہ تشریف لے آئے تو ان کی کوئی مدد نہ کی جا سکی۔ انہوں نے واپس جانے کا ارادہ ظاہر کیا مگر انہیں نہ جانے دیا گیا انہیں امان دینے سے انکار کر دیا گیا انہوں نے کہا کہ مجھے میرے حال پر چھوڑ دو مگر ان کی بات نہ سنی گئی بلکہ ان پر یلغار کر کے شہید کر دیا گیا ان کا لباس تک اتار لیا گیا اور ان کے جسم کو ننگا ڈال دیا گیا۔ ان واقعات پر غور و خوض کرنے کے بعد ہماری جماعت شدت کے ساتھ محسوس کر رہی ہے کہ ہم لوگوں سے ان کی امداد سے دست کش رہنے میں بہت بڑا گناہ ہوا ہے اس کے کفارے کی ایک ہی صورت ہے اور وہ یہ کہ قاتلین حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہلاک کر ڈالیں ورنہ خود بھی موت کے منہ میں جا پڑیں ہم سب اس کے لئے تیار ہیں آپ لوگ بھی تیاری کر لیں اور یکم ربیع الثانی 65ھ کو نخیلہ کے مقام پر سب جمع ہو جائیں۔'' (تاریخ طبری جلد ہفتم ص 49)

ان خطوط کے جواب میں ہر جانب سے نہایت حوصلہ افزا خط موصول ہوئے اور ہزاروں افراد نے خون حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقام لینے کا عہد کیا۔

Marfat.com

شامی فوج سے جنگ:

5 ربیع الثانی 65ہجری کو سلیمان بن صرو کی قیادت میں سترہ ہزار افراد کا ایک لشکر شام کی حدود کی طرف روانہ ہوا۔ روانگی کے وقت عبداللہ بن سعد بن نفیل نے سلیمان سے کہا کہ قریباً تمام قاتلین حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو کوفہ میں موجود ہیں ان کو چھوڑ کر اور کہاں قاتلین حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلاش میں جا رہے ہو۔ سلیمان بن صرو نے کہا کہ یہ لوگ تو سپاہی تھے جن کو حکم دینے والا سردار ابن زیاد تھا لہٰذا اصل قاتل وہی ہے اور سب سے پہلے ہم کو اُسی کی گردن مارنی چاہیے اُس سے فارغ ہو کر باقی لوگوں کو دُرست کرنا بہت آسان کام ہے نخیلہ سے روانہ ہو کر یہ لوگ کربلا پہنچے وہاں مقتل حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مدفن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر جس میں حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لاش بے سر مدفون تھی خوب روئے دھوئے۔ اور ایک دن رات قیام کرنے کے بعد روانہ ہوئے۔ کوچ و مقام کرتے ہوئے عین الوردہ کے مقام، پر پہنچ کر خیمہ زن ہوئے۔ ان لوگوں کی خبر سُن کر عبیداللہ بن زیاد نے جو موصل میں بحیثیت گورنر موصل مقیم تھا۔

حصین بن نمیر کو بارہ ہزار فوج دے کر مقابلہ کے لیے روانہ کیا سلیمان بن صرد 21 جمادی الاول 65ھ کو عین الوردہ کے مقام پر پہنچا تھا۔ پانچ روز کے انتظار کے بعد 26 جمادی الاول کو حصین بن نمیر بھی عین الوردہ پہنچ گیا۔ اسی روز لڑائی شروع ہوئی شام تک کی لڑائی میں شامیوں کو سخت نقصان اٹھانا پڑا لیکن رات نے حائل ہو کر اُن کا پردہ رکھ لیا اگلے دن صبح کو آٹھ ہزار کا ایک کمکی لشکر شامیوں میں اور آملا جو ابن زیاد نے بھیجا تھا آج بھی نماز فجر کے وقت سے مغرب کے وقت تک خوب زور شور کی لڑائی جاری رہی اور کوئی فیصلہ نہ ہوا رات دونوں لشکروں نے اُمید و بیم میں بسر کی صبح ہوتے ہی ابن زیاد کا بھیجا ہوا دس ہزار کا ایک لشکر شامیوں کی مدد کے لیے آ گیا اور آج بھی صبح سے شام تک لڑائی جاری رہی۔ سلیمان بن صرد اور تمام بڑے بڑے سردار کوفیوں کے کام آئے۔ بہت ہی تھوڑے سے آدمی باقی رہ گئے تھے بقیۃ السیف سردار اپنے بچے ہوئے آدمیوں کو لے کر رات کی تاریکی میں وہاں سے چل دیے حصین بن نمیر نے اُن کا تعاقب نہیں کیا سلیمان بن صرد اور اُس کے ہمراہیوں کو توابین کے نام سے پکارتے تھے یعنی ان لوگوں نے امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ بے وفائی کر کے اُن کو قتل کرانے کا جرم کیا پھر اُس سے تائب ہو

Marfat.com

کر تلافی کے درپے ہوئے اسی لیے جنگ عین الوردہ کو جنگ توابین بھی کہتے ہیں یہ لوگ کسی سلطنت کی باقاعدہ فوج نہ تھے بلکہ بطور خود جمع ہو کر ابن زیاد کے قتل کرنے کو گئے تھے اور خود بہت سے قتل اور تھوڑے سے بچ کر واپس آئے تھے۔

ادھر مقام عین الوردہ میں ۔گروہ توابین مصروف جنگ تھا۔اُدھر بصرہ میں خوارج جنگ کی تیاریاں کررہے تھے۔حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے بصرہ کا گورنر عبداللہ بن حرث تھا۔بصرہ اور بصرہ سے باہر کے خوارج نے مقام دولاب علاقہ اہواز میں مجتمع ہو کر خروج کیا عبداللہ بن حرث نے مسلم بن عبیس بن کریز بن ربیعہ کو خوارج کی سرکوبی پر مامور کیا مسلم بن عبیس اپنا لشکر لے کر مقام دولاب میں پہنچا۔خوارج نے نافع بن ارزق کو اپنا سردار اور سپہ سالار بنایا ماہ جمادی الثانی 65ھ میں نافع بن ارزق اور مسلم بن عبیس کا مقابلہ دولاب میں ہوا مسلم ونافع دونوں سپہ سالار مارے گئے اہل بصرہ نے مسلم کی جگہ حجاج بن باب کو اور خوارج نے نافع کی جگہ عبداللہ بن ماحوذ تمیمی کو سردار بنایا۔بڑے زور کی لڑائی جاری تھی کہ اہل بصرہ کا امیر مارا گیا انھوں نے حارثہ بن زید کو امیر بنایا آخر خوارج کو فتح ہوئی اور حارثہ بن زید بقیۃ السیف لشکر بصرہ کو لیے ہوئے لڑتا بھڑتا اہواز کی طرف روانہ ہوا خوارج اس میدان میں چیرہ دست ہو کر بصرہ کی طرف چلے خوارج کی اس فتح اور لشکر بصرہ کی تباہ حالی کا حال اہل بصرہ کو معلوم ہوا تو اُن کو سخت ملال ہوا فوراً ایک تیز رفتار قاصد نے یہ خبر مکہ میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچائی۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مہلب بن ابی صفرہ کو امیر خراسان اور عبداللہ بن حرث کو بصرہ کی گورنری سے معزول کر کے حرث بن ربیعہ کو بصرہ کا گورنر مقرر فرمایا جب حرث بن ربیعہ نے بصرہ کی امارت کا کام سنبھالا اور مہلب بن ابی صفرہ نے خراسان کی طرف جانے کا عزم کیا تو خوارج کا لشکر اور بغاوت کا سیلاب بصرہ کے قریب پہنچ گیا تھا۔حرث بن ربیعہ نے احنف بن قیس کو خوارج کی روک تھام اور مقابلہ کے لیے فوج کا سپہ سالار بنانا چاہا احنف نے کہا کہ اس کام کے لیے مہلب بن ابی صفرہ سب سے بہتر شخص ہے مہلب نے کہا کہ میں خراسان کی حکومت پر مامور ہو کر جا رہا ہوں لیکن اس خدمت کی انجام دہی سے بھی مجھ کو انکار نہیں ہے بشرطیکہ

Marfat.com

بیت المال سے ضروریات جنگ کے لیے مجھ کو کافی روپیہ اور سامان دیا جائے اور جو علاقہ میں خوارج سے چھینوں وہ میری جاگیر قرار دیا جائے۔

حرث بن ربیعہ نے اس شرط کو منظور کر لیا اور مہلب اہل بصرہ سے بارہ ہزار انتخابی جنگ جو ہمراہ لے کر خوارج کے مقابلہ کو روانہ ہوا خوارج نے خوب جم کر اور جی توڑ کر مقابلہ کیا کئی مرتبہ خوارج نے اہل بصرہ کے منہ پھیر دیے۔ لیکن مہلب کی ذاتی بہادری و تجربہ کاری نے اہل بصرہ کو سنبھال لیا۔ خوارج کو بھی شکستیں ہوئیں مگر وہ پھر اپنے آپ کو سنبھال کر مقابلہ پر مستعد ہو گئے بالآخر کئی لڑائیوں کے بعد خوارج پسپا ہوئے اور کرمان و اصفہان کی طرف چلے گئے۔

(تاریخ اسلام)

مختار ثقفی کی انتقام کیلئے کوششیں:

خون حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقام کی سب سے زیادہ پُر زور اور موثر کوشش مختار بن ابی عبید ثقفی کے ہاتھوں انجام پائی یہ وہی شخص ہے جس کے مکان میں حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفہ پہنچ کر اترے تھے۔

شروع میں یہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھا اور جب ابن نمیر نے یزید کے حکم سے مکہ پر حملہ کیا تو اس نے حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے شامی فوج کا بڑا سخت مقابلہ کیا۔ جب یزید کے انتقال کی خبر آئی تو مختار حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گیا اور ان سے خون حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقام لینے کی باقاعدہ اجازت حاصل کی اس کے بعد یہ کوفہ کی طرف روانہ ہوا کوفہ پہنچ کر اس نے عمائدین شہر اور مداحین اہل بیت سے گفتگو شروع کی ہی تھی کہ حکومت شام کے حکم سے گرفتار کر لیا گیا۔ سلیمان بن صرد کے لشکر کے باقی بچ جانے والے افراد جب کوفہ میں واپس آئے تو مختار نے جیل خانہ سے ایک خط لکھ کر بھیجا کہ تم لوگ بالکل غم نہ کرو اور مطمئن رہو اگر میں زندہ رہا تو ضرور تمام شہداء اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خون کا عوض قاتلین سے لوں گا ایک کو بھی نہ چھوڑوں گا اور ایسا خون بہاؤں گا کہ لوگوں کو بخت نصر کا زمانہ یاد آ جائے گا کہ اس نے بنی اسرائیل کو کس طرح قتل کیا تھا پھر لکھا تھا کہ کیا دنیا میں کوئی شخص ایسا باقی ہے جو خون حسین رضی اللہ

Marfat.com

تعالیٰ عنہ کا قصاص لینا چاہتا ہو اور وہ اس کام کے لیے مجھ سے عہد کر لے۔

اس خط کو رفاعہ بن شداد، مثنیٰ بن مخربہ عبدی، سعد بن حذیفہ بن الیمان، یزید بن انس، احمر بن ضمیط حمسی، عبداللہ بن شداد یملی، عبداللہ بن کامل وغیرہ توابین نے پڑھا۔ اور بے حد مسرور ہوئے کہ اللہ کا شکر ہے ابھی ایک ایسا شخص موجود ہے جو خون حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے اپنے دل میں جوش اور ارادہ رکھتا ہے چنانچہ رفاعہ بن شداد چار پانچ آدمیوں کو لے کر جیل خانہ میں گیا اور اجازت حاصل کرنے کے بعد مختار سے ملا اور کہا کہ ہم آپ کو جیل خانہ توڑ کر نکال لے جائیں گے اور قید سے آزاد کر دیں گے مختار نے کہا نہیں آپ بالکل تکلیف نہ فرمائیں میں خود جب چاہوں آزاد ہو سکتا ہوں اور کوفہ کا گورنر عبداللہ بن یزید مجھ کو آپ ہی رہا کرے گا ابھی وہ وقت نہیں آیا تم چند روز اور صبر کرو۔

توابین کے شکست خوردہ واپس آنے سے پہلے مختار ایک خط جیل خانہ ہی سے کسی کے ہاتھ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس روانہ کر چکا تھا اس میں لکھا تھا کہ مجھ کو عبداللہ بن یزید حاکم کوفہ نے قید کر رکھا ہے آپ عبداللہ بن یزید کو میری سفارش کا خط لکھ دیں میں مظلوم ہوں آپ کو اللہ تعالیٰ سفارش کا ثواب عطا کرے گا مختار کو یقین تھا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ضرور سفارش فرما دیں گے اور میں قید سے آزاد ہو جاؤں گا۔ اس حقیقت کو چھپا کر رفاعہ سے اُس نے اس انداز میں اپنی رہائی کی نسبت باتیں کیں جس سے اُس کی کرامت کا سکہ بیٹھے چنانچہ چند روز کے بعد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سفارشی خط عبداللہ بن یزید کے پاس آیا اور اُس نے اُن کی سفارش کی تکریم میں مختار بن عبیدہ کو جیل خانہ سے بلا کر کہا کہ میں تم کو قید سے آزاد کرتا ہوں مگر شرط یہ ہے کہ تم کسی قسم کی شورش کوفہ میں نہ پھیلاؤ اور اپنے گھر ہی میں بیٹھے رہو مختار نے اقرار کر لیا اور قید سے آزاد ہو کر اپنے گھر آ بیٹھا۔ محبان حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُس کی اس اچانک آزادی کو اُس کی کرامت پر محمول کیا اور اس کے پاس عقیدت و نیاز مندی کے ساتھ آنے جانے لگے۔ عقیدت مندوں کی یہ آمد و رفت پوشیدہ طور پر ہوتی تھی کچھ دن اسی حالت میں گزرے کہ اتنے میں امیر المومنین حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عبداللہ بن یزید کو معزول کر کے عبداللہ بن مطیع کو کوفہ کی حکومت پر بھیج دیا عبداللہ بن مطیع 25 رمضان 66

Marfat.com

ھ کو کوفہ پہنچا اس تبدیلی کو بھی مختار نے اپنی کرامت پر محمول کیا اور پرانے حاکم کے کوفہ سے چلے جانے کے بعد اپنی پابندی کو توڑ کر اور بھی آزادی برتنی شروع کی۔ لوگوں کی آمد و رفت اس کے پاس زیادہ ہونے لگی اور اس کے متبعین کی جماعت حیرت انگیز طور پر ترقی کر گئی عبداللہ بن مطیع نے ایاس بن ابی مضارب کو کوتوال شہر مقرر کیا تھا ایاس نے ایک روز عبداللہ بن مطیع گورنر کوفہ سے کہا کہ مختار کی جماعت خطرناک اور بہت طاقتور ہو گئی ہے مجھ کو اندیشہ ہے کہ کہیں یہ خروج نہ کرے مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ مختار کو بلا کر قید کر دیا جائے جیسا کہ وہ پہلے بھی قید تھا۔

عبداللہ بن مطیع نے مختار کے چچا زید بن مسعود ثقفی کو حسین بن رافع ازدی کے ہمراہ بھیجا کہ مختار کو میرے پاس ذرا بلا لاؤ مجھ کو اس سے کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں یہ دونوں مختار کے پاس گئے اور امیر کوفہ کا پیغام پہنچایا۔ مختار فوراً کپڑے پہن کر چلنے کے لیے تیار ہونے لگا زید نے اس وقت یہ آیت پڑھی وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ۔ الانفال 30 مختار اس آیت کو سنتے ہی سمجھ گیا کہ زید کا مطلب کیا ہے اسی وقت بولا جلدی لحاف لاؤ مجھے بخار چڑھ آیا ہے اور لحاف اوڑھ کر پڑ گیا کہ مجھے سردی معلوم ہوتی ہے پھر حسین بن رافع کو مخاطب کر کے کہا کہ دیکھیے میں چلنے کے لیے تیار تھا مگر کیا کروں مجھ پر مرض کا حملہ یکایک ہوا اور اب میں حرکت نہیں کر سکتا۔ میری تمام حالت جو آپ دیکھ رہے ہیں امیر سے بیان کر دیں کل صبح جب حالت دُرست ہو جائے گی تو حکم کی تعمیل میں ضرور حاضر ہوں گا یہ دونوں شخص وہاں سے رخصت ہوئے راستے میں حسین بن رافع نے زید سے کہا کہ تم نے یہ آیت اسی لیے پڑھی تھی کہ مختار امیر کے پاس نہ جائے ورنہ وہ جانے کے لیے تیار تھا تمہارے روکنے سے رُک گیا ہے اور اس نے محض بہانہ بنایا ہے یہ کہہ کر پھر حسین نے زید سے کہا کہ تم اطمینان رکھو اس کا تذکرہ عبداللہ بن مطیع سے نہ کروں گا۔ کیونکہ ممکن ہے مختار کے ہاتھوں سے مجھ کو کوئی فائدہ پہنچے عبداللہ مطیع کے پاس دونوں نے جا کر کہہ دیا کہ مختار سخت بیمار ہے ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ کر آئے ہیں وہ اس وقت آنے کے قابل نہیں ہے کل انشاءاللہ حاضر ہو جائے گا۔ (تاریخ اسلام)

مختار کا خروج:

مختار نے زید اور حسین کے جاتے ہی اپنے حمایتیوں یعنی بیعت شدہ لوگوں میں سے خاص

Marfat.com

خاص اور بااثر لوگوں کو بلوایا اور کہا کہ اب زیادہ توقف اور انتظار کا موقع باقی نہیں ہے ہمیں فوراً خروج پر آمادہ ہونا چاہیے ان لوگوں نے کہا کہ ہم آپ کے تابع فرمان ہیں جو حکم ہو اس کی تعمیل کے لیے آمادہ ہیں لیکن ہمیں ایک ہفتہ کی مہلت ملنی چاہیے تاکہ ہم اپنے ہتھیاروں کو دُرست کر لیں اور اپنی جنگی تیاریوں سے فارغ ہو جائیں۔

مختار نے کہا کہ عبداللہ مطیع مجھے ایک ہفتہ تک کہاں مہلت دینے لگا ہے سعد بن ابی سعد نے کہا کہ آپ مطمئن رہیں۔ اگر عبداللہ بن مطیع نے آپ کو بُلا کر قید کر دیا تو ہم بلاتکلف آپ کو جیل خانے سے نکال لائیں گے مختار یہ سُن کر خاموش ہو گیا اور لوگوں نے اس کو اس مکان سے لے جا کر ایک دوسرے غیر معروف مکان میں روپوش کر دیا۔ اس کے بعد سعد بن ابی سعد نے اپنے ہم خیال لوگوں سے کہا کہ ہمیں خروج کرنے سے قبل یہ تحقیق کر لینا چاہیے کہ آیا محمد بن حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مختار کو اپنا نائب اس کام کے لیے بنایا ہے یا نہیں؟ اگر واقعی یہ محمد بن حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے بیعت لینے کے لیے مامور ہے تو ہم کو بلاتکلف مختار کی ماتحتی میں خروج کرنا چاہیے اور اگر محمد بن حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مامور نہیں کیا ہے اور اس نے ہمیں دھوکا دینا چاہا ہے تو پھر ہمیں اس سے کوئی تعلق نہیں رکھنا چاہیے۔ چنانچہ اسی وقت سعد بن ابی سعد تین چار آدمیوں کو ہمراہ لے کر مدینہ کی طرف روانہ ہوا۔ وہاں پہنچ کر محمد بن حنفیہ سے دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ ہاں ہم نے مختار کو خون حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بدلہ لینے کی اجازت دی ہے یہ سن کر سعد بن ابی سعد معہ ہمراہیوں کے کوفہ میں آیا اور سب کو یہ حال سنایا اس خبر کے سنتے ہی لوگ مختار کی بیعت اور متابعت پر آمادہ ہو گئے مختار کو جب معلوم ہوا کہ میری بات کی تصدیق ہو گئی ہے تو وہ بہت خوش ہوا۔ کہ لوگوں کا شک بھی دُور ہو گیا مختار نے کہا۔ کہ ہم کو کامیابی حاصل کرنے کے لیے ابراہیم بن مالک بن اشتر کو بھی جو کوفہ کے رؤساء میں شمار ہوتا ہے ضرور شامل کر لینا چاہیے چنانچہ مختار کے ساتھیوں میں سے عامر بن شرجیل فوراً ابراہیم بن مالک کے پاس گیا اور کہا تیرے باپ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حمایت میں بڑے بڑے کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں اب لوگوں نے مصمم ارادہ کیا ہے کہ خون حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا معاوضہ طلب کریں چنانچہ ایک معقول جمعیت اس ارادہ پر متفق ہو چکی ہے تجھے تو سب سے پہلے اس کام میں شریک ہونا چاہیے تھے۔

Marfat.com

ابراہیم نے کہا کہ میں اس شرط پر لوگوں کا شریک ہو سکتا ہوں کہ مجھے امیر بنایا جائے عامر نے کہا کہ محمد بن حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ درحقیقت ہمارے امام ہیں اور انہوں نے مختار کو اپنا خلیفہ مقرر فرمایا ہے لہٰذا ہم نے مختار کے ہاتھ پر بیعت کی ہے ابراہیم نے کہا اچھا میں خود ہی مختار سے ملوں گا عامر نے واپس آ کر یہ حال مختار کو سُنایا مختار اگلے دن پندرہ آدمیوں کو ہمراہ لے کر خود ابراہیم مالک کے مکان پر پہنچا۔ اس وقت ابراہیم مصلے پر بیٹھا تھا مختار نے جاتے ہی کہا کہ تیرا باپ محبان علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں سے بہت مشہور آدمی تھا ہم تجھے بھی اپنی جماعت میں سے سمجھتے ہیں حضرت محمد بن الحنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے اپنا نائب بنا کر بھیجا ہے تجھے میرے ہاتھ پر بیعت کرنی چاہیے۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ کامیابی کے بعد جو منصب اور عہدہ تو پسند کرے گا تجھ کو دیا جائے گا ہمراہیوں نے اس وعدہ کی ضمانت اور تصدیق کی ابراہیم فوراً اپنے مصلے سے اُٹھا ور مختار کو اپنی جگہ بٹھا کر اس کے ہاتھ پر بیعت کی اور مختار بیعت لے کر واپس چلا آیا اگلے روز 14 ربیع الاوّل 66ھ کو رات کے وقت مختار نے ابراہیم بن مالک کے پاس آدمی بھیجا کہ اس قت ہم خروج کا ارادہ کر چکے ہیں تم بھی اپنی جمعیت لے کر ہمارے پاس پہنچو۔ ابراہیم کے پاس آدھی رات تک اس کی جماعت کے لوگ آ آ کر جمع ہوئے۔ (تاریخ اسلام)

کوفہ میں لڑائی:

جاسوسوں نے یہ خبر ایاس بن مضارب کو پہنچا دی تھی کہ آج رات بغاوت پھوٹنے والی ہے چنانچہ اس نے عبداللہ بن مطیع کو اطلاع دی عبداللہ بن مطیع نے تدبیر پوچھی تو اس نے مشورہ دیا کہ کوفے کے سات محلے ہیں ہر محلہ میں پانچ سو آدمیوں کا ایک دستہ متعین کر دیا جائے کہ جب اس محلہ میں کسی کو رات کے وقت نکلتے دیکھے گرفتار یا قتل کر دے۔ چنانچہ اس رائے پر عمل ہوا اور ہر محلہ میں ایک ایک سردار بھیج دیا گیا کہ راستوں اور سڑکوں پر لوگوں کو جمع نہ ہونے دیں اتفاقاً جب ابراہیم اپنی جمعیت کو لے کر مختار کی طرف چلا ہے تو راستے میں ایاس بن مضارب ہی سے مقابلہ ہو گیا طرفین کے ایک دوسرے پر حملے ہوئے اور ایاس بن مضارب ابراہیم کے ہاتھ سے مارا گیا ادھر مختار کے مکان کے قریب پہنچا ادھر ہر محلے کی فوجیں آ گئیں اور مختار کی قیام گاہ کے سامنے جنگ ہونے لگی ابراہیم نے سرکاری فوج کو شکست دے کر بھگایا اُدھر سے عبداللہ بن مطیع اور تازہ

Marfat.com

دم فوج لے کر آیا۔ کبھی ابراہیم ومختار عبداللہ بن مطیع کو دھکیل کر دار الامارۃ میں داخل کر دیتے کبھی عبداللہ بن مطیع ان کو پیچھے ہٹاتا ہوا کوفہ سے باہر نکال دیتا رات بھر یہ لڑائی جاری رہی جوں جوں لڑائی نے طول کھینچا مختار کی جماعت ترقی کرتی رہی۔ یعنی لوگ آ آ کر شامل ہوتے رہے۔ بالآخر عبداللہ بن مطیع کو دار الامارۃ میں محصور ہونا پڑا مختار نے تین دن تک دار الامارۃ کا محاصرہ جاری رکھا چونکہ اندر آدمی زیادہ تھے جگہ تنگ تھی اور کھانے پینے کا سامان بھی نہیں تھا لہٰذا عبداللہ بن مطیع کسی پوشیدہ راستے سے نکل کر ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان میں جا کر چھپ گیا اور باقی لوگوں نے امان طلب کر کے دار الامارۃ کا دروازہ کھول دیا مختار نے دار الامارۃ اور بیت المال پر قبضہ کر کے بہت سارو پیہ اپنے آدمیوں میں تقسیم کیا جامع کوفہ میں اہل کوفہ جمع ہوئے مختار نے خطبہ دیا اور محمد بن حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت وامامت تسلیم کرنے کی ترغیب دی چنانچہ اہل کوفہ نے کتاب وسنت کی پیروی اور اہل بیت کی ہمدردی کا بیعت کے ذریعہ اقرار کیا مختار نے بھی ان کے ساتھ حسن سلوک کا وعدہ کیا اس بیعت عام کے بعد مختار نے سُنا کہ عبداللہ بن مطیع ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان میں روپوش ہے اس نے ایک لاکھ درہم اُس کے پاس بھجوائے اور کہلا بھیجا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم سامان سفر نہ ہونے کی وجہ سے ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان میں ٹھہرے ہوئے ہو لہٰذا یہ ایک لاکھ درہم قبول کرو اور تین دن کے اندر اپنا سامان دُرست کر کے کوفہ سے روانہ ہو جاؤ عبداللہ بن مطیع شرم کی وجہ سے مکہ مکرمہ کی طرف نہیں گیا بلکہ کوفہ سے بصرہ چلا آیا۔ (تاریخ اسلام)

مختار کی کامیابیاں:

جس زمانہ میں سلیمان بن صرد کے ہمراہی شکست خوردہ کوفہ میں آئے تھے انھیں میں مثنیٰ بن مخرمہ عبدی نامی ایک شخص بصرہ کا رہنے والا تھا۔ مختار کے خط کو پڑھ کر یہ لوگ جیل خانہ میں اُس سے ملنے گئے تھے اوپر اُس کا ذکر آ چکا ہے اُسی وقت مثنیٰ نے مختار کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی اور مختار نے اس کو یہ وصیت کر کے بصرہ کی طرف رخصت کیا تھا کہ تم وہاں جا کر محبان علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے میری نیابت میں بیعت لو اور اپنی جمعیت کو بڑھاؤ جس وقت میں کوفہ میں خروج کروں گا اُس وقت تم بھی بصرہ میں خروج کرنا چنانچہ مثنیٰ بن مخرمہ نے بصرے میں لوگوں سے خفیہ

Marfat.com

بیعت لینی شروع کی ایک گروہ کو اپنے ساتھ شامل کر لیا۔ مختار نے جب کوفہ میں خروج کا ارادہ کیا تو بصرہ میں مثنیٰ کے پاس بھی اطلاع بھیج دی تھی اس نے بھی وہاں تاریخ مقررہ پر خروج کیا لیکن بصرہ میں اس وقت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے حرث بن ابی ربیعہ امیر بصرہ تھا حرث بن ابی ربیعہ نے ان باغیوں کے منصوبوں کو پورا نہ ہونے دیا اور سب کو ایک محلہ میں گھیر کر محصور کر لیا پھر سب کو بصرہ سے نکال دیا۔ یہ لوگ بصرہ سے نکل کر کوفہ میں مختار کے پاس چلے آئے اس طرح بصرہ تو بچ گیا مگر کوفہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حکومت سے نکل گیا۔ کوفہ میں مختار نے اپنا تسلط قائم کر کے شرفائے کوفہ کو اپنا مصاحب بنایا اور دوسرے بلاد اسلامیہ پر قبضہ کرنے کے لیے چند جھنڈے بنائے ایک علم عبداللہ بن حرث بن اشتر کو دے کر اوینیا کی طرف بھیجا ایک علم محمد بن عمیر بن عطارد کو دے کر آذربائیجان کی طرف روانہ کیا ایک علم عبدالرحمٰن بن سعید بن قیس کو دے کر موصل کی طرف رخصت کیا اسحٰق بن مسعود کو مدائن کا علم اور سعد بن حذیفہ بن الیمان کو حلوان کا علم سپرد کیا عبداللہ بن کامل کو کوفہ کا کوتوال اور شریح کو قاضی کوفہ بنایا۔ بعد میں شریح کو معزول کر کے عبداللہ بن مالک۔ طائی کو کوفہ کا قاضی مقرر کیا۔ ہر طرف مختار کے فرستادہ سرداروں کو کامیابی حاصل ہوئی اور لوگوں نے مختار کی حکومت کو تسلیم کر کے بیعت کر لی صرف موصل پر عبدالرحمٰن بن سعید کو کوئی قابو نہ ملا کیونکہ وہاں عبدالملک بن مروان کی طرف سے عبیداللہ بن زیاد بطور گورنر مامور تھا۔ عبدالرحمٰن بن سعید نے بجائے موصل کے تکریت میں جا کر قیام کیا اور مختار کو حالات سے اطلاع دی مختار نے موصل کی مہم یزید بن انس کو سپرد کی اور تین ہزار سوار دے کر موصل کی جانب رخصت کیا۔ عبیداللہ بن زیاد نے جب یزید بن انس کے آنے کی خبر سنی تو ربیعہ بن مختار غنوی کو یزید بن انس کے مقابلہ پر روانہ کیا بابل کے مقام پر دونوں کا مقابلہ ہوا۔

یہ لڑائی 9 ذی الحجہ 66ھ کو ہوئی ربیعہ مارا گیا اور شامی لشکر کو شکست ہوئی شکست خوردہ شامی واپس جا رہے تھے۔ کہ راستہ میں عبداللہ بن حملہ خثعمی تین ہزار کی جمعیت سے آتا ہوا ملا۔ جس کو عبیداللہ بن زیاد نے ربیعہ کی امداد کے لیے روانہ کیا تھا۔ عبداللہ نے ان کو روک کر اپنے ساتھ لیا اور گلے دن 10 ذی الحجہ بروز عیدالاضحیٰ کوفی لشکر پر حملہ کیا اس لڑائی میں بھی کوفیوں کو فتح اور شامیوں کو شکست ہوئی کوفیوں نے کئی ہزار شامیوں کو گرفتار کیا اور یزید بن انس کے حکم سے وہ قتل

Marfat.com

کیے گئے اسی روز شام کے وقت یزید بن انس بھی جو پہلے سے بیمار تھا فوت ہو گیا اور مرتے وقت ورقا بن عازب کو امیر لشکر بنا گیا اگلے روز ورقہ بن عازب کے جاسوس نے آ کر خبر دی کہ عبید اللہ بن زیاد خود مقابلہ پر آنے والا ہے ورقہ نے عبید اللہ کا نام سنتے ہی بابل سے کوچ کیا اور عراق کی حدود کے اندر آ کر قیام کیا اور مختار کو لکھا کہ میرے پاس تھوڑی فوج تھی لہٰذا میں پیچھے ہٹ آیا ہوں اس خبر کو سن کر کوفہ میں لوگوں نے ورقا کو ملامت سے یاد کیا کہ فتح مند ہو کر شکست یافتوں کا طرز عمل کیوں اختیار کیا۔ مختار نے کوفہ سے سات ہزار فوج دے کر ابراہیم بن مالک بن اشتر کو روانہ کیا اور حکم دیا کہ یزید بن انس کا تمام لشکر بھی ورقا کی سرداری سے نکال کر تم اپنے ماتحت کر لینا۔
(تاریخ اسلام)

مختار کی حکمت عملی:

ابراہیم بن مالک کی روانگی کے بعد اہل کوفہ شبث بن ربعی کے پاس آئے اور انہوں نے مختار کی شکائیت کرتے ہوئے اس سے کہا کہ مختار ہماری پوری طرح سے قدر دانی نہیں کرتا اور ہمارے حقوق غصب کرتا ہے شبث بن ربعی نے کہا کہ میں ذرا مختار سے مل کر گفتگو کر لوں اور دیکھوں کہ وہ کیا جواب دیتا ہے شبث جب مختار کے پاس آیا تو اس نے کہا کہ میں ہر ایک کام اہل کوفہ کی مرضی کے موافق کرنے کو تیار ہوں اور مال غنیمت میں سے بھی ان کو حصہ دینے کا اقرار کرتا ہوں بشرطیکہ وہ مجھ سے اس بات کا اقرار کریں کہ ہم بنوامیہ اور عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لڑیں گے یہاں تک کہ دونوں کی طاقت کو نابود کر دیں شبث بن ربعی نے کہا اچھا میں اہل کوفہ سے دریافت کر لوں شبث بن ربعی مختار کے پاس سے اُٹھ کر آیا کوفہ میں کچھ لوگ ایسے تھے جو مختار کے ہاتھ پر اس کی حکومت سے پہلے ہی بیعت کر چکے تھے وہ اس کے ہم عقیدہ و ہم خیال تھے ان کے ساتھ مختار بڑی بڑی رعایتیں کرتا تھا کچھ ایسے تھے جنہوں نے صرف اس کی حکومت کو تسلیم کر کے بیعت اطاعت کی تھی وہ اس کے ہم خیال اور خون حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مطالبے میں اُس کے ہم نوا نہ تھے انھیں کو مختار سے شکایات تھیں چنانچہ شبث بن ربعی کے واپس آنے پر ان لوگوں نے مختار کے خلاف ہجوم کیا اور دار الامارۃ میں پہنچ کر مختار سے کہا کہ ہم نے تم کو معزول کر دیا تم حکومت چھوڑ کر الگ ہو جاؤ کیونکہ تم محمد بن حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نائب اور خلیفہ نہیں

Marfat.com

مختار نے اس وقت بڑی چالا کی۔اور دُوراندیشی سے کام لیا لوگوں کو سمجھایا کہ میں تم پر کوئی سختی نہیں کرنا چاہتا میں نے تم سب کو خون حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی معاف کر دیا۔ ہر قسم کی رعایت بھی تم کو دی جائے گی۔اس وقت بنی اُمیہ کا مقابلہ درپیش ہے تم کو چاہیے کہ ایسے وقت میں فتنہ وفساد برپانہ کرو ورنہ نتیجہ اچھا نہ ہوگا جاؤ سوچو اور خوب غور کرو کہ تم جس کام پر آمادہ ہوئے ہو وہ تمہارے لیے اچھا نتیجہ پیدا نہ کرے گا۔

ان لوگوں کے سرداروں نے اس وقت مختار کی ان باتوں کو منظور کر لیا۔اور کہا کہ اچھا ہم غور کریں گے اُن کا مقصد یہ تھا کہ ابراہیم بن مالک جو کوفہ سے روانہ ہوا ہے دُور چلا جائے اور ہمارے لیے کوئی خطرہ باقی نہ رہے ادھر مختار نے بھی ابراہیم کی غیر موجودگی میں اپنی بے بسی کو محسوس کر لیا تھا لہٰذا اس نے فوراً ایک تیز رفتار سانڈنی پر اپنا قاصد ابراہیم کے پاس بھیجا کہ فوراً اپنے آپ کو کوفے میں واپس پہنچاؤ اور خود دارالامارۃ میں مضبوطی کر کے بیٹھ گیا لوگوں نے اگلے روز دارالامارۃ کا محاصرہ کر لیا۔تیسرے روز ابراہیم راستے سے لوٹ کر کوفہ میں معہ اپنی فوج کے داخل ہوا اور ان لوگوں کو جو مختار کی مخالفت میں اُٹھے تھے قتل کرنا شروع کیا۔غرض کوفہ میں کوئی ایسا گھر نہیں بچا جس میں سے ایک دو یا زیادہ آدمی قتل نہ کیے گئے ہوں مختار نے لوگوں کو جمع کر کے ان تمام لوگوں کی فہرستیں مرتب کرائیں جو ابن زیاد کے لشکر میں قتل حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وقت موجود تھے یا جنہوں نے کسی قسم کا کوئی حصہ میدان کربلا میں لیا تھا۔(تاریخ اسلام)

عمرو بن سعد کی عبرت ناک موت:

ابراہیم اور مختار نے چن چن کر قاتلان حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایسا عبرتناک انتقام لیا کہ اس کے تصور سے بھی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں ابراہیم کے کوفہ پہنچتے ہی قاتلین حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے اپنے گھروں میں چھپ رہے مگر مختار نے پولیس کی ایک جمعیت مقرر کی جس نے ڈھونڈ ڈھونڈ کر انہیں نکالا اور مختار کے سامنے پیش کیا عمر بن سعد کا بیٹا گرفتار ہو کر آیا مختار نے پوچھا کہ تیرا باپ کہاں ہے؟ اس نے جواب دیا کہ وہ تو خانہ نشین ہو گئے ہیں مختار نے کہا کہ جس روز فرزند رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میدان کربلا میں امان طلب کرتے تھے اور ان پر تیروں کی بارش کی جا رہی تھی۔اس روز کیوں خانہ نشین نہ ہوئے یہ کہہ کر ایک دستہ کو حکم دیا۔کہ ابن سعد کو

Marfat.com

گرفتار کر کے لے آؤ چنانچہ یہ شخص رسیوں میں جکڑا ہوا مختار کے سامنے پیش ہوا مختار نے حکم دیا کہ پہلے اس کے ہاتھ اور پیر کاٹے جائیں پھر کان اور ناک اس کے بعد ٹوکرے میں بند کر کے نذر آتش کر دیا جائے چنانچہ وہ جابر شخص جو کل تک کسی کو خاطر میں نہ لاتا تھا اور جس نے نواسہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھوکا پیاسا شہید کیا تھا تڑپ تڑپ کر مرا۔

اس حوالے سے بعض مورخین تحریر کرتے ہیں کہ مختار ثقفی نے جب حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتلوں کو پکڑ کر موت کے گھاٹ اتارنے کا حکم دیا تو یزیدی لشکر کے بہت سے سر کردہ لوگ روپوش ہو گئے۔ اور خوفزدہ حالت میں جان بچانے کی کوششوں میں مصروف ہوئے عمرو بن سعد بھی اپنی جان بچانے کے لیے اِدھر اُدھر چھپتا پھرتا تھا۔ مگر مختار کے سپاہیوں کے ہتھے چڑھ گیا اس کو مختار کے سامنے پیش کیا گیا اس کی صورت دیکھ کر مختار کا غصہ شدت اختیار کر گیا اس نے عمرو بن سعد کو دیکھتے ہی غصے میں آگ بگولا ہو کر اس سے کہا او دشمن رسول بتا تجھے کیا سزا دوں کہ جس سے دنیائے اسلام کے سینوں میں لگی ہوئی وہ آگ بجھ جائے جو تیرے ناپاک ہاتھوں سے کربلا میں لگائی گئی۔ ابن سعد کو جب موت سامنے کھڑی نظر آئی تو اس کے ہاتھ پاؤں پھول گئے اور کہا میرا اس میں کوئی قصور نہیں ہے یزید اور ابن زیاد اس کا ذمہ دار ہے۔ میں نے تو صرف حکم پر عمل کیا تھا۔

مختار نے جب ابن سعد کا جواب سنا تو غصے میں گرج کر اس سے کہا او دشمن اسلام! مجھے بتا کہ اگر یزید تجھے تیری اولاد کے قتل کا حکم دیتا تو پھر بھی تو اس کے حکم پر عمل کرتا تو نے یزید کے حکم کی تو خوب تعمیل کی مگر رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم سے روگردانی کی۔

اس دوران مختار کے سپاہیوں نے عمرو بن سعد کے بیٹے حفص کو بھی گرفتار کر کے مختار کے پاس حاضر کر دیا حفص بھی ایک مجرم تھا وہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف اپنے باپ کی مدد کرتا رہا تھا مختار نے حکم دیا کہ ابن سعد کے سامنے اس کے بیٹے کا سر جسم سے الگ کر دیا جائے تا کہ یہ جان سکے کہ حضرت علی اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی اصغر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تڑپتی ہوئی لاشوں کو دیکھ کر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قلب انور پر کیا بیتی ہوگی۔

مختار کے حکم کی اسی وقت تعمیل ہوئی اور جلاد نے آگے بڑھ کر ابن سعد کے بیٹے کا سر قلم کر دیا

Marfat.com

یہ دیکھ کر ابن سعد روتے اور چیختے ہوئے اپنا سر پیٹنے لگا اسی دوران مختار نے جلاد کو اشارہ کیا تو جلاد نے تلوار کے ایک ہی وار سے عمرو بن سعد کا سر بھی قلم کر دیا۔

بعض مورخین نے لکھا ہے کہ عمرو بن سعد کا بیٹا حفص مختار ثقفی کے مصاحبین میں شامل تھا اس لیئے مختار نے عمر بن سعد کو امان دے رکھی تھی لیکن جب مختار نے اس پر قابو پالیا تو پھر اپنے وعدے سے روگردانی کی اور عمرو بن سعد کا سر تن سے جدا کروادیا اس کے سپاہی عمرو بن سعد کا کٹا ہوا سر لے کر مختار کے پاس آئے۔تو اس وقت حفص بھی دربار میں موجود تھا مختار نے حفص سے مخاطب ہو کر کہا کہ تم پہچانتے ہو یہ کس کا سر ہے؟ حفص نے جواب دیا ہاں خوب پہچانتا ہوں یہ اس کا سر ہے جس کے بعد زندگی میں کوئی لطف نہیں رہا۔

حفص کا یہ جواب سن کر مختار ثقفی نے اس کا سر بھی تن سے جدا کرنے کا حکم دیا جلاد نے اُسی وقت اس کا سر بھی قلم کر دیا مختار نے کہا عمرو بن سعد کا سر امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر کے بدلے میں اور حفص کا سر حضرت علی اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر کے بدلے میں ہے اگرچہ یہ دونوں کے برابر نہیں ہیں خدا کی قسم! اگر میں ایک تہائی لوگوں کو بھی موت کے گھاٹ اتار دوں تو وہ سب لوگ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک انگشت مبارک کے برابر بھی نہیں ہو سکتے۔

اس قتل وغارتگری کا سلسلہ کئی روز تک جاری رہا یزیدی لشکر میں شامل لوگ گھروں سے گرفتار کر کے لائے جاتے۔اور پھر ان کو موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا عمرو بن سعد اور اس کے بیٹے کے سر مختار نے مدینہ منورہ میں حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھجوا دیے۔اور ایک خط میں تحریر کیا کہ قاتلین حسین میں سے جو جو میرے قابو آیا میں نے اس کو قتل کر دیا اور جو باقی رہ گئے ہیں وہ بھی بہت جلد اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے بچ نہیں سکیں گے اور میں نے عہد کیا ہے کہ جب تک ان کے ناپاک وجود سے زمین کو پاک نہیں کر دوں گا۔ان کو تلاش کر کے ان کو کیفر کردار تک پہنچاتا رہوں گا۔

(تاریخ طبری جلد پنجم ص 504۔تاریخ الکامل ابن اثیر جلد چہارم ص 94۔نقش کربلا ص 70 تاریخ اسلام جلد دوم ص 97)

Marfat.com

شمر کی عبرتناک موت:

مورخین کا کہنا ہے کہ شمر ذی الجوشن بھی گرفتار کر لیا گیا تھا اس کو بھی مختار ثقفی کے سامنے پیش کیا گیا۔ مختار کے حکم پر اس کے ہاتھ پاؤں باندھ کر زمین پر ڈال دیا گیا اور پھر اس پر گھوڑے دوڑائے گئے جنہوں نے اپنی ٹاپوں سے روند روند کر اسے مار ڈالا۔

اس حوالے سے بعض مورخین تحریر کرتے ہیں کہ شمر بن ذی الجوشن بھی اپنی جان بچانے کی غرض سے در بدر چھپتا پھرتا تھا اس کی تلاش کے لیے مختار نے اپنے غلام ذربی کو مامور کیا جو شمر کو قریہ قریہ ڈھونڈتا پھرتا تھا۔ اس بارے میں شمر کے ایک قریبی ساتھی مسلم بن عبداللہ الضبابی کا کہنا ہے کہ جس وقت مختار کے غلام ذربی نے ہمارے تعاقب میں اپنا گھوڑا دوڑایا لحہ بہ لحہ وہ ہمارے قریب آتا جا رہا تھا مگر ہم اپنے تیز رفتار گھوڑوں پر سوار کوفہ کی حدود سے باہر نکلنے میں کامیاب ہو گئے اس کے باوجود ذربی ہمارا تعاقب کرتا رہا شمر نے دور سے اس کو اپنی طرف بڑھتے ہوئے دیکھا تو کہنے لگا تم لوگ اپنے گھوڑوں کو ایڑ لگاؤ اور مجھ سے دور چلے جاؤ کیونکہ مجھے گمان غالب ہے کہ یہ شخص میرے تعاقب میں ہے۔

اس پر ہم لوگ اپنے گھوڑے دوڑاتے ہوئے دائیں بائیں بکھر گئے غلام ذربی نے نزدیک پہنچ کر شمر پر حملہ کیا شمر نے جنگی چال چلتے ہوئے پہلے تو اپنے آپ کو اس کے وار سے بچانے کے لیئے گھوڑے کو بہکا دیا اس طرح ذربی اپنے ساتھیوں سے علیحدہ ہو گیا اور اس کا گھوڑا کافی فاصلے پر چلا گیا اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے شمر اس کی طرف بڑھا اور تلوار کے ایک زبردست وار سے اسے قتل کر دیا اور پھر ہم وہاں سے نکل گئے ذربی کے ساتھی بھی واپس پلٹ گئے جاتے ہوئے وہ ذربی کی لاش اٹھا کر لے گئے۔

ذربی کی لاش لے کر اس کے ساتھی مختار کے پاس پہنچے تو مختار نے کہا اگر یہ اس بارے میں مجھ سے پوچھ لیتا تو میں اسے کبھی بھی یہ مشورہ نہ دیتا کہ وہ شمر پر حملہ آور ہو میں نے تو اسے گرفتار کر کے لانے کا حکم دیا تھا۔ دوسری طرف شمر وہاں سے نکل کر سیدھا سانیدما پہنچا کچھ دیر ٹھہرنے کے بعد کوفہ اور بصرہ کے تقریباً درمیان میں دریا کے کنارے واقع کلتانیہ نامی گاؤں میں پہنچا وہاں ایک ٹیلے کے پاس اس نے قیام کیا اور وہاں کے ایک کسان کو بلا کر کہا کہ وہ میرا یہ خط حضرت مصعب

Marfat.com

بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہنچا دے کسان نے انکار کیا تو اس پر تشدد کر کے اسے مجبور کیا کہ وہ یہ کام کرے چنانچہ کسان نے مجبوراً شمر کا خط لیا اور روانہ ہو گیا۔

راستے میں وہ کسان اپنے ایک جان پہچان والے دوست کسان سے ملا جو کہ اس راہ میں آباد ایک بہت بڑے گاؤں میں رہتا تھا باتوں باتوں میں اس نے شمر کی سختی اور زیادتی کی شکائیت کی اتفاق سے اس گاؤں میں مختار ثقفی کے محافظ دستے کا ایک کمانڈر ابو عمرہ اپنے چند سپاہیوں کے ہمراہ ایک جنگی چوکی کے قیام کے سلسلے میں آیا ہوا تھا جس وقت یہ دونوں کسان آپس میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے تو ایک سپاہی عبدالرحمٰن بن عبیدہ کا وہاں سے گزر ہوا اس نے جب شمر کا نام سنا تو اس کے کان کھڑے ہو گئے وہ کسان کے پاس آیا کسان کے ہاتھ میں شمر کا دیا ہوا خط موجود تھا سپاہی نے اس سے پوچھا کہ شمر اس وقت کہاں پر ہے کسان نے اسے شمر کی قیام گاہ کے بارے میں بتا دیا سپاہی نے فوری طور پر اس کی اطلاع ابو عمرہ کو دی چنانچہ ابو عمرہ اُسی وقت شمر کو قابو کرنے کے لیئے سپاہیوں کے ہمراہ روانہ ہو گیا۔

مسلم بن عبداللہ بیان کرتا کہ میں نے شمر کو یہ مشورہ دیا کہ ہمیں جلد از جلد اس جگہ کو چھوڑ دینا چاہیے کیونکہ میں یہاں پر خوف سا محسوس کرتا ہوں مگر شمر نے کہا تین دن سے پہلے تو میں یہاں سے نہیں جاؤں گا اور میں جانتا ہوں کہ تم مختار کی وجہ سے خوفزدہ ہو رہے ہو جس جگہ پر ہم نے قیام کیا ہوا تھا وہاں پر ریچھوں کی اچھی خاصی تعداد تھی جس کی وجہ سے میں رات کو نیم بیدار حالت میں رہا نصف شب کے وقت مجھے گھوڑوں کے ٹاپوں کی آواز سنائی دی تو میں نے خیال کیا کہ یہ ریچھ ہوں گے لیکن جب آوازوں میں شدت پیدا ہو گئی تو میں نے کہا یہ آوازیں ریچھوں کی نہیں ہیں چنانچہ میں فوراً اُٹھ کر بیٹھ گیا اور جائزہ لینے لگا۔

اتنے میں چند گھڑ سوار ٹیلے سے اتر کر ہمارے خیموں کے نزدیک آ گئے اس سے قبل کہ ہم سنبھلتے انہوں نے نعرہ تکبیر بلند کیا اور ہمارے خیموں کو گھیر لیا ہم اپنے گھوڑوں تک بھی نہ پہنچ سکے اور پیدل ہی بھاگ پڑے شمر بھاگ نہ سکا انہوں نے شمر پر حملہ کر دیا اس وقت شمر کے جسم پر ایک پرانی چادر تھی چونکہ اس کے جسم پر برص کے داغ تھے اس لیے اس کے پیٹ کی سفیدی صاف نظر آ رہی تھی شمر کو موقع ہی نہ ملا کہ وہ کپڑے اور زرہ پہن سکے اس کے ہاتھ میں ایک نیزہ آیا وہ

Marfat.com

نیزے سے ہی اپنا دفاع کرنے لگا مگر تھوڑی ہی دیر بعد مجھے نعرہ تکبیر سنائی دیا اور کسی کہنے والے نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اس خبیث کو ہلاک کر دیا۔

اس ضمن میں عبدالرحمٰن بن عبید ابوالکنود کا کہنا ہے کہ شمر کا خط میں نے ہی اس کسان کے پاس دیکھا تھا۔ اور میں ہی اسے ابوعمرہ کے پاس لے کر آیا تھا اور شمر کا قتل بھی میرے ہی ہاتھوں سے ہوا شمر تھوڑی دیر تک نیزے کے ساتھ اپنا دفاع کرتا رہا پھر اس نے نیزہ پھینک دیا اور اپنی جھونپڑی کی طرف بھاگا وہاں سے اپنی تلوار اٹھائی اور دوبارہ مقابلے پر ڈٹ گیا۔

بعض مورخین کا کہنا ہے کہ عبدالرحمٰن بن عبید ابوالکنود نے شمر پر نیزے سے ایسا بھرپور حملہ کیا کہ وہ شدید زخمی ہو کر گر پڑا اور پھر اُٹھ نہ سکا مختار کے سپاہیوں نے اس کا سر تلوار سے اڑا دیا اور اس کی لاش پر اپنے گھوڑے دوڑائے پھر لاش پر کتے چھوڑ دیے گئے اور وہ لوگ شمر کا سر لے کر مختار کے پاس حاضر ہوئے۔

(تاریخ طبری جلد ہفتم ص 121۔ البدایہ والنہایہ جلد ہشتم ص 270۔ تاریخ الکامل جلد چہارم ص 92۔ الصواعق محرقہ ص 258۔ الحسین عربی ص 165)

حکیم بن طفیل الطائی کی عبرت ناک موت:

حکیم بن طفیل الطائی وہ ظالم شخص تھا جس نے امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تیر مارا تھا اور یہ اکثر کہتا رہتا تھا کہ میرا تیر ان کے پاجامے میں لگا تھا جس سے ان کو کوئی نقصان نہیں ہوا اس بدبخت نے میدان کربلا میں حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لباس اور اسلحہ پر بھی قبضہ کر لیا تھا مختار ثقفی نے اس کی گرفتاری پر عبداللہ بن کامل کو مامور کیا عبداللہ بن کامل چند سپاہی لے کر اس کے گھر گیا اور اسے گرفتار کر لیا اس کے گھر والے بھاگے بھاگے حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچے تا کہ وہ مختار سے حکیم بن طفیل طائی کی سفارش کر کے اسے چھڑوائیں مختار حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بہت ادب و احترام کرتا تھا حضرت عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوئی بھی لمحہ ضائع کیے بغیر اس کی سفارش کرنے کی غرض سے چل پڑے۔

ابھی راستے ہی میں تھے کہ انہیں عبداللہ بن کامل اپنے ساتھیوں کے ہمراہ حکیم بن طفیل الطائی کو گرفتار کر کے لے جاتے ہوئے مل گیا حضرت عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے کہا کہ

Marfat.com

حکیم کو چھوڑ دو۔ عبداللہ بن کامل نے جواب دیا کہ میں نے مختار کے حکم پر اسے گرفتار کیا ہے اس لیے میں اسے نہیں چھوڑ سکتا البتہ مختار چونکہ امیر اور حاکم ہیں لہٰذا مجھے جو وہ حکم دیں میں تابعداری کروں گا۔ یہ سن کر حضرت عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مختار کے دربار کی طرف روانہ ہو گئے ان کے روانہ ہوتے ہی عبداللہ بن کامل نے اپنے سپاہیوں نے کہا کہ ہمیں خدشہ ہے حضرت عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سفارش مختار مان لے گا اور اس طرح یہ خبیث بچ جائے گا حالانکہ آپ اس کے جرم سے خوب اچھی طرح آگاہ ہیں لہٰذا بہتر یہی ہے کہ ہم اسے ابھی قتل کر دیتے ہیں۔

عبداللہ بن کامل نے اس کو قتل کرنے کی اجازت دے دی چنانچہ جب یہ لوگ متزئین کے مکان پر پہنچے تو حکیم بن طفیل کی مشکیں خوب کس کر باندھ دیں اور اسے ایک جگہ پر نشانہ بنا کر کھڑا کر دیا اور اس کی طرف نفرت اور غصے سے دیکھتے ہوئے کہا تم نے ابن علیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لباس اتارا تھا آج ہم تیری آنکھوں کے سامنے تیرے سارے کپڑے اتارتے ہیں پھر انہوں نے اس کے سارے کپڑے اتار دیے اور اسے برہنہ کر دیا اس کے بعد اس سے کہا تم نے اپنے تیر سے حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو نشانہ بنایا تھا اور پھر تم یہ کہا کرتے تھے کہ تمہارا تیر ان کے پاجامے سے لگ گیا تھا اور اس سے حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو کوئی نقصان نہیں پہنچا واللہ ہم بھی تجھے اسی طرح تیر مارتے ہیں کہ وہ تیرے جسم کو نہ لگے پھر انہوں نے اس پر ایک تیر چلایا مگر بہت سے تیر ان لوگوں کی طرف سے اسے آ کر لگ گئے جس سے وہ ہلاک ہو گیا۔

اسی اثناء میں حضرت عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلدی سے مختار ثقفی کے پاس پہنچ گئے مختار نے ان کا بہت احترام کیا اور عزت افزائی کرتے ہوئے اپنے پاس بٹھایا حضرت عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی آمد کی غرض بتائی تو مختار نے کہا اے ابوظریف! آپ قاتلان حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی بھی سفارش کرتے ہیں انہوں نے جواب دیا اس پر جھوٹا اور غلط الزام لگایا گیا ہے مختار نے کہا اگر ایسی بات ہے تو پھر ہم اسے چھوڑ دیں گے اسی گفتگو کے دوران عبداللہ بن کامل وہاں پر پہنچ گیا تو مختار نے اس سے مخاطب ہو کر پوچھا کہ حکیم بن طفیل کے ساتھ کیا معاملہ کیا ہے؟ عبداللہ بن کامل نے جواب دیا کہ اسے تو قتل کر دیا گیا ہے مختار نے کہا میرے پاس لائے بغیر تم نے اسے قتل کرنے میں اتنی جلد بازی کیوں کی اس کی سفارش کے لیے جناب عدی یہاں پر آئے ہیں اور

Marfat.com

یہ ان کا حق ہے کہ ان کی سفارش قبول کی جائے۔

عبداللہ بن کامل نے جواب دیا اس کے قتل پر میرے ساتھیوں نے اصرار کیا تھا اس لیے میں مجبور ہو گیا حضرت عدی نے جب یہ بات سنی تو ابن کامل پر برس پڑے اور کہا اے دشمن خدا! تم جھوٹ بولتے ہو تم جانتے تھے کہ وہ شخص جو تم سے بہتر ہے وہ اس معاملے میں میری سفارش قبول کرے گا۔ اس لیے تم نے حکیم بن طفیل کو راستے میں ہی قتل کر دیا عبداللہ بن کامل بھی غصے میں آ گیا اور حضرت عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تلخ کلامی کرنے ہی لگا تھا کہ مختار نے اسے چپ رہنے کا اشارہ کیا حضرت عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مختار کے سلوک سے تو مطمئن ہوئے لیکن عبداللہ بن کامل کے رویے سے بہت خفا ہوئے۔ (تاریخ طبری۔ تاریخ الکامل)

اس حوالے سے بعض مورخین تحریر کرتے ہیں کہ حکیم بن طفیل الطائی کو گرفتار کر کے مختار ثقفی کے سامنے پیش کیا گیا تو مختار نے حکم دیا کہ اس کے چہرہ پر اس قدر تیر مارو کہ اس ظالم کی موت واقع ہو جائے چنانچہ حکم کی تعمیل کی گئی حکیم چیخ و پکار کرنے لگا اور فریاد کرنے لگا مختار ثقفی نے کہا اے ظالم! یاد کر سبط رسول کو بھی اس وقت ایسی ہی تکلیف ہوئی ہوگی جس وقت تو نے ان کے چہرہ مبارک کو تیر سے زخمی کیا تھا غرضیکہ حکیم بن طفیل الطائی پر اتنے تیر برسائے گئے کہ وہ ہلاک ہو گیا۔
(حیات امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ص 191)

عمرو بن صبیح کی عبرت ناک موت:

یزیدی لشکر میں شامل یہ ظالم شخص بہت متکبر تھا اور بڑے تکبر سے کہا کرتا تھا کہ میں نے حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ساتھیوں کو تیروں سے زخمی کیا تھا مگر میرے تیر سے کوئی مارا نہیں گیا اس کے بارے میں مختار ثقفی کو بتایا گیا تو اس نے آدھی رات کے وقت پولیس کا ایک دستہ اسے گرفتار کرنے کے لیے روانہ کیا یہ اس وقت اپنے گھر کی چھت پر اپنی تلوار تکیے کے نیچے رکھے گہری نیند سو رہا تھا پولیس خاموشی سے چھت پر چڑھ گئی اور بے خبری میں اسے قابو کر لیا اس کی تلوار بھی قبضہ میں لے لی اپنے آپ کو اس طرح بے بس دیکھ کر وہ بولا اللہ اس تلوار کا برا کرے یہ مجھ سے کتنی نزدیک تھی اور اب کتنی دور ہو گئی ہے پولیس اسے لے کر فوری طور پر مختار کے پاس پہنچی تو مختار نے حکم دیا کہ اسے صبح تک قید میں رکھا جائے۔

Marfat.com

جب صبح ہوئی تو مختار نے دربار منعقد کیا اور عمرو بن صبیح کو پیش کرنے کا حکم دیا چنانچہ اسے مختار کے سامنے پیش کیا گیا اُس وقت دربار میں بہت سے لوگ موجود تھے اس نے بھرے دربار میں کھڑے ہو کر نہائیت ڈھٹائی سے کہا اے گروہ کفار و فجار! اگر میرے ہاتھ میں تلوار ہوتی تو تم لوگوں کو پتہ چل جاتا کہ میں بزدل اور کمزور نہیں ہوں کاش کہ مجھے یہ خوشی حاصل ہو سکتی کہ میں تمہارے علاوہ کسی اور کے ہاتھ سے مارا جاتا کیونکہ میں تم لوگوں کو بدترین لوگ خیال کرتا ہوں کاش کہ میرے ہاتھ میں اُس وقت تلوار ہوتی اور میں تھوڑی دیر تک تم لوگوں سے مقابلہ کرتا۔ اس کے بعد اس نے اپنے نزدیک کھڑے عبداللہ بن کامل کو تھپڑ مار دیا۔ عبداللہ بن کامل اس کی بے بسی دیکھ کر ہنسا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر بولا یہ شخص اس بات کا دعویٰ کرتا ہے کہ اس نے آل رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نیزوں سے زخمی کیا تھا لہٰذا اس کے متعلق ہمیں حکم دیجیے۔ یہ سن کر مختار ثقفی نے نیزے لانے کا حکم دیا جب نیزے پیش کیے گئے تو مختار نے اسے نیزوں سے چھلنی کرنے کا حکم دے دیا چنانچہ اُسے نیزے مار مار کر ہلاک کر دیا گیا۔ (تاریخ طبری۔ تاریخ الکامل)

خولی کی عبرت ناک موت:

خولی بن یزید وہ ظالم شخص تھا جو حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر مبارک نیزے پر چڑھا کر کوفہ لے کر گیا تھا اس کی عبرت ناک موت کے بارے میں بعض مورخین لکھتے ہیں کہ خولی بن یزید کو جب مختار ثقفی کے سامنے گرفتار کر کے لایا گیا تو مختار اسے دیکھ کر بہت غضبناک ہوا اور کہا یہ وہ ظالم اور بدبخت شخص ہے جس نے امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر مبارک کو نیزے پر بلند کیا تھا اور اہل بیت کے سامنے لے کر پھرتا تھا اور اہل بیت کو اس نے اذیت پہنچائی اس لیئے اس کا سر بھی کاٹ کر نیزے پر چڑھایا جائے اور اس کے بیوی بچوں کے سامنے پھرایا جائے پھر تمام اہل کوفہ کو بھی دکھایا جائے۔ سپاہیوں نے مختار کے حکم کی تعمیل کی اور خولی کا سر تن سے جدا کر کے کوفہ کے بازاروں میں نیزے پر چڑھا کر پھرایا گیا۔

اس ضمن میں بعض مورخین لکھتے ہیں کہ مختار کے حکم سے جب خولی کو گرفتار کر کے مختار کے سامنے پیش کیا گیا تو مختار اسے دیکھتے ہی غضبناک ہو گیا اور اس نے جلاد کو حکم دیا کہ اس کے ہاتھ کاٹ دیے جائیں جلاد نے جب اس کے دونوں ہاتھ کاٹ دیے تو جلاد کو حکم ملا کہ اس کے دونوں

Marfat.com

پاؤں بھی کاٹ دیے جائیں جلاد نے فوری طور پر مختار کے حکم پر عمل کیا تکلیف کی شدت کے باعث خولی زمین پر پڑا تڑپتا اور اچھلتا تھا اس کو اذیت میں دیکھ کر مختار نے کہا ضبط و برداشت سے کام لو تیرے قتل کے بعد بھی تیری لگائی ہوئی آگ مسلمانوں کے سینوں میں بھڑکتی رہے گی یہ سزا تیرے اعمال کے لیئے کافی نہیں ہے جس دردناک عذاب کا تُو حقدار ہے اس کا آغاز تیری موت کے بعد ہوگا۔ (نقش کربلا ص 73)

خولی کی عبرتناک موت کے حوالے سے بعض مورخین نے تحریر کیا ہے کہ اس ظالم شخص کی گرفتاری کے لیئے مختار نے معاذ بن ہانی اور اپنے محافظ دستے کے کمانڈر ابو عمرہ کو مامور کیا چنانچہ یہ دونوں اپنے چند ساتھیوں کے ہمراہ خولی کے گھر کی طرف روانہ ہوئے اور وہاں پہنچ کر اس کے گھر کا محاصرہ کر لیا تاکہ کسی طرف سے نکل کر خولی بھاگ نہ سکے خولی کو اس محاصرہ کا علم ہو گیا اس لیئے وہ اپنی جان بچانے کی غرض سے گھر کے ایک گوشے میں چھپ گیا اور اپنی بیوی کو ہدائیت کی کہ میری تلاش میں آنے والوں کو میری موجودگی سے آگاہ نہ کرنا۔ اس بدبخت کی بیوی عیوف بنت مالک بن نہاد اُس روز سے ہی اس کی جان کی دشمن بن گئی تھی اور اس سے شدید نفرت کرتی تھی جس روز سے خولی حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر مبارک نیزے پر چڑھائے گھر آیا تھا چنانچہ جب ابو عمرہ کے کہنے پر معاذ بن ہانی نے دروازے پر دستک دیتے ہوئے خولی کو آواز دی تو خولی کی بیوی باہر نکلی اُس سے پوچھا گیا کہ تمہارا خاوند کدھر ہے اس نے زبان سے تو یہ جواب دیا کہ میں نہیں جانتی وہ کہاں ہے؟ مگر ہاتھ کے اشارے سے خولی کے چھپنے کی جگہ بھی بتادی۔ اس پر یہ لوگ اس طرف بڑھے اور خولی کو وہاں سے نکال کر اپنے قابو میں کر لیا اس کو پکڑ کر مختار کے سامنے لایا گیا تو مختار نے حکم دیا کہ اس کی گردن تن سے جدا کر دی جائے جب اس کی گردن اتار لی گئی تو پھر مختار کے حکم سے اس کی لاش کو جلا کر خاکستر کر دیا گیا۔

(تاریخ طبری جلد پنجم۔ تاریخ الکامل جلد چہارم)

عمرو بن الحجاج کی عبرتناک موت:

عمرو بن الحجاج بھی یزید کے لشکر میں شامل تھا اس کے بارے میں مختار کو اطلاع ملی کہ وہ ایک جنگل میں چھپا ہوا ہے مختار نے اس کو گرفتار کر کے لانے کی غرض سے ایک مسلح دستہ روانہ کیا

Marfat.com

جب یہ مسلح دستہ جنگل میں اس کی تلاش کے لیئے گیا تو دیکھا کہ عمرو بن الحجاج مُردوں کی طرح بے حس وحرکت زمین پر پڑا ہوا ہے اس کی زبان باہر نکلی ہوئی ہے سخت تکلیف واذیت میں مبتلا ہے اس سے اس کی حالت کے بارے میں پوچھا گیا تو اس نے اشاروں سے بتایا۔ کہ تین دنوں سے پیاسا ہوں حلق میں پانی کا ایک قطرہ نہیں گیا پیاس کی شدت کے باعث جان لبوں پر آرہی ہے میرے پاس پانی کا ایک مشکیزہ تھا جو کہ خود بخود چھلنی ہو گیا اور اس سے سارا پانی نکل کر بہہ گیا۔

اس کی اس بُری حالت کو دیکھ کر ایک شخص نے ترس کھا کر اس کے منہ میں پانی کے چند قطرے ٹپکائے لیکن پانی کے یہ قطرے جیسے ہی اس کے حلق میں گرے تو حلق میں ایک سوراخ ہو گیا اور وہ قطرے بھی باہر نکل آئے یہ دیکھ کر مختار کے لوگوں میں سے ایک شخص نے کہا اے عمرو بن الحجاج! اپنے ظلم اور جُرم کا نتیجہ تو نے دیکھ لیا جس طرح تو نے حضرت عباس علمدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشکیزہ میں چھید کیئے تھے یہ اس کا بدلہ ہے کہ تُو آج پانی کی ایک بوند کے لیئے ترس رہا ہے اور تیرے مشکیزے اور تیرے حلق میں چھید ہو گئے ہیں اس ظالم شخص کے ظلم کا خیال کر کے مختار کے ایک آدمی نے آگے بڑھ کر اس کی گردن پر تلوار کا وار کیا اور اس کی گردن جسم سے الگ کر دی پھر اس کی لاش کو جلا کر کوئلہ بنا دیا گیا اور اس بد بخت کا سر مختار کے سامنے پیش کر دیا گیا۔

(حیات امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ص 190)

زید بن رقاد کی عبرت ناک موت:

یزیدی فوج میں شامل یہ ظالم شخص بہت متکبر تھا اس نے میدان کربلا میں حضرت عبداللہ بن مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیشانی کا نشانہ لے کر ان پر تیر چلایا تھا جو کہ ان کی پیشانی میں اس طرح پیوست ہوا کہ انہوں نے اپنی پیشانی کو بچانے کی غرض سے اس پر اپنا ہاتھ رکھ لیا تھا اور تیر ہاتھ پر لگ کر پیشانی میں لگا اور ہاتھ میں پیشانی کے ساتھ ہی پیوست ہو گیا۔ اور کوشش کے باوجود الگ نہ ہو سکا ہاتھ الگ کرنے میں تکلیف کی شدت میں اضافہ ہو جاتا تھا۔ اس وقت انہوں نے فرمایا اے اللہ! جس طرح ہمیں ان دشمنوں نے بے بس وذلیل کر کے قتل کیا ہے۔ تو بھی ان کو ذلیل کر کے قتل کر پھر ایک ظالم کا تیر حضرت عبداللہ بن مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیٹ میں لگا اور وہ شہید ہو گئے۔ اس واقعہ کو بیان کرتے ہوئے بد بخت زید بن رقاد اکثر کہا کرتا تھا کہ

Marfat.com

میں اس نوجوان کے پاس آیا جو تیر اس کے پیٹ میں لگا تھا۔ اسے تو میں نے آسانی سے نکال لیا لیکن پیشانی پر لگنے والے تیر کو نکالنے کی کافی کوشش کی تیر تو نکل آیا مگر پیکان پیشانی میں ہی پیوست رہا۔

مختار ثقفی کو ظالم زید بن رقاد کے بارے میں اطلاع ملی تو اس نے عبداللہ بن کامل کو اس کی گرفتاری پر مامور کیا چنانچہ عبداللہ بن کامل ایک دستہ کے ساتھ اس کے گھر کی طرف گیا اور گھر کا محاصرہ کرلیا۔ اس نے جب اپنے گھر کو محاصرے میں دیکھا تو تلوار لے کر گھر سے نکلا اور مقابلے کے لیئے تیار ہو گیا۔ اس پر عبداللہ بن کامل نے اپنے سپاہیوں سے کہا کہ اسے تلوار یا نیزے سے نہ مارو بلکہ اس پر تیروں اور پتھروں کی بارش کر دو اس پر تیروں اور پتھروں کی اس پر بارش کردی گئی جس سے وہ شدید زخمی ہو کر گر پڑا عبداللہ بن کامل نے اسے زمین پر پڑے دیکھا تو کہا دیکھو اگر اس میں جان باقی ہے تو اٹھا کر میرے پاس لاؤ وہ ابھی زندہ تھا اس کو اٹھا کر عبداللہ بن کامل کے پاس لایا گیا تو عبداللہ بن کامل کے حکم سے آگ جلا کر اسے آگ میں ڈال کر کوئلہ بنا دیا گیا۔
(تاریخ طبری جلد ہفتم۔ تاریخ الکامل جلد چہارم)

عبیداللہ بن زیاد کی عبرت ناک موت:

ابن زیاد ابھی تک بچا ہوا تھا اور واقعہ کربلا کا سب سے بڑا مجرم یہی تھا چنانچہ مختار نے اس کی سرکوبی کے لئے ابراہیم بن مالک اشتر کو مقرر کیا اور انہیں لشکر دے کر روانہ کیا۔ اس وقت ابن زیاد موصل کے قریب اپنی فوج کے ساتھ خیمہ زن تھا۔ چنانچہ خارز کے مقام پر دونوں میں خوں ریز جنگ ہوئی مگر ابن زیاد کی فوج کو شکست ہوئی اور وہ میدان جنگ سے بھاگ نکلا لیکن گرفتار ہوا اور ابراہیم نے اس کا سر کاٹ کر مختار کے پاس بھیج دیا۔ مختار نے اسے محمد بن الحنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں روانہ کر دیا۔ (اخبار الطوال ص 288)

اس ضمن میں مورخین لکھتے ہیں کہ عبیداللہ بن زیاد یزید کی طرف سے کوفہ کا گورنر مقرر کیا گیا تھا اور اسی ظالم کے حکم سے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے اہل بیت اطہار پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے گئے یہی ابن زیاد موصل میں تین ہزار فوج کے ساتھ اترا۔ مختار نے ابراہیم بن مالک اشتر کو اس کے مقابلہ کے لیئے ایک لشکر دے کر بھیجا موصل سے تقریباً پندرہ کوس کے

Marfat.com

فاصلہ پر دریائے فرات کے کنارے دونوں لشکروں میں مقابلہ ہوا اور صبح سے شام تک خوب جنگ رہی جب دن ختم ہونے والا تھا اور سورج غروب ہونے والا تھا اس وقت ابراہیم بن مالک کی فوج غالب آئی عبید اللہ ابن زیاد کو شکست ہوئی اور اس کے ساتھیوں نے راہ فرار اختیار کی ابراہیم نے حکم دیا کہ مخالف فوج میں سے جو ہاتھ آئے اس کو زندہ نہ چھوڑا جائے چنانچہ ابن زیاد کی فوج کے بے شمار افراد مارے گئے۔

اسی ہنگامہ میں ابن زیاد بھی دس محرم 67ھ کو مارا گیا اس کا سر کاٹ کر ابراہیم کے پاس لایا گیا ابراہیم نے مختار کے پاس کوفہ بھجوا دیا اور اس کی لاش کو جلا دیا جب ابن زیاد کا سر کوفہ میں آیا تو مختار نے دربار عام منعقد کیا اور ابن زیاد کے سر کو پیش کرنے کا حکم دیا جب اس کا سر پیش ہوا تو اتفاق سے اس دن بھی دس محرم کا دن تھا مختار نے اہل کوفہ سے مخاطب ہو کر کہا دیکھو آج سے چھ برس قبل اسی جگہ پر اس بدبخت کے سامنے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر پیش ہوا تھا اور آج اس کا سر میرے سامنے رکھا ہے میں نے خون حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بدلہ لینے میں کوئی کمی نہیں کی ہے۔

ابن زیاد اور دیگر رؤساء کے سروں کو نمائش کے لیئے ایک جگہ رکھا گیا تو لوگوں نے دیکھا کہ ایک پتلا سانپ آیا اور اس نے سب سروں کو دیکھا پھر ابن زیاد کے سر میں داخل ہو کر ناک کے نتھنے سے اور ناک سے داخل ہو کر منہ سے نکلا اور ایسا کئی مرتبہ کیا اس بارے میں عمارہ بن عمیر کا بیان ہے کہ جب عبید اللہ بن زیاد اور اس کے ساتھیوں کے سر لا کر چوک کی مسجد میں بالترتیب رکھے گئے تو میں بھی وہاں پہنچا اس وقت لوگوں کی زبان پر تھا وہ آیا وہ آیا دیکھا تو ایک سانپ سروں میں سے گھستا ہوا ابن زیاد کے نتھنوں میں داخل ہوا پھر ذرا دیر رہ کر باہر غائب ہو گیا اب پھر لوگوں نے کہنا شروع کیا وہ آیا وہ آیا غرض اس سانپ نے دو تین مرتبہ ایسا ہی کیا۔

(ترمذی شریف جلد دوم۔ نور العین، تاریخ اسلام)

چند دیگر قاتلوں کی عبرتناک موت:

جناب مالک بن اعین الجہنی کا کہنا ہے کہ محمد بن عمار بن یاسر کو جس شخص نے قتل کیا تھا اس کا نام عبداللہ بن دماس تھا اس نے قاتلان حسین میں سے چند افراد کے نام مختار کو بتائے ان میں حمل

Marfat.com

بن مالک الحاربی، عبداللہ بن سید بن النزال الجہنی اور مالک بن السر العبدی بھی تھے اور یہ قادسیہ میں رہتے تھے مختار ثقفی نے اپنے سرداروں میں سے ایک سردار ابونمر مالک بن عمرو العبدی کو ان کی گرفتاری کی غرض سے روانہ کیا اس نے ان سب کو گرفتار کر کے مختار کے سامنے پیش کر دیا مختار نے ان سے کہا اے اللہ اور اللہ کی کتاب اور اللہ کے رسول اور آل رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دشمنو! حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہاں ہیں میرے سامنے حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حق ادا کرو ظالمو! تم نے ان کو قتل کیا جن پر نماز میں تمہیں درود پڑھنے کا حکم دیا گیا تھا۔

انہوں نے جواب دیا اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے ہمیں تو زبردستی بھیجا گیا تھا حالانکہ ہم پسند نہیں کرتے تھے لہذا ہم پر احسان فرمائیں اور ہمیں چھوڑ دیں مختار نے کہا کیا تم نے نواسہ رسول پر احسان کیا اور ان کو چھوڑا اور ان کو پانی پلایا تھا اس کے بعد مختار ثقفی نے مالک العبدی سے کہا تو نے ان کی ٹوپی اتاری تھی؟ عبداللہ بن کامل نے کہا ہاں اسی نے اتاری تھی مختار نے حکم دیا کہ اس کے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کاٹ کر چھوڑ دو تاکہ یہ اسی طرح تڑپ تڑپ کر مر جائے چنانچہ مختار کے حکم کی تعمیل کی گئی اور وہ تڑپ تڑپ کر مر گیا پھر دوسرے دونوں افراد مختار کے حکم سے قتل کر دیے گئے۔ حمل بن مالک الحاربی کو سعر بن ابی سعر نے اور عبداللہ الجہنی کو عبداللہ بن کامل نے قتل کیا۔ (تاریخ طبری جلد ہفتم ص 124۔ ابن اثیر جلد 4 ص 92)

حرملہ بن کاہل کی عبرتناک موت:

جس بدبخت ظالم نے کربلا میں حضرت علی اصغر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نازک حلق پر تیر چلایا تھا اُسے دنیا میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ سزا ملی کہ اس کی ناف اور اس کے اردگرد کی جگہ ہمیشہ جلتی رہتی اور اس کی پشت ہر وقت سردی سے ٹھٹھرتی رہتی تھی یہ بدبخت اپنے پیٹ پر پنکھا سے ہوا دیتا رہتا اور پشت کی طرف آگ جلاتا مگر پھر بھی اسے سکون نہیں ملتا تھا شدید تکلیف اور اذیت سے دوچار رہتا اس کے ساتھ ساتھ اس کی پیاس نہیں بجھتی تھی وہ ہر وقت پانی پیتا رہتا ایک لمحہ بھی اسے سکون حاصل نہ تھا بالآخر وہ پیاس کی شدت کی وجہ سے تڑپ تڑپ کر مر گیا۔

(سیرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ص 228)

اس ضمن میں بعض مورخین کا یہ کہنا ہے کہ اس ظالم کو جب گرفتار کر کے مختار ثقفی کے سامنے

Marfat.com

لایا گیا تو مختار اسے دیکھ کر غضبناک ہو گیا مختار کی آنکھوں کے سامنے اس ظالم کا جرم آ گیا کہ اس ظالم نے کس قدر ظلم کیا تھا کہ معصوم علی اصغر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حلق پر تیر مارا تھا مختار نے جلاد کو حرملہ کی گردن پر تیر مارنے کا حکم دیا چنانچہ اس پر تیروں کی بارش کر دی گئی نزع کے وقت آخری تیر اس کے گلے کے آر پار ہوا اور تڑپ تڑپ کر ہلاک ہو گیا۔ (نقش کربلا ص 74)

سر بازار قتل کر دیے گئے:

ابو سعید الصیقل بیان کرتے ہیں کہ مسعر الحنفی نے مختار ثقفی کو چند قاتلان حسین کے بارے میں بتایا۔ تو مختار نے عبداللہ بن کامل کو ان کی، گرفتاری کے لیئے روانہ کیا۔ اس نے ان میں سے عبداللہ بن قیس الخوانی، زیاد بن مالک، عمران بن خالد اور عبدالرحمٰن بن ابی خشکارہ البجلی کو گرفتار کر کے مختار کے سامنے پیش کر دیا مختار نے ان سے پوچھا اے صالحین اور نوجوانان جنت کے سردار کے قاتلو! بے شک آج تم سے اللہ تعالیٰ بدلہ لے گا بے شک وہ ورس یعنی وقت آج تمہارے لیئے بڑا منحوس دن لے کر آئی ہے وہ ورس یعنی وقت جو حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھی جس پر انہوں نے قبضہ کیا تھا پھر مختار کے حکم پر سر بازار ان کی گردنیں تن سے جدا کر دی گئیں۔ (تاریخ طبری جلد ہفتم ص 125۔ ابن اثیر جلد چہارم ص 94)

قیامت تک کیلئے عذاب:

یزیدی لشکر میں شامل ایک ظالم پر عذاب الٰہی نازل ہونے کے حوالے سے علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت صالح شام سے روائیت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے حلب میں خواب دیکھا کہ ایک کالا سیاہ کتا پیاس کی شدت سے بے حال ہو کر منہ سے زبان باہر نکالتا ہے۔ میں نے ارادہ کیا کہ اس کو پانی پلا دوں لیکن اسی دوران مجھے ایک غیبی آواز سنائی دی کہ خبردار! اس کو پانی نہ پلانا یہ حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قاتل ہے۔ روز محشر تک اس کی یہی سزا ہے۔ (تسوید القوس فی تلخیص مسند الفردوس)

عمرو بن سعید کا انجام:

عمرو بن سعید وہ بد بخت تھا جس نے یزید کے حکم پر مکہ مکرمہ پر لشکر کشی کے لیئے فوجی دستے

Marfat.com

تیار کیئے تھے اُس وقت اس بد بخت کو اس حرکت سے باز رکھنے کے لیئے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابی حضرت ابو شریح خزاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کافی کوشش کی مگر بد بخت عمرو بن سعید باز نہ آیا اس ضمن میں مروی ہے کہ۔

''حضرت ابو شریح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمرو بن سعید کو جب کہ وہ مکہ مکرمہ پر چڑھائی کے لیئے فوج کے دستے بھیج رہا تھا۔ فرمایا اے امیر! مجھے اجازت دیجیے تا کہ میں آپ کے سامنے وہ حدیث بیان کروں جس کو رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دوسرے دن کھڑے ہو کر بیان فرمایا تھا اور جس کو میرے دونوں کانوں نے سنا اور دل نے یاد رکھا اور جس وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کو بیان فرما رہے تھے تو میری دونوں آنکھیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھ رہی تھیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کے بعد فرمایا اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرمہ کو حرم بنایا اور لوگوں نے اس کو حرم نہیں بنایا لہٰذا جو شخص بھی اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس کے لیئے یہ حلال نہیں کہ مکہ مکرمہ میں کسی کا خون بہائے اور نہ وہاں کا کوئی درخت کاٹے اور پھر اگر کوئی شخص رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وہاں قتال کرنے کی وجہ سے اس بات کی رخصت چاہے تو اس کو بتا دو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو تو اس کی اجازت دی تھی لیکن تمہیں اس کی اجازت نہیں دی اور مجھے بھی گھڑی بھر دن کی اجازت تھی پھر آج اس کی حرمت اسی طرح عود کر آئی جس طرح کہ کل اس کی حرمت تھی اور جو شخص یہاں حاضر ہے اس کو چاہیے کہ جو شخص غائب ہے اس تک یہ بات پہنچا دے۔''

اس پر حضرت ابو شریح رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ پھر عمرو بن سعید نے کیا جواب دیا؟ انہوں نے فرمایا اس نے کہا اے ابو شریح! میں تجھ سے زیادہ جانتا ہوں مکہ مکرمہ نہ تو کسی عاصی کو پناہ دیتا ہے اور نہ کسی ایسے شخص کو جو خون کر کے وہاں بھاگ جائے اور نہ اس شخص کو جو چوری کر کے وہاں فرار ہو جائے۔ (صحیح بخاری)

عمرو بن سعید بنو اُمیہ کے اندر ہر دلعزیز اور بہت ذی عزت تھا اُس کے پاس حشم وخدم کی بھی کثرت تھی اور سرداری وافسری کی قابلیت بھی رکھتا تھا مروان کے بعد جب عبد الملک تخت نشین ہوا تو عمرو بن سعید کے ساتھ اُس نے ایسا سلوک کیا جس سے اُس کے دل کا انقباض دُور ہو گیا جب

Marfat.com

عبدالملک فوج لے کر قرقیسا کی طرف روانہ ہوا تو عمرو بن سعید نے اُس سے راستے میں کہا کہ آپ اپنے بعد میرے لیے تخت خلافت کی وصیت کر دیں مجھ کو اپنا ولی عہد مقرر فرمائیں۔ اس قسم کے وعدے عمرو بن سعید کے ساتھ شروع ہی میں کر لیے گئے تھے۔ وہ صرف اُن کا باقاعدہ اعلان چاہتا تھا۔ عبدالملک نے عمرو بن سعید کی خواہش کے پورا کرنے سے صاف انکار کیا عمرو بن سعید کو اس سے دل گرفتگی ہوئی وہ راستے ہی سے موقع پا کر دمشق کی جانب واپس چلا آیا اور یہاں آتے ہی اس نے دمشق پر قابض ہو کر اپنی خلافت وحکومت کا اعلان کیا لوگوں کو جمع کر کے خطبہ دیا اور وظائف مقرر کرنے اور بحسن سلوک پیش آنے کا وعدہ کیا۔

یہ خبر سُن کر عبدالملک بھی فوراً دمشق کی جانب واپس ہوا اور دمشق کا محاصرہ کر لیا مدتوں لڑائی کا سلسلہ جاری رہا اور عبدالملک کسی دوسری طرف متوجہ نہ ہو سکا بالآخر لوگوں نے بیچ میں پڑ کر دونوں میں صلح کرادی عہد نامہ لکھا گیا اور عمرو بن سعید نے شہر سے نکل کر عبدالملک کے خیمے میں آ کر ملاقات کی اور دمشق اُس کے سپرد کیا۔ عبدالملک کو ہمیشہ عمرو بن سعید بن عاص کی طرف سے اندیشہ رہتا تھا۔ اب اُس نے مناسب سمجھا کہ اس خدشہ کو بھی مٹا دیا جائے چنانچہ اُس نے دھوکے سے عمرو بن سعید کو ملاقات کے لیے دربار میں بلا بھیجا عمرو بن سعید آیا اور حسب دستور عبدالملک کے برابر تخت پر جا بیٹھا عبدالملک نے پہلے سے اس کام کے لیے آدمیوں کو جمع کر رکھا تھا۔ چنانچہ عمرو بن سعید کو پکڑ کر قتل کر دیا گیا۔

عمرو بن سعید کے بھائی یحیٰی کو خبر لگی تو وہ ایک ہزار آدمیوں کے ساتھ دارالامارۃ پر چڑھ آیا اور اُس کا محاصرہ کر لیا عبدالملک نے عمرو بن سعید کا سر کاٹ کر اوپر سے اُن لوگوں کی طرف پھینک دیا اور ساتھ ہی روپیوں اور اشرفیوں کو لٹانا بھی شروع کر دی لوگ روپے اور اشرفیوں کے اُٹھانے میں مصروف ہو گئے۔ اور یحیٰی تنہا کھڑا رہ گیا آخر یحیٰی کو گرفتار کر کے قید کر دیا۔ اور عمرو بن سعید کے لڑکوں کو بھی یحیٰی کے پاس جیل خانے میں بھیج دیا گیا یہ لوگ اُس وقت تک قید رہے جب کہ مصعب بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قتل ہوئے اور عبدالملک کا عراق پر قبضہ ہوا عمرو بن سعید کے قتل کا واقعہ 69ھ کا ہے۔ (تاریخ اسلام)

......☆☆☆......

Marfat.com

عبرت کے نشان

حضرت ابوالشیخ رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ ہم لوگ ایک جگہ پر بیٹھ کر بات چیت کر رہے تھے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل میں جس کسی نے بھی کسی طرح کی کوشش واعانت کی تو اللہ تعالیٰ نے اسے مرنے سے قبل کسی نہ کسی عذاب میں ضرور مبتلا کیا ہمارے پاس ایک بوڑھا بیٹھا ہوا تھا اس نے یہ بات سن کر کہا کہ اعانت تو میں نے بھی کی تھی لیکن میں کسی عذاب سے دوچار نہیں ہوا۔ اسی اثناء میں وہ بوڑھا چراغ ٹھیک کرنے کے لئے اُٹھا تو اس کی آگ بوڑھے کے کپڑوں کو لگ گئی جس نے اس کے پورے جسم کو اپنی لپیٹ میں لے لیا وہ آگ آگ چلاتا ہوا دریائے فرات کی طرف بھاگا اور اس میں چھلانگ لگا دی لیکن اس کے جسم کو لگنے والی آگ سرد نہ ہوئی اور وہ بوڑھا جل کر ہلاک ہو گیا۔ (صواعق محرقہ)

وہ جل کر کوئلہ ہو گیا:

اسی طرح کا ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے امام اسدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دن ہم لوگ ایک مجلس میں واقعہ کربلا کے متعلق گفتگو کر رہے تھے اور میدان کربلا میں ہونے والے ظلم وستم کا ذکر کر رہے تھے ہمارے پاس ایک خارجی بوڑھا بھی بیٹھا ہوا تھا ہم میں سے ایک شخص نے کہا کہ دنیا میں کوئی ایسا شخص نہیں تھا جس نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبر سن کر خوشی کا اظہار کیا ہو اور وہ عذاب الٰہی میں مبتلا نہ ہوا ہو یہ سن کر اُس خارجی نے ہنستے ہوئے کہا یہ غلط ہے کیونکہ عراق میں امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب قتل کیئے گئے تو اس خبر کو سُن کر میں خوش ہوا تھا اور دیکھ لو کہ ابھی تک تمہارے سامنے بالکل ٹھیک حالت میں بیٹھا ہوا ہوں بوڑھے کی اس بات کو سن کر ہم لوگوں نے خاموشی اختیار کر لی وہ بوڑھا چراغ کے پاس ہی بیٹھا ہوا تھا چند لمحوں کے بعد اس جلتے ہوئے چراغ سے ایک شرارہ نکلا جس سے اس کے کپڑوں کو آگ لگ گئی

Marfat.com

جسے بجھانے کی اس کی کوشش ناکام ہوگئی اس کی اس حالت کو دیکھ کر ہم لوگ خوفزدہ ہوئے اور اپنی اپنی جگہ سے اُٹھ کر کھڑے ہو گئے کہ کہیں آگ ہمیں اپنی لپیٹ میں نہ لے لے۔

وہ بوڑھا آگ کے شعلوں میں گھر چکا تھا اپنے آپ کو آگ کے شعلوں سے نجات دلانے کے لیئے وہ نزدیک ہی بہتی ہوئی ایک ندی کی طرف بھاگا اور اس میں چھلانگ لگا دی لیکن ندی میں کودنے کے باوجود آگ نے اس کے جسم کو نہ چھوڑا بلکہ ندی کے پانی نے مٹی کے تیل کا کام کیا ہمارے سامنے آگ کے شعلوں نے اس کے جسم کو پوری طرح اپنی لپیٹ میں لے لیا اس کا گوشت اور ہڈیاں جل رہی تھیں اس کی اس حالت کو دیکھ کر ہمیں بڑی عبرت ہوئی۔ اور ہم توبہ توبہ کرنے لگے پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ جل کر کوئلہ ہو گیا۔ (کنز الغرائب)

اس کی پیاس بجھ نہ سکی:

ابن عینیہ اپنی دادی اُم ابی سے روایت کرتے ہیں کہ جعفین میں سے دو افراد حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل میں شریک تھے ان سے میں ایک کو اس قدر شدید پیاس لگتی تھی کہ کسی بھی طرح نہیں بجھتی تھی۔ حضرت سفیان رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ان میں سے ایک شخص کے بیٹے کو میں نے دیکھا کہ وہ پاگل تھا۔

(تہذیب التہذیب جلد دوم ص 354۔ سر الشہادتین ص 33 صواعق محرقہ ص 193)

دردناک عذاب:

اس بارے میں علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ تحریر کرتے ہیں کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد جس قدر فتنے پیدا ہوئے اور جن کے بارے میں تاریخ کے اوراق میں رقم ہے ان میں بیشتر بالکل درست ہیں امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتلوں میں سے ایسا کوئی شخص محفوظ نہ رہ سکا جو کسی نہ کسی عذاب میں مبتلا نہ ہوا ہو بہت سے لوگ انتہائی دردناک عذاب میں مبتلا ہوئے اور بیشتر لوگ پاگل اور مخبوط الحواس ہو گئے۔ (الحسین عربی ص 164)

دنیا میں سزا ضرور ملی:

علامہ زہری سے مروی ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتلوں میں سے

Marfat.com

کوئی شخص ایسا نہ تھا جو اس دنیا میں سزا سے محفوظ رہا ان میں سے بعض کو دردناک طریقوں سے ہلاک کر دیا گیا بعض اندھے ہو گئے اور جو لوگ اقتدار میں تھے ان کا اقتدار بہت جلد تھوڑے ہی عرصے میں ختم ہو گیا۔ (ابن جوزی)

ظالموں کی اولاد بھی اندھی ہو گئی:

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصنیف ''محاضرات ومحاورات'' میں لکھتے ہیں کہ کوفہ میں ایک سال چیچک کا مرض پھیل گیا جس میں ڈیڑھ ہزار ان لوگوں کی اولاد اندھی ہو گئی جو حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل میں شریک تھے۔ (نور الابصار ص 152)

چہرے کی رنگت سیاہ ہو گئی:

علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ تحریر کرتے ہیں کہ جس ظالم نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر مبارک کو اپنے گھوڑے کی گردن میں لٹکایا تھا اس واقعہ کے کچھ دنوں بعد اس کے چہرے کی رنگت کالی سیاہ ہو گئی اس سے لوگوں نے کہا کہ تمہاری شکل تو ٹھیک تھی پھر اس قدر سیاہ کس طرح ہو گئی اس نے کہا جس دن سے میں نے حضرت امام حسینؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر مبارک کو اپنے گھوڑے کی گردن میں لٹکایا تھا اُسی دن سے ہر رات کو میرے پاس دو افراد آتے ہیں اور مجھے زبردستی پکڑ کر ایسی جگہ پر لے جاتے ہیں جہاں آگ کا الاؤ جل رہا ہوتا ہے وہ مجھے منہ کے بل اس آگ میں ڈال کر نکالتے ہیں جس کے باعث میں بہت اذیت اور تکلیف محسوس کرتا ہوں اور میرے چہرے کا رنگ سیاہ ہو گیا ہے یہ شخص بھی انتہائی عبرتناک حالت میں ہلاک ہوا۔
(صواعق محرقہ)

وہ ذلت کی موت مرا:

جس ظالم نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد آپ کا عمامہ مبارک اُتار کر اپنے سر پر رکھا تھا اس کا نام جابر بن یزید ازدی تھا اُس کا ذہنی توازن خراب ہو گیا وہ پاگلوں کی طرح نالیوں کا گندہ پانی پیتا اور گندگی کھاتا تھا لوگ اسے دیکھ کر عبرت حاصل کرتے ذلت اس کا مقدر بن گئی بالآخر دیواروں سے سر ٹکراتے ہوئے وہ اذیت ناک طریقے سے ہلاک ہو گیا۔

Marfat.com

ظالم کی بینائی ختم ہوگئی:

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل میں شریک یزیدی فوج کا ایک سپاہی اندھا ہو گیا اور اس کی بینائی واپس نہ آئی اس سے اس اندھے پن کی وجہ پوچھی گئی تو اس نے بتایا کہ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آستین مبارک چڑھائے ہوئے اور دست مبارک میں برہنہ تلوار لیئے ہوئے کھڑے ہیں اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے ایک چمڑا بچھا ہوا ہے جس پر دس قاتلان حسین ذبح کیئے ہوئے پڑے ہیں رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نگاہ مبارک جب مجھ پر پڑی تو مجھے بہت لعنت ملامت کی اور ایک سلائی خون میں ڈبو کر میری آنکھوں میں پھیر دی جس کے باعث میں اندھا ہو گیا۔

(صواعق محرقہ ص194)

......☆☆☆......

Marfat.com

بنواُمیہ کے اقتدار کا خاتمہ

اقتدار کے خاتمے کی کوششیں:

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عقیدت مندوں نے نواسہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سفاکانہ قتل اور ان پر کیے جانے والے بہیمانہ مظالم کا دل کھول کر انتقام لے لیا اور قاتلان حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں سے ایک ایک کو چن چن کر قتل کر دیا حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جھنڈے کے نیچے متحد ہونے والوں نے بھی اس تحریک کو تقویت پہنچائی اور بنوامیہ کے اقتدار کو شدید ضعف پہنچایا مگر یہ کوششیں یہیں تک رہیں اور بنوامیہ کی سلطنت بیخ و بن سے نہ اکھڑ سکی حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھیوں نے بنوامیہ کے شدید محاصرے سے مجبور ہو کر ان کا ساتھ چھوڑ دیا اور وہ نہایت بیدردی سے شہید کر دیئے گئے اس طرح بنوامیہ کی سلطنت پھر قائم ہو گئی اور اس کے خلاف جاری ہونے والی تحریکوں کو نہایت سختی سے دبایا جاتا رہا مگر یہ تحریکیں بنوامیہ کے شدید مظالم کے باوجود بھی نہ دب سکیں اور عقیدت مندان حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس غاصبانہ سلطنت کی اینٹ سے اینٹ بجانے کے لئے برابر اٹھتے رہے۔

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ابی طالب کے ساتھ کربلا میں اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مکہ مکرمہ میں حکومت بنواُمیہ کی طرف سے جو سلوک ہوا اس نے اور اس کے بعد حجاج وغیرہ نے حجاز و عراق میں جس قسم کا طرز عمل اختیار کیا تھا اس نے حجاز و عراق کے عرب قبائل کو اوّل خوف زدہ بنا کر خاموش کر دیا تھا۔ اس کے بعد ایصال زر اور مال و دولت، کے استعمال نے یہ اثر پیدا کیا۔ کہ لوگوں کے دلوں میں بنواُمیہ کی طرف سے حاسدانہ جذبہ پیدا ہو کر اندر ہی اندر بنوامیہ کے ساتھ خلوص و ہمدردی دلوں سے دُور ہونے لگی

Marfat.com

ہشام کی حکومت کا زمانہ بظاہر امن وسکون اور اطمینان کا زمانہ تھا اب عراق وحجاز میں حجاج وابن زیاد وغیرہ سخت گیر وتشدد پسند حکمران بھی نہ تھے بنو ہاشم کو رہ رہ کر اپنی بربادیوں اور بنو اُمیہ کی کامیابیوں کا خیال آتا تھا وہ تمام ان لوگوں کو جو براہ راست حکومت وقت سے کوئی غیر معمولی فائدہ نہیں اٹھا رہے تھے۔ اپنا ہمدرد دیکھتے تھے خوف ودہشت کا پتھر بھی چھاتی سے اُتر چکا تھا لہٰذا بنو ہاشم نے بنو اُمیہ کی حکومت مٹانے اور خود حکومت حاصل کرنے کا مصمم ارادہ کیا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے زمانے سے ان کو تجربہ تھا کہ حکومتوں کے مٹانے اور فنا کرنے کے لیے تلوار سے زیادہ تدبیر کارگر ہوتی ہے لہٰذا سازشوں اور خفیہ کارروائیوں کا سلسلہ زور شور سے شروع کیا گیا یہ کام بنو ہاشم کے دو خاندانوں نے ایک ہی وقت میں شروع کیا یعنی علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ابو طالب اور عباس بن عبد المطلب کی اولادوں نے جدا جدا کوششیں شروع کیں۔ (تاریخ اسلام)

امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے کی جدوجہد:

اموی حکمران ہشام بن عبد الملک نے یوسف بن عمر ثقفی کو عراق کا حاکم مقرر کیا تھا اس کے دور یعنی 122ھ میں زید بن علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ابی طالب نے مخفی طور پر لوگوں سے بیعت لینی شروع کی۔

بنو اُمیہ کی مقبولیت اس قدر کمزور ہو چکی تھی۔ کہ اس بیعت میں زید بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بڑی کامیابی ہوئی۔ شہر کوفہ میں زید بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر پندرہ ہزار، افراد نے بیعت کی۔

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی زید بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حامیوں میں تھے جو لوگ گزشتہ زمانے کے حالات پر نظر رکھتے تھے۔ انہوں نے زید بن علی کو خروج سے باز رکھنے اور ابھی اور انتظار کرنے کا مشورہ دیا۔ لیکن زید بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ نے اس مشورے پر عمل نہ کیا انہوں نے کوفہ میں خروج کیا۔ یوسف بن عمر ثقفی نے اس بغاوت کو دبانے کی کوشش کی معرکہ آرائی تک نوبت پہنچی۔ کوفیوں نے جس طرح حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مصعب بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دھوکا دیا تھا اسی طرح زید بن علی کو بھی دھوکا دیا جب تلوار چلانے اور

Marfat.com

مردانگی کے جوہر دکھانے کا وقت آیا۔ تو انہوں نے زید بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ بحث شروع کر دی ان سے سوال کیا کہ پہلے آپ یہ فرمائیے کہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کیسا سمجھتے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ میں نے اپنے خاندان میں کسی کو ان دونوں کی نسبت بُرا کہتے نہیں سُنا کوفیوں نے کہا کہ جب خلافت کے اصل حق دار آپ ہی کے خاندان والے تھے۔ اور ان دونوں کے خلافت پر قابض ہو جانے سے وہ ناراض نہ ہوئے تو اب اگر بنو اُمیہ نے بجائے آپ کے خلافت پر قبضہ کر لیا ہے تو آپ ان کو کیوں بُرا کہتے اور ان سے لڑتے ہیں یہ کہہ کر بیعت فسخ کر کے چل دیے۔

صرف دو سو بیس آدمی زید بن علی کے ساتھ رہ گئے ان مٹھی بھر افراد سے زید بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یوسف ثقفی کی کئی ہزار فوج کا مقابلہ کیا غرض کوفہ کی گلیوں میں وہ ایک ایک شخص کے گھر پر پہنچ کر آواز دیتے اور عہد بیعت یاد دلا کر اپنی حمایت کے لیے بلاتے تھے مگر کوئی نہیں نکلتا تھا آخر کئی مرتبہ گورنر عراق کی فوجوں کو شکست دینے کے بعد وہ قتل ہو گئے۔ ان کی پیشانی میں ایک تیر آ کر لگا۔ جس کے صدمہ سے جانبر نہ ہو سکے یوسف بن عمر ثقفی نے ان کا سر کٹوا کر ہشام بن عبدالملک کے پاس دمشق میں بھجوا دیا زید بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے یحییٰ بن زید اپنے باپ کے فوت ہونے کے بعد پہلے نینوا کی طرف جا کر روپوش رہے پھر موقع پا کر خراسان کی طرف چلے گئے۔

زید بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ کوشش عجلت اور ناعاقبت اندیشی کے سبب ناکام رہی لیکن اس سے عباسیوں نے فائدہ اٹھانے میں کمی نہیں کی ان کو زیادہ احتیاط برتنے اور زیادہ دُور اندیشی سے کام لینے کی ترغیب ہوئی اور وہ اس بات کا بھی صحیح اندازہ کر سکے کہ ملک میں بنو اُمیہ کے اثر و اقتدار کی اب کیا کیفیت ہے زید بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات نے اور بھی زیادہ لوگوں کی ہمدردی کو بنو ہاشم کی طرف مائل کر دیا کیونکہ ہشام بن عبدالملک نے زید بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کٹے ہوئے سر کو دمشق کے دروازے پر لٹکا دیا اور یوسف ثقفی نے زید بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہیوں کی لاشوں کو سولی پر لٹکا دیا جو برسوں وہاں لٹکتی اور لوگوں کو بنو اُمیہ سے متنفر اور بنو ہاشم کا ہمدرد بناتی رہیں۔ (تاریخ اسلام)

Marfat.com

عباسیوں کی جدوجہد:

بنوامیہ کے خلاف جدوجہد کرنے والی تحریکوں میں سب سے زیادہ مضبوط عباسیوں کی تحریک تھی محمد بن الحنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند ابوہاشم اس تحریک کے سربراہ اول تھے ابوہاشم صاحب علم وفضل ہونے کے ساتھ ساتھ بڑے مدبر اور الوالعزم رہنما تھے۔اور شہادت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے المناک واقعہ سے بہت زیادہ متاثر ہوئے تھے۔انہیں اہل حجاز میں بڑی قدرو منزلت حاصل تھی اور لوگ انہیں اپنا مذہبی پیشوا تسلیم کرتے تھے۔ابوہاشم نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا انتقام لینے اور بنوامیہ کی حکومت کے خاتمے کے لئے ایک تحریک کی ابتدا کی مگر اس تحریک کے آغاز ہی میں اموی خلیفہ سلیمان ابوہاشم سے بدظن ہو گیا اور ایک موقع پر جب وہ اس سے ملنے گئے ہوئے تھے اس نے انہیں زہر دلوادیا جس سے واپسی کے وقت راستے میں ان کا انتقال ہو گیا۔ابوہاشم کے انتقال کے بعد مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے محمد بن علی نے امامت کا دعویٰ کیا اور جنوبی فلسطین کے ایک گاؤں حمیمہ میں ان کی بیعت کی گئی اس بیعت میں بہت سے عقیدتمندان حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شامل تھے میسرہ بن العبدی حیان العطار ابوعکرمہ السراج اور محمد بن حبیش جنہوں نے امام محمد بن علی کے ہاتھ پر بیعت کی عقیدت مندان حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں سے نمایاں حیثیت کے لوگ تھے۔(ابن خلدون جلد سوم ص 100)

یہ چاروں بڑے ذہین آدمی تھے اور محمد بن علی نے ان کی ذہانت سے متاثر ہو کر انہیں عراق اور خراسان میں متعین کر دیا۔ان علاقوں میں عباسی تحریک کے یہ اولین داعی تھے ان چاروں داعیوں نے اس تحریک کو بڑی احتیاط کے ساتھ چلایا اور اپنی امداد کے لئے بیاسی 82 آدمی مقرر کیئے یہ لوگ تاجروں کے بھیس میں عراق اور خراسان کے شہروں اور قصبوں میں پھیل گئے امام محمد بن علی نے اپنے داعیوں کو ہدایت کر دی کہ لوگوں کے سامنے شہادت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے المناک واقعات بیان کر کے انہیں انتقام پر آمادہ کرو۔اور اس کے ساتھ ساتھ اموی حکمرانوں کی بداعمالیوں کی اچھی طرح تشہیر کرو نیز لوگوں کو بتاؤ کہ خلافت اہل بیت نبوی گا حق ہے۔اس تحریک کے یہی تین بڑے بڑے مقاصد تھے۔امام محمد بن علی کی ہدایت کے مطابق یہ ساری

Marfat.com

تحریک پوشیدہ رکھی گئی۔اور ذہین داعیوں نے جن میں بیشتر لوگ،فصاحت وبلاغت اور طلاقت لسانی میں اپنا جواب نہ رکھتے تھے ایران اور عراق کے علاقوں میں شہادت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واقعات سنا سنا کر آگ لگادی۔لوگ ان واقعات کو سنتے اور دھاڑیں مار مار کر روتے۔اموی حکمرانوں اور گورنروں کی بدکرداری اس تحریک کو مزید تقویت دینے کا باعث ہوئی کچھ ہی عرصے کے بعد حکومت کو بھی اس تحریک کی سرگرمیوں کا علم ہوگیا اور حاکم خراسان نے دو عباسی داعیوں ابی عکرمہ اور حیان کو گرفتار کر کے قتل کر دیا ان کے قتل کے بعد امام محمد بن علی نے پانچ نئے داعی سلیمان بن کثیر،طلحہ بن رزیف موسیٰ بن کثیر،مالک بن الہیثم اور خالد بن الہیثم مقرر کر کے خراسان بھیجے۔

(الدینوری ص 337)

ان لوگوں کی کوشش سے عباسی تحریک میں نئی زندگی پیدا ہوگئی اور انہوں نے ہزاروں افراد سے امام محمد بن علی کی بیعت لے کر ایک گراں قدر رقم بھی فراہم کر لی ایک روایت کے مطابق اس رقم کا تخمینہ بیس ہزار دینار اور دو لاکھ درہم لگایا گیا ہے 743ء مطابق 124ھ میں امام محمد بن علی کا انتقال ہوگیا اور انتقال سے پہلے انہوں نے اپنے بیٹوں ابراہیم ابوالعباس عبداللہ اور ابوجعفر منصور کو یکے بعد دیگرے اپنا جانشین نامزد کیا امام محمد بن علی کے انتقال کے بعد ان کے بیٹے امام ابراہیم کے ہاتھ پر بیعت کی گئی۔اور یہی زمانہ اس تحریک کی مقبولیت کے لئے سازگار ثابت ہوا کیونکہ اس دور میں عباسی تحریک کو دو عظیم دماغوں کا تعاون حاصل ہوگیا ابومسلم خراسانی اور ابوسلمہ خلال دو ایرانی النسل نوجوانوں نے اس تحریک میں شامل ہو کر انقلاب عظیم برپا کر دیا امام ابراہیم بھی ان دونوں نوجوانوں کی ذہانت وفراست کے معترف تھے اور انہوں نے ابومسلم خراسانی کو تمام داعیوں کا سرگروہ بنادیا اور اسے عباسیوں کا سیاہ علم جس کا نام "سحاب" تھا اپنے دست خاص سے عطا کیا۔

ابومسلم خراسان میں بیٹھ کر اس تحریک کی تنظیم کرنے لگا اسی دوران میں عربوں کے دو مشہور قبیلوں مضریوں اور یمنیوں کی کشیدگی کی وجہ سے خراسان کے حالات خراب ہونے لگے خراسان کا اموی حاکم نصر بن سیار یمانیوں کا دشمن تھا اور یمانیوں کا سردار جدیع بن علی الکرمانی نصر بن سیار کے تعصب کی بنا پر اسے تباہ کرنے کے درپے تھا۔اس کشمکش کا نتیجہ یہ نکلا کہ نصر نے یمانیوں کے

Marfat.com

سردار کرمانی کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا مگر جلد ہی یمانیوں نے اسے رہا کرالیا اور پھر دونوں میں جنگ شروع ہوگئی۔ ابومسلم خراسانی نے ان حالات سے پوری طرح فائدہ اٹھایا اور بنوامیہ کو شہادت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے المناک واقعہ کا ذمہ دار قرار دیکر یمانیوں کو اموی حکومت سے اور زیادہ بدظن کر دیا حالات کو اپنے حق میں سازگار دیکھ کر اس نے لوگوں کو خلافت اہل بیت کی طرف کھلم کھلا دعوت دینا شروع کر دی مگر چونکہ حاکم خراسان یمانیوں کے ساتھ جنگ وجدل میں الجھا ہوا تھا۔ اس لئے وہ اس تحریک کے سدّ باب کے لئے کوئی موثر قدم نہ اٹھا سکا رفتہ رفتہ ابومسلم کے پاس دو لاکھ افراد جمع ہوگئے۔ (الدینوری ص 356)

اس زمانے میں مروان بن محمد اموی حکومت کی مسند پر فائز تھا جب اسے اس تحریک کی قوت کی اطلاع ہوئی تو اس نے امام ابراہیم کی گرفتاری کے احکامات جاری کر دیئے ابراہیم گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیئے گئے اور وہیں ان کی وفات ہوگئی امام ابراہیم کی وفات کے بعد ان کے بھائی ابوالعباس عبداللہ کے ہاتھ پر امامت کی بیعت کی گئی ابوالعباس عبداللہ کی امامت عباسیوں کے لئے بڑی مبارک ثابت ہوئی کیونکہ اس امامت کے معا بعد ابومسلم خراسانی یمانیوں کے سردار کرمانی کو اس وعدے پر اپنے ساتھ ملانے میں کامیاب ہوگیا کہ وہ حاکم خراسان نصر بن سیار کے مقابلے میں اس کی پوری طرح امداد کرے گا مگر اسی دوران نصر نے کرمانی کو دھوکے سے قتل کرادیا۔ اس واقعہ نے یمانیوں کو نصر کے خلاف پھر مشتعل کر دیا اور کرمانی کا بیٹا علی ابومسلم کے پاس امداد کی درخواست لے کر آیا ابومسلم نے نہایت ہوشیاری سے کام لے کر علی کو اپنے ساتھ ملا لیا اس طرح ہزاروں افراد کی ایک طاقتور اور بہادر جماعت ابومسلم کے ساتھ ہوگئی اس کے بعد اس نے سارے خراسان کے داعیوں کو بغاوت کی تیاری مکمل کرنے کی ہدایت کی اور جب یہ تیاریاں مکمل ہوگئیں تو اس نے 9 جون 747ء مطابق رمضان 129ھ کا دن عام بغاوت کے لئے مقرر کیا اور جب اس مقررہ دن کی صبح طلوع ہوئی تو ہر طرف سیاہ علم بلند ہوگئے اور عباسی رضا کار سیاہ کپڑے پہنے مسلح ہو کر گھروں سے نکل آئے۔ ابومسلم خراسانی کی سرکردگی میں عباسی تحریک کے افراد اور یمانیوں نے مل کر خراسان کے گورنر نصر پر ایک بھرپور حملہ کیا اس جنگ میں نصر کو بری طرح شکست ہوئی اور وہ اپنے اہل وعیال کو لے کر نکل بھاگا۔ اس طرح خراسان کے اہم ترین

Marfat.com

شہر مرو پر عباسیوں کا علم لہرانے لگا۔اس کے بعد عباسی فتوحات کا سیلاب طوس۔صوذ قان،نیشاپور ،جرجان اور رے کی طرف بڑھا اور ہر مقام پر اموی فوجوں کو شکست دی اسی اثنا میں ربیع الاول 131ھ مطابق نومبر 748ء میں اموی خلیفہ مروان کی موت واقع ہوگئی اور مروان ثانی خلیفہ ہوا اب ابومسلم کی سب سے بڑی کوشش یہ تھی کہ نئے خلیفہ کو استحکام حاصل ہونے سے پہلے ہی اموی حکومت کو ختم کر دیا جائے۔چنانچہ اس نے اپنے جرنیل قحطبہ ابن شبیب کو مغرب کی طرف پیش قدمی کرنے کا حکم دیا۔اور اس کے بیٹے ابن قحطبہ نے نہاوند کا محاصرہ کیا محاصرہ جاری تھا۔کہ ایک زبردست اموی فوج عبداللہ ابن معاویہ کی سرکردگی میں نہاوند پہنچ گئی باوجودیکہ اس فوج کی تعداد ایک لاکھ تھی مگر جب اس کا عباسیوں سے مقابلہ ہوا تو اس نے بڑی بزدلی کا مظاہرہ کیا اور میدان سے اس طرح بھاگنے لگی جیسے چوہے بلوں میں گھستے ہیں حالانکہ عباسیوں کے ساتھ صرف بیس ہزار افراد تھے اس کے بعد عباسیوں کا لشکر عراق کی طرف بڑھا اور امیر لشکر قحطبہ اور اموی جرنیل ابن زہیرہ کے درمیان 8 محرم 132ھ مطابق 27 اگست 749ء کو کربلا کے قریب زبردست جنگ ہوئی جس میں امویوں کو پھر شکست کا منہ دیکھنا پڑا اس جنگ میں ہزاروں اموی قتل کیے گئے اس طرح عباسیوں کے ہاتھوں کربلا کا انتقام کربلا کے میدان کے قریب ہی لے لیا گیا اور وہ بھی محرم کے پہلے عشرے میں ادھر کوفہ میں بھی بغاوت ہوگئی اور یمانیوں کے سردار محمد بن خالد بن عبداللہ القسری نے کوفہ پر قبضہ کر لیا امام ابوالعباس جو ابھی تک کوفہ کے ایک عباسی داعی کے گھر میں روپوش تھے پہلی بار ظاہر ہوئے اور 28 نومبر 749ء مطابق 12 ربیع الثانی 132ھ کو کوفہ کی جامع مسجد میں کھلم کھلا بیعت لی منبر پر بیٹھ کر خطبہ دیا اور ابوسلمہ خلال کو اپنا وزیر مقرر کیا۔

فیصلہ کن جنگ:

ہر طرف سے شکست کھا کھا کر بقیۃ السیف اموی مروان ثانی کے پاس جمع ہونے لگے اور ایک بڑی اور فیصلہ کن جنگ کی تیاریاں ہونے لگیں یہ جنگ تاریخ میں جنگ زاب کے نام سے مشہور ہے۔11 جمادی الثانی 132ھ مطابق 2 جنوری 750ء کو دریائے زاب کے کنارے اموی حکمران مروان ثانی ایک لشکر جرار کے ساتھ صف آرا ہوا۔اس لشکر میں ایک لاکھ سے زیادہ جنگ آزما تھے۔عباسیوں کی طرف سے امام ابوالعباس کا چچا عبداللہ مقابلے کے لئے نکلا مگر یہاں

Marfat.com

بھی امویوں کے قدم نہ جم سکے اور وہ اپنے خلیفہ کو بے یارو مددگار چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے مروان بھی بھاگا اور شام پہنچ کر پھر مقابلے کی تیاریاں کرنے لگا عبداللہ نے بھی اپنے لشکر کو شام کی طرف کوچ کرنے کا حکم دیا اور دمشق پہنچ کر شہر کا محاصرہ کر لیا۔ شام بنو امیہ کا مستقر تھا اور یہاں وہ طویل عرصے سے حکمرانی کر رہے تھے ان کی ایک بڑی تعداد یہیں آباد تھی اس لیے خیال تھا کہ عباسی شام میں کامیابی حاصل نہیں کر سکیں گے یہاں مروان کے جھنڈے کے نیچے سوا لاکھ کی جمعیت تھی جس میں سے پچاس ہزار تو صرف اموی تھے مگر یہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ جب دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا تو امویوں نے بڑی بزدلی کا مظاہرہ کیا ہزاروں آدمی گاجر مولی کی طرح کاٹ دیئے گئے اور باقی نامردوں کی طرح بھاگ کھڑے ہوئے اس طرح اموی حکومت کا دارالخلافہ بھی ان کے ہاتھ سے نکل گیا مروان یہاں سے بھاگ کر مصر پہنچا عباسیوں نے یہاں بھی اسے چین سے نہ بیٹھنے دیا۔ اور مصر پہنچ کر اسے ایک گرجا کی عمارت سے جہاں وہ عباسیوں کے ڈر سے روپوش تھا گرفتار کر کے 136ھ مطابق 15 اگست 750ء کو قتل کر دیا اور اس کا سر عباسی خلیفہ ابوالعباس عبداللہ کے پاس بھیج دیا۔

امویوں کا قتل عام:

اس ہنگامہ دارو گیر میں چھ لاکھ اموی تو صرف ابو مسلم خراسانی اور اس کی فوج کے ہاتھوں قتل کیے گئے۔ اموی خاندانوں کے سرداروں اور خصوصاً شاہی خاندان کے ایک ایک فرد کا چن چن کر کام تمام کیا گیا۔ عراق اور شام میں سینکڑوں جاسوس یہ معلوم کرنے کے لئے متعین کیے گئے۔ کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت میں حصہ لینے والوں میں سے کوئی باقی تو نہیں رہا ہے جس پر ذرا بھی شبہ ہوا اسے بڑے اذیت ناک طریقے سے ہلاک کیا گیا بنو امیہ کے بہتر (72) سرکردہ افراد کو ابوالعباس نے ایک دعوت میں مدعو کیا مگر پیشتر اس سے کہ وہ دستر خوان پر بیٹھتے ابوالعباس عبداللہ کے اشارے سے سب کی گردن ماردی گئی اور پھر ان کی تڑپتی ہوئی لاشوں پر چٹائیاں بچھا کر ابوالعباس نے اپنے ہم جلیسوں کے ساتھ کھانا کھایا۔ (الفخری ص 135)

اس کے بعد عبداللہ بن علی بن عبداللہ بن عباس نے خلفائے بنو امیہ کی قبروں کو آگ کر کھدوایا عبدالملک کی قبر سے اس کی کھوپڑی برآمد ہوئی امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر میں سے کچھ نہ

Marfat.com

نکلا بعض قبروں سے بعض بعض اعضاء برآمد ہوئے باقی سب مٹی بن چکے تھے ہشام بن عبدالملک کی قبر کھودی گئی تو صرف ناک کی اونچائی جاتی رہی تھی باقی تمام لاش صحیح سالم نکلی عبداللہ بن علی نے اس لاش کے کوڑے لگوائے پھر اس کو صلیب پر چڑھایا پھر جلا کر اس کی راکھ ہوا میں اڑا دی عبداللہ بن علی کے بھائی سلیمان بن علی عبداللہ بن عباس نے بصرہ میں بنو اُمیہ کے ایک گروہ کو قتل کر کے لاشوں کو راستے میں پھینکوا دیا اور دفن کرنے کی ممانعت کر دی ان لاشوں کو مدتوں کتے کھاتے رہے عبداللہ بن علی کے دوسرے بھائی یعنی سفاح کے چچا داؤد بن علی نے مکہ و مدینہ اور حجاز یمن میں چُن چُن کر ایک ایک اموی کو قتل کرا دیا اور بنو اُمیہ میں سے کسی کا نام ونشان باقی نہ رکھا غرض تمام ممالک محروسہ میں حکم عام جاری کر دیا گیا کہ جہاں کوئی بنو اُمیہ نظر آئے اس کو بلا دریغ قتل کر دیا جائے۔ ولایتوں کے والی اور شہروں کے حاکم جو عموماً عباسی تھے اپنی اپنی جگہ اس تجسس میں مصروف رہنے لگے کہ کہیں کسی بنو اُمیہ کا پتہ چلے اور اس کو قتل کیا جائے یہاں تک کہ جس طرح کسی درندہ کا شکار کرنے کے لیے لوگ گھر سے نکلتے ہیں اس طرح بنو اُمیہ کا شکار کرنے کے لیے روزانہ لوگ گھروں سے نکلتے تھے بنو اُمیہ کے لیے کوئی مکان کوئی گاؤں کوئی قصبہ کوئی شہر جائے امن نہ رہا اور برسوں ان کو تلاش کر کر کے عباسی لوگ قتل کرتے رہے خراسان میں ابو مسلم نے یہ کام اور بھی زیادہ اہتمام و ہمت کے ساتھ انجام دیا تھا۔ اس نے نہ صرف بنو اُمیہ بلکہ ان لوگوں کو بھی جنہوں نے کبھی نہ کبھی بنو اُمیہ کی حمایت یا کوئی خدمت انجام دی تھی قتل کرا دیا اس قتل عام میں جو لوگ بچ بچ کر ایک جگہ سے دوسری جگہ بھاگ کر جا سکے انہوں نے اپنا بھیس بدل بدل کر نام اور قوم دوسری بتا بتا کر ایک جگہ سے دوسری جگہ سرحدوں کی طرف رُخ کیا۔ (تاریخ اسلام)

......☆☆☆......

Marfat.com